62

حیات مابعد

(علم و بصیرت کی روشنی میں)

گویا جہاں آبادی، ضامن حسین نقوی

(از) سید ضامن حسین نقوی گویا جہان آبادی

مصنّفِ فلسفۂ نفس، اصلِ حیات، انسان و انسانیت
فلسفۂ خودی و بیخودی، اسرار ہستی تجدد امثال وغیرہ

Marfat.com

۲۹۷۵۴
۲۸گ
۱۰.۳.۰۵
DATA ENTERED

ناشر

سیّد الطاف علی بریلوی۔ بی۔ اے علیگ

رجسٹرار

اکیڈیمی آف ایجوکیشنل ریسرچ

آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس

سعیدہ منزل متصل سرسیّد گرلس کالج۔ ناظم آباد کراچی

جملہ حقوق محفوظ — تعداد ۱۰۰۰ — قیمت تین روپیہ آٹھ آنے

Marfat.com

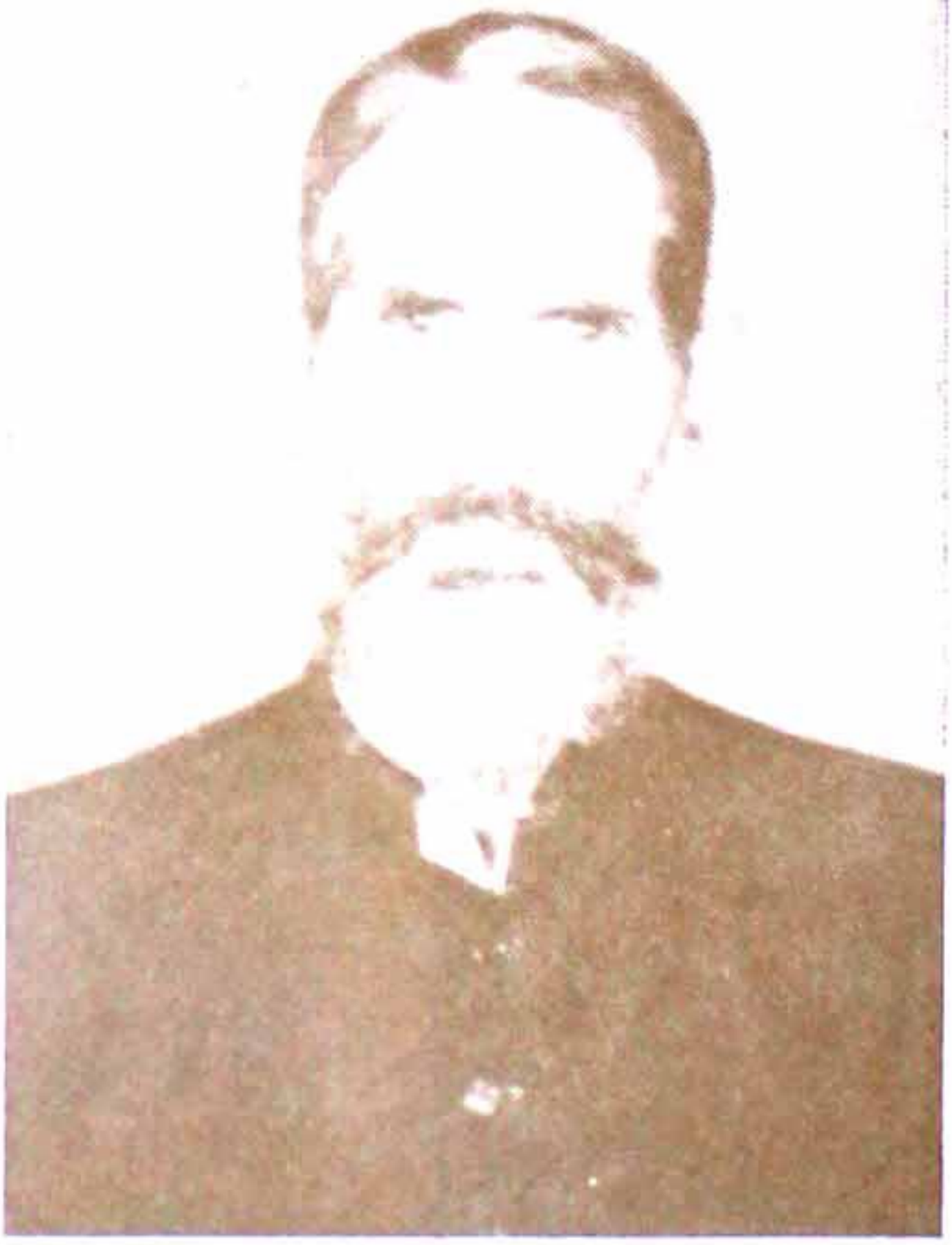

سید ضامن حسین نقوی لوہا جہاں آبادی

(مصنف)

Marfat.com

تصحیح اغلاط

غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر
باقی ہے	باقی رہتا ہے	۱۱	۱	کبھی بھی	بھی	۴۵	۱۳
آھہنگ	آہنگ	۱۳	۲	وابطے	واسطے	۴۶	۸
ہہیں	یہیں ہمیں	۲۵	۹	روح کوئی	روح کی کوئی	۵۴	۲
ورخود	اورخود	۲۸	۱۰	اجماع نقیضین	اجتماع نقیضین	۵۴	۴
لم ادراک	علم وادراک	۲۸	۱۱	منبی	منتہی	۵۸	۱۴
عاری	عادی	۲۸	۱۲	شایدسی	شاہد ہے	۶۰	۸
ہو	ہوسکتی	۲۹	۲	یعنی اپنی تجوید	اور اپنی تجربے	۶۱	۹
قلمی حدود کے اندر	عملی حدود کے اندر	۳۴	۱	تحرک بالارہ	متحرک بالارادہ	۶۵	۳
اتنا ہی پڑتا ہے	رہنا ہی پڑتا ہے			استعداد وارتقا	استعداد ارتقا	۶۶	۸
روئے سمہ	روئے معنی	۳۵	۵	چل بہ حیوان	چوں بہ حیوان	۶۷	۱۵
یہ عنوان	بہ عنوان	۳۵	۱۳	انقاد	اوفتاد		
رانکس	زانکس	۳۶	۱	قسلم	منتظم	۶۹	۳
منحقق	متحقق	۴۲	۶	نباتات ،	نباتات و		
مجموعۂ اعراض ہیں	مجموعہ اعراض ہے	۴۴	۴	حیوانات	حیوانات ،	۷۰	۵

Marfat.com

غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر
اسی بنا پہ کہ	اسی بنا پر کہ	۷۱	۱۴	تموّج دریا	متموّج دریا	۱۶۷	۱۱
ذی شعور عاقل	ذی شعور و عاقل	۷۳	۶	رکھتا ہکہ	رکھتا ہے	۱۸۱	۴
فہم کے کیا معنی	فہم کے کیا معنی	۷۳	۷	انسانی حواس	انسان	۲۲۶	۸
اور شاعرہ	اور غیر شاعرہ	۷۳	۸	عقل کی بنا پر	حواس سے		
حیانت حیات	صیانت حیات	۷۵	۵	جو کچھ محسوس	جو کچھ محسوس		
جانور اور	جان ور	۷۷	۷	کرتا ہے	کرتا ہے		
بے بھرتی	بے بھرتی	۸۱	۵	وہ تاثر و	وہ فعل اعراض		
ماہیت سمجھتے	ماہیت سمجھتے ہیں	۸۳	۷	فعل اعراض	موثرہ ہے کہ		
آج تک	اس وقت تک	۹۶	۳	اس کے اعراض	انفعال اعضا		
مرتبا	مرتکب	۱۰۶	۸	و انفعال	احساس		
عملی فلسفہ	عملی فلسفہ	۱۱۱	۱۰		کا ایک تیسرا		
اخلاق کیا	اخلاق				نتیجہ رہوتا		
فانوس د	فانوس و	۱۱۴	۴		ہے		
و جدان	وجدان						
با افراد	یا افراد	۱۲۸	۶				
تدبیج	بہ تدریج	۱۴۶	۵				

(مطبوعہ ٹائمس پریس کراچی)

Marfat.com

انتساب

" بہ الوہیت لامتناہیہ "

بحر لیست نہ کاہندہ، نہ آفزائندہ
امواج برو روند و آئندہ

عالم چو عبارت از ہمیں امواج است
نہ بود دو زماں بلکہ دو آں پائندہ

حضرت جامیؒ

Marfat.com

دُعا

ساقی تری بخشش کا نیا طور سہی
ہر دور کے بعد ایک نیا دور سہی
دنیا نئی، میکش نئے، میخانہ نیا
اک محرمِ اسرار نیا اور سہی

ضامن نقوی

★ مکتبہ برکت علی

Marfat.com

فہرست مضامین

۱	مقدمہ ڈاکٹر ایم۔ایم احمد بی۔ایچ۔ڈی	۹ تا ۱۱
۲	تعارف سید محمد تقی چیف ایڈیٹر "جنگ"	۱۲ تا ۱۸
۳	دیباچہ مصنف	۱۹ تا ۲۲
۴	اعترافِ توحید جزوِ فطرت و وجدان انسانی ہے	۲۳ تا ۴۰
۵	باب اوّل، عالم و مافیہ	۴۱ تا ۴۷
۶	اعراض یعنی مظاہر نفس کلی کی سات قسمیں	۴۸ تا ۱۵۵
۷	محرّک و متحرّک	۵۶ تا ۶۱
۸	نفسِ کلی و نفسِ انسانی یا انائے کلی و جزوی	۶۲ تا ۶۴
۹	حیات و حیاتِ انسانی	۶۵ تا ۷۲
۱۰	تفریق اَنانیّت و طبیعت	۷۳ تا ۷۴
۱۱	حیاتِ و مقصود حیات بذریعہ مطالعہ ذات	۷۵ تا ۷۸
۱۲	تکملۂ حیات انسانی بہ رفع نقائص	۷۹ تا ۸۲
۱۳	باب دوئم، علم و ادراک	۸۳ تا ۸۵
۱۴	توازنِ امکانات	۸۶ تا ۸۷

۱۵	تفریق و جدانیات و ہمیّات	۸۸ تا ۹۱
۱۶	مدارجِ وجدان	۹۲ تا ۹۴
۱۷	معیارِ صحتِ وجدان	۹۵
۱۸	باب سوم، مذاہب و حیاتِ مابعد	۹۶ تا ۹۷
۱۹	عقیدۂ تناسخ؟	۹۸ تا ۱۰۶
۲۰	روح و مادّہ؟	۱۰۷ تا ۱۰۹
۲۱	نیکی و بدی	۱۱۰ تا ۱۱۳
۲۲	معیارِ نیک و بد	۱۱۴ تا ۱۱۵
۲۳	ضمیرِ انسانی	۱۱۶ تا ۱۱۷
۲۴	جزا و سزا	۱۱۸ تا ۱۲۱
۲۵	قرآن پاک اور حیاتِ مابعد	۱۲۲ تا ۱۲۶
۲۶	تجدّدِ امثال	۱۲۷ تا ۱۲۹
۲۷	تجدّدِ امثال کی ایک روشن مثال	۱۳۰ تا ۱۳۱
۲۸	کائنات و حیاتِ انسانی کوئی عبث شے نہیں ہے	۱۳۲ تا ۱۳۶
۲۹	رہرو منزلِ حیات کی آمد و واپسی	۱۳۷ تا ۱۴۵
۳۰	ربوبیت کی تفسیر یا مسلسل ارتقاء	۱۴۶ تا ۱۴۷

Marfat.com

۳۱ باب چہارم — انسان و انسانیت ۱۴۸ تا ۱۵۴

۳۲ عدم و وجود ۱۵۵ تا ۱۵۹

۳۳ وجود کی دو قسمیں، وجود بالاصالت اور وجود بالاتباع ۱۶۰ تا ۱۶۲

۳۴ آئنسٹائن کا نظریہ اضافیت ۱۶۳ تا ۱۶۴

۳۵ باب پنجم، عقیدہ حیات بعد الممات کے خلاف چند قدیم و جدید اعتراضات۔ ۱۶۵ تا ۱۶۹

۳۶ عناصر و ترکیب عناصر ۱۷۰ تا ۱۷۸

۳۷ PHYSIOLOGY یا علم افعال اعضا کی بنا پر ایک اعتراض ۱۷۹ تا ۱۸۳

۳۸ عالم حیات بعد الممات حسیات تحت الشعور کا پس منظر یا حیات حال کا تتمہ ہے۔ ۱۸۴ تا ۱۹۴

۳۹ حیات شخصی و بقائے شخصیت بعد مرگ ۱۹۵ تا ۲۰۳

۴۰ جرثومۂ حیات ۲۰۴ تا ۲۰۷

۴۱ حیات مابعد دوسری ذی حیات مخلوق کیلئے کیوں نہیں ہے ۲۰۸ تا ۲۰۹

۴۲ حیات مابعد کا اخلاقی پہلو ۲۱۰ تا ۲۱۵

۴۳ اس مقالہ کے مطالب کا خلاصہ ۲۱۶ تا ۲۱۸

۴۴ باب ششم تتمہ، منصب نبوت و رسالت ۲۱۹ تا ۲۲۴

Marfat.com

۴۵	عالم غیب و شہادت	۲۲۰ تا ۲۲۸
۴۶	وحدت وجود و وحدت شہود یا تجلی ذات و صفات	۲۳۸ تا ۲۳۸
۴۷	صورِ علمیہ باری تعالیٰ یا اعیان ثابتہ	۲۳۸ تا ۲۳۹
۴۸	عالم کوئی خیالی شے نہیں مقام علم و بصیرت و عمل ہے	۲۴۰ تا ۲۴۴
۴۹	خود شناسی	۲۴۵ تا ۲۴۶
۵۰	فرہنگ اصطلاحات	۲۴۷ تا ۲۵۶

Marfat.com

مقدمہ

از جناب ڈاکٹر محمد محمود احمد صاحب ایم اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی صدر شعبہ فلسفہ کراچی یونیورسٹی)

آج کل تجربیّت کا اس قدر زور ہے کہ حکمت نفس کی جگہ نفسیات نے لے لی ہے اور نفسیات میں بھی اس وقت قوی رجحان یہ ہے کہ مظاہر نفس کے بجائے کردار کی نیرنگیوں کو موضوع مطالعہ بنایا جائے۔ اس رجحان کی لے اس وقت اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ عمرانی علوم کو بھی طبیعی علوم میں ڈھالنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

یہ کوشش تو خیر ان لوگوں کی ہے جو محسوسات ہی کو تمام علوم وفنون کی بنیاد بنانا چاہتے ہیں، لیکن تجربین کا وہ گروہ بھی جو کردار کے ساتھ ساتھ مظاہر نفس کو بھی موضوع علم مانتا ہے، حقیقتِ نفس سے بحث نہیں کرتا اور اس کو اپنے موضوع علم سے باہر سمجھتا ہے۔ حکمت دو جدانیات کے قائل اس کی طرف توجہ کرتے ہیں لیکن ان کا طریقہ بھی جزو سے کل کی طرف جاتا ہے، کل سے جزو کی طرف حرکت، تصوریین کا مسلک سمجھا جاتا ہے اور تصوریت عقل کو تو مطمئن کر سکتی ہے لیکن تجربہ کا ذوق رکھنے

Marfat.com

والوں کی تسکین کا سامان فراہم نہیں کر سکتی۔ اس لئے حقائق کے دریافت کی بنیاد اب وجدانیات ہی۔ رہ جاتی ہے۔

چنانچہ ضامن صاحب نے اپنے مقالۂ حیات بعد الممات کی بنیاد وجدان ہی پر رکھی ہے لیکن اس اساس میں بھی دشواری یہ ہے کہ آدمی اپنے تشخصات سے نہیں نکل پاتا۔ اگر نفس کے اس پہلو پر توجہ مرکوز بھی کی جائے جو تجزیہ و تقسیم اور تغیّر و تبدّل کو قبول نہیں کرتا تو باوجودیکہ حقیقتِ نفس جزو کل کے امتیاز سے مادری ہے لیکن چونکہ نفس جزوی کا تو وجدان ہوتا ہے اور نفس کلی کا بجز تصوری صورت کے وجدان نہیں ہوتا، وجدان کلی کا ذوق تشنہ ہی رہ جاتا ہے۔

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ خواص کو یہ وجدان حاصل ہے اور انائے مقید، انائے مطلق کا ایک تعیّن ہے تو آب وگل کی زندگی کے بعد اس تعیّن کے بقا کی کیا دلیل ہے؟ ضامن صاحب اس سوال کا جواب ارتقائے مسلسل سے دیتے ہیں لیکن جب تک ارتقا کی کڑیں نہ گنائی جائیں اور یہ نہ بتایا جائے کہ مرنے کے بعد کی منزلیں کیا ہیں اور ارتقا کیسے ان کو مستلزم ہے بات تشنہ ہی رہ جاتی ہے۔

بہرحال اس زمانے میں جب حکمت نفس پر تصنیف و تالیف عنقا ہے اس قسم کی تصنیف کا جتنا خیر مقدم کیا جائے وہ کم ہے خصوصاً زندگی بعد موت

یا معاد و محشر کا عقیدہ تو اتنا اہم ہے کہ اس کے بغیر نہ مذہب باقی ہے، نہ اخلاق و فرد کی اصلاح ہو سکتی ہے اور نہ معاشرہ کی .... ان کی تحریریں اثر ہے اور مجھے امید ہے کہ ناظرین اس تصنیف سے مستفید ہوں گے

محمد محمود احمد

Marfat.com

تعارف

(از جناب سید محمد تقی رکن بین الاقوامی فلسفہ کانگریس چیف ایڈیٹر روزنامہ جنگ کراچی)

جدید تہذیب کے ایک صفِ اول کے مفکر، اسپنگلر کا قول ہے کہ ہر روح ایک مذہب رکھتی ہے اسپنگلر کا یہ قول بے حد معنی خیز مگر کافی مبہم ہے میرے خیال میں اسپنگلر کو بجائے اس کے یہ کہنا چاہیئے تھا کہ ہر انسان ایک تحت الشعوری کائناتی پسِ منظر رکھتا ہے جسے ہم انتہائی وسیع تر معنی میں مذہب سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

گویا صحیح تو یہ ہے کہ ہر انسان ایک مبہم، نیم مبہم یا واضح تصورِ کائنات رکھتا ہے جس کا ابہام و وضوح فرد کی تعلیم و ذہانت پر موقوف ہے۔ اس تصورِ کائنات میں تبدیلی اور ایک کو بدل کر، دوسرے تصورِ کائنات کو اختیار کر لینا، ذہانت کی بلندی اور فکر کے بلاغ کی علامت ہے، ورنہ اپنے آبا و اجداد یا ماحول سے ورثہ میں ملے ہوئے

Marfat.com

تصورِ کائنات کو جوں کا توں اختیار کرلینا اور اسی کی حمایت میں دلائل ڈھونڈھ نکالنا تو وہ آسان کام ہے جو کم سے عقل سے بھی ہم آہنگ ہو سکتا ہے ہر انسان کا کسی نہ کسی تصورِ کائنات سے شعوری، نیم شعوری یا تحت الشعوری طور پر متعلق ہونا گو سب سے زیادہ اہم اور واضح حقیقت ہے لیکن عام فکری سطح پر یہ حقیقت سب سے زیادہ بے توجہی کی نذر رہی، اس لئے علم کو دو ایسے خانوں میں بانٹ لیا گیا، جس میں ایک مجرد فکری اور دوسرا یکسر عملی ہے، حالانکہ کوئی بھی خالص سے خالص عملی اقدام بھی ایسا نہیں جسکے رشتے کائنات کے در و بست میں ہوتے ہوئے مجرد مسائل سے جا کر نہ مل جاتے ہوں، آپ کسی غیر اہم سے غیر اہم واقعہ کو لے لیجیے جو روزمرہ زندگی میں آئے دن پیش آتا رہتا ہے، اس واقعہ کے قریب تر اور بعید تر سوتے بھی کائنات کی وسیع ترمیکانکیت میں الجھ جاتے ہیں، خود آپ کا اپنا وجود اس کائنات کے ایک جزو کی حیثیت ہے اور اس لئے آپ کا ہر قدم مآل کار کی لامحدود وسعت سے وابستہ ہو جاتا ہے۔

یہاں اپنے اس تصورِ کائنات کے اعادہ کی پرجوش خواہش اُبھر آئی ہے، جس کا ایک خاکہ فلسفہ کانگریس ڈھاکہ کے اجلاس منعقدہ فروری ۱۹۵۵ء میں پیش کر چکا ہوں۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ محل اس طویل بحث کا نہیں اس لئے اس بحث سے قطع نظر مجھے یہاں جس چیز پر زور دینا ہے وہ یہ ہے کہ

Marfat.com

جو مسلۂ حیات اور زندگی کیلئے ایک کل کی حیثیت رکھتے ہیں، جن کی عملی ونظری تقسیم محض عملی ہے، حقیقی نہیں اور اس لئے افادیت پسندوں (پریگمیٹسٹ) کا یہ اندازہ کہ وہ عقل و روح، شعور و انا کی بحثوں کو ایک لے تعلق مبحث قرار دیکر نظر انداز کر دینا چاہتے ہیں، دراصل محض نمائش ہے، اسلئے کہ وہ فی الواقع کسی نہ کسی تصورِ شعور یا آنا کو اپنے تحت الشعور میں بطور اصول موضوعہ کے باقی رکھتے ہیں اور ظاہر یہ کرتے ہیں کہ جسے حیات کا یہ پہلو یکسر نظر انداز کیا جا چکا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ شعور، آنا، روح یا عقل کی بحث ایک پیچیدہ بحث ہے اور اس لیے کبھی کبھی اس بحث کو نظر انداز کرنے کا سبب خود اس کی پیچیدگی ہی ہوتی ہے، لیکن زیادہ تر اپنے مخصوص تصوّرِ کائنات اور نظریہ حیات سے وابستگی کسی مختلف تصوّرِ شعور و آنا پر بحث میں حائل ہوتی ہے کہ کہیں اپنے پرانے اور محبوب نظریوں کی قربانی نہ دینا پڑے جو ہمیشہ اس قلانی انسان کیلئے سب سے مشکل کام ثابت ہوا ہے۔

شعور، انا، عقل اور حیات کا یہ ذکر میں نے صرف اس لیے نہیں کیا ہے کہ آج کل میں حیات کے موضوع پر مضامین کا ایک سلسلہ لکھ رہا ہوں بلکہ یہاں اس بحث کا جواز یہ ہے کہ جناب سیّد ضامن نقوی صاحب کی یہ کتاب جسے آپ ملاحظہ فرمائیں گے، دوسرا حصّہ ہے فلسفہ نفس کا یا یوں

Marfat.com

کہیئے کہ تتمہ ہے نفس سے متعلق ایک قابلِ مطالعہ کتاب کا جواب سے اٹھائیس سال پہلے، ہندوستانی اکاڈمی الہ آباد کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔ سیّد محترم کی یہ کتاب حیات بعد الممات منطقی نتیجہ ہے اس سابقہ بحث کا۔ بہر حال عرض کرنا یہ تھا کہ اَنا، شعور اور حیات کی اصل اور مقصد کی بحث ایک واقعاتی، ایک عملی حقیقت رکھتی ہے جس کی اہمیت سے انکار یا تو مکاہرہ ہے یا اپنے نظریہ پہ غیر معقول اصرار۔

یہ بحث جیسا کہ ظاہر ہے حیاتِ بعد الممات کے اساسی سوال سے وابستہ ہے، حیات یا اس کے مآل کا سوال یا موت اور اس کا خوف انسانی زندگی کے تمام اعمال کے پس منظر میں موجود رہتا ہے اور اسلئے یہ بحث بدو تہذیب سے لیکر اب تک سب سے اہم بحث رہی ہے اور مذہب کا سب سے اہم اور مرکزی نقطہ، حیاتِ بعد الممات اور اس سے متعلقہ مسائل رہے ہیں۔

حیات کے بعد کیا ہوگا؟ یہ سوال ڈارون کے بندر نما انسان سے لیکر آج تک ہر ذی شعور کے برابر پیش نظر رہا ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ منطق اور سائنس اس کا جواب دینے میں کبھی کامیابی حاصل نہ کر سکے گی۔ ایک طرف تو انسان کے دل کی یہ پکار، اس کی روح کا یہ مطالبہ کہ حیات اپنی پوری عظمتوں اور رعنائیوں، امنگوں اور ارمانوں کے ساتھ

Marfat.com

اس دہشت ناک سرعت کے ساتھ ختم نہیں ہونا چاہیے جس طرح اہم سے اہم نند گیاں بھی اختتام اور انتہا کو پہونچتی ہیں اور ادھر عقل اور منطق اور سائنس اور فکر کی یہ واماندگی کہ وہ حیات کے اختتام، افراد کی موت کے بعد اس کے وجود یا دہشت ناک عدم کے متعلق یقین سے کچھ کہنے سے معذور ہیں۔ اب ایسے ہیں وجدان کو جو ایک کافی مبہم اور متنازع اصطلاح ہے ایک واحد رہنمائی راہ کے طور پر اختیار کیا گیا ہے جسے مولانا رومؒ سے لیکر برگساں تک سب نے مختلف پیرایوں میں استعمال کیا ہے اور حیات بعد الممات کا حل نکالنے کی کوشش کی ہے۔

جناب سیّد ضامن نقوی صاحب کی یہ دقّت طلب کتاب اسی اساس سے بحث کرتی ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ وجدان نفس کلّی کا ادراک کرتا ہے، نفس انسانی، اسی نفس کلّی کا ایک جزو ہے اور جب نفس کلّی موجود ہے جیسا کہ سیّد محترم کہتے ہیں تو نفس جزوی یا انانیت جزوی کا ثبوت مل جاتا ہے۔ وہ اس کتاب میں بڑی حد تک اس موقف تک آجانے میں جو جدید تصور یت پسندوں کا موقف ہے، یعنی کائنات کی ایک اصل ایک ذی شعور نفس کلّی ہے جو ہمہ گیر ہے اس پر انہوں نے کیا دلائل قائم کئے ہیں، ان کا مطالعہ تو آپ خود کتاب دیکھکر کریں گے لیکن میں یہاں یہ عرض کرنے کی جرأت کروں گا کہ اس کتاب کی تصنیف میں جس فکری شغف، جس

Marfat.com

ریاض سے کام لیا گیا ہے، وہ ان لوگوں سے بھی خراج تحسین حاصل کرے گا جو سیّد محترم سے اختلاف کرینگے۔

اس کتاب کی تصنیف کے سلسلہ میں سب سے عجیب اور میرے لئے بڑی حد تک ناقابل فہم بات یہ ہے کہ کتاب کا لکھنے والا ایک ایسا شخص ہے جس نے علوم متداولہ مشرقیہ یا مغربیہ کی باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی ہے۔ خاص طور پر قدیم و جدید فلسفہ کا تدریجی مطالعہ نہیں کیا ہے لیکن اس کے باوجود ایک ایسی کامیاب تصنیف جس سے آپ کئی جگہ اختلاف کرنے کے باوجود، مصنف کی فکری جانفشانی کی داد دیئے بغیر نہیں رہیں گے!! مجھے احساس ہے کہ فلسفہ کی متعین راہوں پر چلنے کی عادت رکھنے والے حضرات کئی جگہ غیر متعارف فضا محسوس کرینگے لیکن ایسا ہونا بالکل قدرتی ہے، اس لئے مصنف ان راہوں کی پابندی پر نہ مصر ہیں نہ ان سے یہ مطالبہ ہی کیا جاسکتا ہے کہ وہ ان راہوں کا ضرور ہی اتباع کریں۔

حیات بعد الممات کے سے پیچیدہ سوال کا جو جواب انہوں نے دیا ہے، اس سے میرا دل تو ضرور مطمئن ہوا، اور مجھے توقع ہے کہ آپ کے گہرے قلبی واردات بھی اس سے ہم آہنگی کرینگے، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا آپ کی عقل بھی ان نتائج سے ہم آہنگی کرنے کو تیار ہوگی؟

بالکل آخر میں یہ عرض کرنا نامناسب نہ ہوگا کہ جہاں تک اس عنوان حیاتِ مابعد کا تعلق ہے، ہرچند اس پر متعدد مباحث امام رازی علامہ صدرالدین شیرازی اور دوسرے مذہبی اہل علم (متکلّمین) کی تصنیفات میں ملتے ہیں، لیکن اردو میں کوئی مجموعی اور جامع تصنیف جس میں ایسے متعدد عنوانوں پر روشنی ڈالی گئی ہو، جیسی اس کتاب میں ہے، میرے علم میں نہیں ہے اور اس لئے اس جیسی کتاب کی اشاعت ایک نئی بحث اور نئے فکری رخ کو متعارف کرانے کی مرادف ہے اور اردو (علمی حلقوں میں اس پرانے مگر بے حد اہم موضوع سے بحث کے آغاز کا خیر مقدم کیا جائیگا اور کتاب کا وسیع حلقہ میں اس لئے کافی دلچسپی سے مطالعہ کیا جائے گا کہ اس سلسلے ایک اہم اور پرانی بحث کے احیاء میں مدد ملے گی۔

کراچی، ۲۱ اگست ۱۹۵۸ء

(سید محمد تقی)

دیباچۂ مصنّف

۱۔ فلسفہ نفس میں، حیات مابعد کے موضوع پر ایک جداگانہ مقالہ کا وعدہ کیا گیا تھا۔ فلسفہ نفس پہلی مرتبہ ۱۹۳۰ء میں ہندوستانی اکاڈمی الٰہ آباد کی طرف سے شائع ہوا تھا، پھر اس کا تیسرا ایڈیشن انجمن ترقی اردو کراچی نے ۱۹۵۶ء میں شائع کیا۔ اس عرصہ میں بارہا یہ خیال ہوا کہ اگر وعدہ سابقہ کے ایفا کی کوئی کامیاب صورت نکل آتی تو بہت اچھا ہوتا مگر مسئلہ مشکل تھا اس دوران میں، اس احساس کے ساتھ دو تین مرتبہ گوناگوں موانع کے باوجود قلم اٹھا کر فکر و نظر کی رسائی کا عملاً جائزہ بھی لیا۔ لیکن جو غور کیا تو آسمان سے بھی آسمان اتنا ہی اونچا نظر آیا جتنا کہ زمین سے ہے۔

اس سعیٔ ناتمام کی پہلی قسط وہ تھی جو اصل حیات کے نام سے پہلے معارف اعظم گڑھ اگست ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی اور پھر دوبارہ ایک دیباچہ کے اضافہ کے بعد، بریلی کی ایک علمی انجمن کی طرف سے نومبر ۱۹۳۴ء میں شائع

Marfat.com

کی گئی۔ دوسری قسط اس مقالہ غیر مطبوعہ کو سمجھنا چاہیے جو مارچ ۱۹۴۷ء میں رہین نگارش ہو کر ہمیشہ کے لئے سپرد طاق نسیاں ہو گیا۔ اس حساب سے مقالہ پیش نظر کو اس سلسلۂ فکر کی تیسری کڑی سمجھا جا سکتا ہے۔

اگرچہ قسط اوّل یعنی اصلِ حیات، کی اشاعت کے بعد علمی طبقوں کی طرف سے بڑی پسندیدگی کا اظہار کیا گیا مگر مجھے ہر مرتبہ یہی محسوس ہوا کہ جو کہنا تھا وہ پوری طرح کہا نہیں جا سکا۔ لیکن کوئی کاوش بیکار نہیں جاتی کوئی نہ کوئی نتیجہ نکلتا ضرور ہے، احساس ناکامی نے یہ راز خامی بتا دیا کہ مسئلہ حیات مابعد سینۂ فطرت کا وہ مخفی راز ہے جو کبھی تنہا فکری کاوشوں سے منکشف نہیں ہو سکتا۔ اس احساس نے سعی علم و ادراک میں مایوسی پیدا کرنے کے بجائے ذوق جستجو کو اور بڑھا دیا یعنی نفس انسانی کی گہرائیوں میں کسی ایسے خاصۂ اندرونی کو جو حقائق ماورائے طبیعات کا مدرک قدرتی ہو تلاش کیا۔

انسانی علم و ادب کا جائزہ لیجئے، انسان کے وہ تصورات کلّی جو اس کے علم و ادب کی بنائے اساسی ہیں کیا وہ صرف زمین، آسمان، دریا، پہاڑ، دشت، بیابان، جمادات و نباتات و حیوانات ہی کا مجموعہ ہیں کیا علم و ادب میں، انسانیت، شرافت، صداقت و خلوص، نیکی و ہمدردی، محبت و جمال، مقصدِ حیات، رحم و کرم خدا یا حقیقت

مطلق کے تصوّرات کلّی شامل نہیں ہیں، اگر شامل نہیں ہیں (حالانکہ ایسا نہیں ہے)، تو گویا انسانی علم و ادب کو بے جان جماد محض قرار دیدینا چاہئے اور اگر شامل ہیں (اور یقیناً ہیں)، تو سوال یہ ہوتا ہے کہ اس قسم کے تصوّرات کلّی جو علم و ادب کی روحِ لطیف یا جان ہیں کس راستے اور کس واسطے انسانی علم و ادب کا جزو بن گئے یہ لطیف تصورات تجربات و مشاهدات، استقراء و قیاس، غور و فکر، دلیل و حجت کے مرہون منت تو ہونے نہیں۔

اس جستجو و تحقیق کے نتیجہ میں بغیر کسی شک کے یہ یقین ہوتا ہے کہ علم و ادراک کا ذریعہ صرف حواس اور عقل ہی نہیں، غیر محسوس حقائق ماورائے طبیعّات کے ادراک کے لیۓ نفس انسانی میں ایک فطری حاسۃ وجدانی بھی ہے۔ وجدان کے وجود میں آپ کو کوئی شبہ نہ رہے گا اگر آپ اس حقیقت پر غور کریں کہ ہر انسان کیوں بے دلیل و حجت اپنی ہستی کا قائل ہوتا ہے؟ یقین ہستی انسان کو صرف وجداناً ہی تو ہے اگر یہ حاسۂ نفس انسانی سے خدف کر دیا جائے تو کوئی انسان کسی دلیل عقل سے بھی اپنا وجود ثابت نہیں کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وجدان کو نظر انداز کرنے کے بعد جس قدر عقلی دلیلیں اثبات روح یا ہستی باری تعالیٰ میں پیش کی جا چکی ہیں وہ سب کی سب "چوں ندید ند حقیقت رہ افسانہ زدند" کی مصداق ہیں

آغاز و انجام حیاتِ انسانی یا مبداء معاد، مقصدِ تخلیق حیات و کائنات

Marfat.com

صحیفۂ فطرت یا کتاب ہستی کے ایسے اہم عنوانات ہیں کہ جب تک ان کا بار بار مطالعہ خود کتاب ہستی کے عنوان کی روشنی میں نہ کیا جائے شرح معنیٰ ممکن نہیں مگر اس کتاب کا عنوان کون سا ہے کس کی ذات کے تعارف سے اس کتاب معارف کا آغاز ہوتا ہے؟ کسی کتاب کا عنوان وہی تو ہوتا ہے جس پر اس کتاب کے جملہ مسائل مبنی ہوں اور وہی کثرت مسائل کا واحد حل ہو، اس نقطہ نظر کا وجدانِ نفس موید ہے کہ عنوانِ کتاب ہستی ذات باری تعالیٰ ہی ہے۔

Marfat.com

اعتراف توحید جزوِ فطرت وجدانِ انسانی ہے

۱۔ عالم کثرت میں مشاہدہ وحدت، حواس وعقل کا کام نہیں مغالطات حواس وعقل ایک دو نہیں صدہا ہیں مثلاً کسی مختصر سے جسمانی نظام کو تو حواس، ایک مرتب نظام کی حیثیت سے محسوس کر سکتے ہیں مگر اس کائنات وسیع کو جس کا احاطہ حواس کبھی نہیں کر سکتے جسم واحد کی طرح مرتب پانا رسائی حواس سے باہر ہے، اسی طرح اس مرتب سلسلہ علت ومعلول یعنی کائنات کا کسی علت تام وکامل پر منتہی ہونا بھی احساس حواس سے دور ہے[1] البتہ یہ مغالطہ قریب بہ حواس ہے کہ کسی بھی مدیانی

---

[1] علت تام وکامل اصطلاحاً اس علت تدبیر وتنظیم کو کہتے ہیں جو اپنی تدبیر وتنظیم کے عمل میں کسی علت مقدم کی محتاج نہ ہو اور پورا نظام علل و اسباب مؤخر اس کا تابع اور اس کی تحریک کا ممتاج ہو۔

Marfat.com

معلول کو حواس علتِ تام بتائیں مادّہ پرستی، عناصر پرستی یا کواکب پرستی اسی مغالطہ حواس کا نتیجہ ہے، اس طرح کے اور بھی بہت سے حسّی مغالطے ہیں، یہی حال فہم انسان کا بھی ہے کہ وہ بھی استخراج نتائج قیاسی و استقرائی میں صدہا غلطیوں کی مرتکب ہوتی ہے، حد ہے کہ ایک حادث و فانی غیر مستقل اور قائم بالغیر شے یعنی مادے کو مادیّن، اصل نظام عالم اور علّت تام تخلیق سمجھتے ہیں، مگر وجدان و بصیرت انسانی اگر مغلوب و عقل و حواس نہ ہو گئی ہو تو کبھی ان مغالطات کو صحیح نہیں سمجھتی اور اس قسم کے تمام مغالطات کی مصلح ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ دلِ حساس یا وجدان کا حامل نفسِ انسانی، اعتراف توحید ہی سے مطمئن ہوتا ہے۔ کتنا ہی سخت منکر توحید و ملحد کیوں نہ ہو، لیکن اپنی ہستی کا انکار نہ کر سکنے کی وجہ سے اپنے عقیدۂ انکار الحاد میں ہمیشہ غیر مطمئن ہی رہتا ہے اس لئے کہ وہ جس ہستی انکار کرتا ہے اس کا ایک مظہر متعین تو خود اسکی ذات ہے۔

عقلاً کسی نظام کی غایت تخلیق معلوم کرنے کیلئے اس کے اجزا پر بھی ترتیب وار غور کرنا ضروری ہوتا ہے اور یہی فکر جس کا محرک وجدان ہوتا ہے ہم کو کثرت اعضا و جوارح سے گذار کر ایک وحدت مرکزی کی طرف لے جاتی ہے اور بلاشبہ ماننا پڑتا ہے کہ تمام نظام حیات

Marfat.com

انسانی ایک وحدت مرکزی کا تابع ہے اور طبیعت و انانیت اس وحدت مرکزی یعنی نفس انسانی ہے کے دو شعبہ عمل ہیں یعنی اعمال ارادی انفسی، اور غیر ارادی (طبعی)، دونوں ہی کا مصدر و مرکز نفس انسانی ہے انانیت و طبیعت کی تفریق، بہ اعتبار امتیاز اعمال و افعال ہی ہے۔ اسی اصول سے جب نظام کائنات پر غور کرتے ہیں تو باوجودیکہ اس کے اجزا کا انحصار ممکن نہیں پھر بھی کوئی بے ترتیبی اس کے نظام ہمیں معلوم نہیں ہوتی جس طرح ہر نظام شمسی ایک مرتب شے ہے اس طرح اجتماعی طور پر پورا نظام کائنات ایک مرتب و منظّم شے ہے مگر اس منزل مشاہدات پر پہونچکر نہ صرف یہ کہ تمام عالم کثرت ایک مرکزی وحدت کلّی کا تابع نظر آتا ہے اور ایک نفس کلّی ہے مدبّر و متصرف جزو کل متیقن ہوتا ہے بلکہ یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ ع گر حکیمے نیست ایں تدبیر چیست؟ یعنی اگر اس حیرت انگیز نظام کا محرّک کوئی شعور مکمل نہیں تو جزو کل میں یہ تنظیم و ترتیب کیوں پائی جاتی ہے۔ اس وجدانی سوال کا کوئی قابل یقین جواب دینا اس عقل کا کام نہیں جو حواس میں محدود ہے جس مفکر نے بھی اس قسم کے الٰہیاتی مسائل کے حل کرنے میں صرف عقل و حواس پر بھروسہ کیا حواس و عقل کے مغالطوں میں گرفتار ہوگیا ہے

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں ڈور کو سلجھا رہا ہے اور سرا ملتا نہیں

یہ مادیت، ثنویت، سوفسطائیت، اور بہت سے مختلف نظریاتِ فکری کیا ہیں، ع خواب نادیدہ کی تعبیریں چند مادیین کے نزدیک تمام کائنات کی اصل واحد مادّہ ہے مگر اہل ثنویت کے نزدیک چونکہ نظام کائنات کی کوئی قابلِ قبول توجیہ تنہا مادہ لایعقل کو اصل نظام سمجھکر ممکن نہیں تھی اس لئے انہوں نے ایک غیر مادی ذی شعور شے روح کو شریک مادّہ سمجھکر معمائے کائنات کو دونوں کے متحدہ عمل کے تخیل سے حل کرنے کی کوشش کی سوفسطائیوں نے غور و فکر کی الجھنوں سے گھبراکر صرف مادّے اور روح ہی کو نہیں تمام عالم کو خیالی قرار دیا۔ اس طرح مادیت سے شروع ہو کر اختلافات کی لے بڑھتی چلی گئی ع شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا۔

۳۔ خودشعوری SELF CONSCIOUSNESS یا خودشناسی

ایک براہ راست مسلک تھا مسائل ماورائے محسوسات طبیعات کے حل کرنیکا مگر اسے اہلِ خرد یا عقل کے دیوانوں کی خودفراموشی ہی کہنا چاہئے کہ انہوں نے نفس ذات (SELF) کے مبادیات و مسائل کو صرف حواس و عقل کے تجربات و قیاسات سے حل کرنے کی ناکامیاب کوشش کی، جب ہم اپنے انائے جزوی کی ماہیّت یا تعریف منطقیانہ طریقِ فکر سے معلوم نہیں کر سکتے تو اسکے مبادیات و مسائل و مبدا و معاد، کا کوئی صحیح حل تنہا فہم و خرد سے کس طرح کر سکتے ہیں۔ منطقیانہ طریق تعریف و تعارف اشیا تو یہی ہے کہ کسی شے کی

Marfat.com

تعریف اس کی ہم جنس و نوع اشیا کے تقابل سے کی جائے۔ اشتراک و اختلاف کے علم ہی سے اشیا کی منطقیانہ تعریف کی جا سکتی ہے۔ کسی شے کے متعلق یہ معلوم کرنا کہ وہ کس شے کی طرح ہے اور کس شے کی طرح نہیں بغیر مقابلہ باہمی ممکن نہیں۔ مگر نفس انسانی یا انائے انسانی ایسی شے نہیں ہے کہ کائناتِ گرد و پیش میں کوئی شے اس کے مماثل پائی جاتی ہو، نہ اس کی کوئی شکل و صورت ہے، نہ وہ قابل تجزیہ و انقسام ہے، نہ کوئی وزن و مقدار و جسم و حجم رکھتی ہے نہ کوئی متحیز و کسی جگہ کو گھیرنے والی شے ہے نہ کوئی کیفیت حرارت و برودت کی طرح ہے، نہ کوئی قوت برق و مقناطیس کی طرح ہے، نہ کوئی روشنی مانندِ شعلہ و برق و آتش وغیرہ پھر بھی اگرچہ عقلاً ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا ہے مگر بے دلیل مانتے ہیں کہ ہے۔ اس لئے کہ اس کا انکار خود اپنا انکار ہے۔ اپنی ہستی کا انکار ہے جو کسی طرح ممکن نہیں۔ اسی مقامِ اعتراف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شعور ذات وجدانی ہے۔ رہیں دلیل و حجت نہیں۔ یہیں سے ہم وجدانا ایک نفسِ کلی کو تمام کائنات مظاہرِ عالم کم و کیف، کی ذی شعور اصل واحد سمجھتے ہیں اور نفس انسانی کو اسی کا ایک مخصوص، ذی شعور متعین ظہور۔ لیکن نفس کلی ہو کہ جزوی دونوں تعینات ہی ہیں، تقاضائے ارتقائے وجدان و بصیرت تعینات میں گھر جانا نہیں ہے وجدان کی نامحدود وسعت ہر تعین سے گزر کر ایک ذات لاتعین کے

Marfat.com

مشاہدہ میں ہے۔ ہونا چاہئی ہے اور وہ ذات لاتعین ہی نفس مطلق و حقیقت مطلق ہے جو جزو کل کے ہر تعین سے بری ہے اور وہ وہی ذاتِ ماورائے فہم و ادراک ہے جس کے اعتراف کے بغیر حاسۂ وجدان یا انسان کا دل مطمئن نہیں ہوتا اور وہ ذات ہی وہ عنوانِ کتابِ ہستی ہی ہے جس کو بھلا کر یا بھول کر تمام دفترِ ہستی بے معنی نظر آتا ہے بقول حضرتِ ابن عربیؒ

فَالکلُّ عبارتٌ وَاَنتَ المعنیٰ

"تمام کائنات ایک عبارت ہے جس کا مفہوم تیری ہی ذاتِ واحد ہے۔ انہی معنوں میں کہا گیا ہے کہ اعتراف توحید جزو فطرت و وجدانِ انسانی ہے۔ حقائق ماورائے طبیعات پر غور کرنے کیلئے یہ نکتۂ عرفان ذات ہمارے سامنے اور خود ہمیں میں مضمر تھا مگر کہنا پڑتا ہے کہ ہم نے اپنی ذات کو اہم ترین نکتۂ علم و ادراکِ حقائق اس لئے نہیں سمجھا کہ اس کے شعور ہمہ وقت کے عادی ہو کر ہم اس کو ایک غیر اہم شے سمجھنے لگے اور اسکے مقابلہ میں کائناتِ محسوس کو ایک اہم شے سمجھا اور اس کے واسطے سے معمائے حیات و کائنات کو حل کرنا چاہا حالانکہ علم و ادراک کا یہ طریقہ بالکل الٹا ہے۔ کائنات تو صرف بابِ علم و ادراک کا ایک قفل ہے جس کی کلید علم نفس یا خود شعوری خودشناسی ہی ہے۔ جب تک یہ قفل نہ کھلے بابِ علم و حقائق و معرفت وا نہیں ہو سکتا ہے اور اس کا کھلنا بغیر کلید نفس

ناممکن ہا انہیں معنوں میں ہے، من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ کائنات بجائے خود ذریعہ علم و حقائق براہِ راست نہیں ہو سکتی جس طرح اعضا و جوارح کے علم سے حقیقت نفس انسانی نہیں معلوم ہو سکتی اسی طرح اشیائے کائنات کے علم سے حقیقت کائنات پر روشنی نہیں پڑ سکتی پہلے ہمیں اپنے نفس کی حقیقت معلوم کرنا چاہیے، وجدانا نفس انسانی نفسِ کلّی کا ایک مخصوص ذی شعور مظہر متعیّن معلوم ہوتا ہے یعنی وجدان نفس کلّی کے ذیل ہی میں ہمیں اپنے نفس جزوی کا وجدان ہوتا ہے۔ دریا ہی میں موج نظر آتی ہے جیسے دریا ہیں نفس کلّی جملہ مظاہر و اعراض کائنات کی اصل ہے اس نقطۂ نظر سے نہ کائنات کوئی معمّا ہے نہ حیات کوئی عقدۂ لاینحل اس کے بعد وہ منزل شہود توحید ہے جہاں ہر تعیّن محوِ لاتعیّن ہے۔ لہ

۴۔ دیباچہ جب اس مقام شرحِ معانی تک پہنچا تو خیال یہ ہوا کہ شروع ہی میں اتنے بلند معانی کی طرف ذہنیتوں کو لے جانا جو تقریباً فہم عوام سے بالاتر ہوں مناسب نہ تھا، رفتہ رفتہ ذہنوں کو معنوی بلندیوں کی طرف ترقی دینا تھا۔ اُن بہت اونچے منڈلانے والے بادلوں سے جو اوپر ہی

لہ ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی خود ہماری خبر نہیں آتی (مرزا غالب)

Marfat.com

اور پرمنڈلا کر گزر جاتے ہیں اور کسی خشک زمین کی طرف رخ بھی نہیں کرتے۔ شبنم کے وہ چند قطرے موتیوں سے تولنے کے قابل ہوتے جو آسمان سے اتر کر کسی ایک پیاسے نشیمن ہی کی پیاس بجھا سکیں۔ آسمان کے تارے توڑنے سے کیا فائدہ اگر وہ نادرے کسی کے ظلمت کدہ یا خانۂ بے چراغ کا اجالا نہ بن سکیں۔ یہ احساس اپنے مقام پر غلط نہیں! کسی تصنیف کے کارآمد ہونے کا صحیح اندازہ اس کے دائرہ افادیت کی وسعت ہی سے لگایا جا سکتا، مگر اس کے ساتھ یہ بھی تو حقیقت ہے کہ بارش سے استفادے کے لئے زمین کی پیاس بھی تو ضروری ہے۔ بالعموم عوام الناس میں اور بالخصوص ہماری فضائے گرد وپیش میں، جہاں علم وجہل میں امتیاز مشکل ہی فی صد نہیں، فی ہزار کتنے تشنۂ تحقیق پائے جا سکتے ہیں؟ ہم صرف امکان معلوم کرنا چاہتے ہیں ورنہ توقع ابھی دریافت طلب نہیں ہے یقیناً عوام میں مبدأ ومعاد کے اسرار کا بیان ایک ایسی ہی شے ہے جسے صدا بصحرا ہی کہہ سکتے ہیں۔

کس قدر مایوس کن احساس ہے مگر نہیں عام وخاص سے بحث نہیں فطرت ہر ذہنیت وذوق کے انسان ہر زمانے میں پیدا کرتی رہتی ہے، تعلیم وتعلّم توجز وفطرتِ انسانی ہے نہ سہی ہزار اگر دو ہی صحیح مخاطب کسی شخص کو اس قسم کے مسائل میں مل جائیں تو بہت کافی ہیں

ع محیط کون و مکاں دو دلوں کی یکجائی۔ پھر رفتہ رفتہ دائرہ افادیت بڑھتا ہی جاتا ہے، السعی منی والاتمام من اللہ

اس لئے اس مقالہ میں ہمارا روئے سخن خاص طور پر ذوقِ تحقیق رکھنے والے علم دوست قارئین کرام کے علاوہ، ان تمام متشککین و منکرین، لاادریین و ملحدین کی طرف ہے جن کے ذوق جستجو کی ناکامیابی (بوجہ غلط روی) نے ان کو گرداب تشکیک و انکار، لاادریت و الحاد میں غرق کر دیا ہے اور وہ ہنوز ساحل تک پہونچنے کے لیئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں اور اصل زندگی یعنی تلاشِ حق کی کوئی رمق ان میں ہنوز باقی ہے۔ زندقہ ہو کہ الحاد، تشکیک ہو کہ انکار اگر کسی شخص کے دل کی آخری مہر بے بصیرتی نہ بن گیا ہو تو ذوقِ تحقیق سے کچھ نہ کچھ لگاؤ ضرور بتا ہے برخلاف ان لوگوں کے جو محروم طلب و جستجوئے حق ہو کر بھی اپنے آپ کو طالب حق سمجھتے ہیں اور جہل مرکب میں گرفتار ہیں۔ وہ ہمارے مخاطب نہیں۔ اس لئے کہ علاج جہل تو علم ہے مگر علاج جہل مرکب کوئی نہیں۔

عوام الناس میں بھی جن کا ایک فرد ہم خود ہیں، عند التجربہ بہت سے جوہر قابل ملتے ہیں اگر ان کے ذوق علمی کو ابھارا جائے اور اس لو کو ذرا اکسایا جائے تو یقیناً شب ظلمت میں صدہا ستارے نمودار

Marfat.com

ہو سکتے ہیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں قوموں کو علمی ترقیوں پر نظر ڈالیئے کہ کہاں سے کہاں پہنچیں ہیں اور کیا سے کیا ہو گئیں اس قسم کی مثالیں کمیاب نہیں ہیں۔ اس احساس کے ساتھ، اس مقالہ کا محرّک یہ احساس بھی ہے کہ ہم میں عام تنزّل اعزازِ نفس و خودداری کا بڑا سبب یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی کی اہمیت سے بے خبر ہیں۔ زندگی کی کامیابی وسائل عیش و راحت اور سامان تن آسانی ہی ہماری نظر میں ہے، عوام کی نسبت تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ بربنائے جہل و نادانی، اسیرِ پستیِ نفس ہیں مگر خواص جو تعلیم یافتہ ہیں ان کا عملی مذہب حفظِ نفس و لذّت کوشی کیوں ہے؟

جب ہماری تعلیم کا ماحصل یہ ہو کہ ہم حیاتِ انسانی کو ایک عارضی کیفیت مادی سمجھیں اور اس کا مآلِ کار، خاک ہو جانا تو ظاہر ہے کہ حفظ شرف انسانیّت اور خودداری کے لئے جان دینے کے معنی بجز حماقت کے اور کچھ نہیں ہو سکتے اور جب یہ احساس جزو زندگی ہو جائے تو کیسے فرائض اخلاق و اعمال اور کہاں کا غمِ روا و ناروا، چار دن کی زندگی کے لئے کون اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالے، وہی عمل اچھا جس سے اپنا بھلا ہو اور وہی اخلاق اچھے جن سے اچھا سودا ہو سکے۔ حیات کے صحیح مقصد کو بھلا دینے کے نتائج معاشرہ کی عام تباہی کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں اس سے زیادہ ہم کیا کہیں ع گفتنی ہی نہیں ہے حال اپنا۔

کوئی شخص جو بہ یقینِ کامل رکھتا ہکو زندگی بعد مرگ ختم نہیں ہوتی اور اعمالِ نیک و بد کے نتائج جو قدرتی ہیں وہ ضرور سامنے آنا ہیں وہ کبھی بھی اپنے فرائضِ انسانیت سے غافل نہیں رہ سکتا بالتحقیق اس حقیقت حیات مابعد کے انکار میں صرف جہل ہی کو دخل نہیں ہے بلکہ جہل سے زیادہ جہلِ علم نما اس انکار میں کارفرما ہے ورنہ کوئی مدعی علم و ادراک کیوں اوہام مادیت کو حقائق سمجھتا اور کیوں زندگی کا مقصد تلاش عیش و راحت قرار دیتا ہے۔ کوئی شک نہیں اگر ہمارا نقطۂ نظر صحیح ہو جائے تو اخلاق کی بلندی اور اعمال کی پاکیزگی اس کا ایک لازمی نتیجہ ہو گی۔ یہ ہے عقیدۂ حیات مابعد کی عملی اہمیت مگر ہمارا نقطۂ نظر تبدیل کیوں کر ہو۔ ضروری ہے کہ مسئلہ حیات مابعد کے خلاف جس قدر شکوک ہیں ان کا ازالہ اصل و حقیقتِ حیات کی وضاحت سے کیا جائے۔

مگر ایک بڑی دقت اس قسم کے مسائل کو عام فہم بنانے میں یہ ہے کہ اس قسم کے تمام مضامین جن کا تعلق شرحِ اسرارِ ذات و حیات سے ہو، افسانوی قالب میں ڈھال کر دجہہ تفریح عوام نہیں بنائے جا سکتے اور یہ ظاہر ہے کہ مذاق عام بڑی حد تک آج علمی نہیں قلمی ہے بالخصوص تو ہی ماحول میں اس مذاق کے خلاف ایک علمی کتاب کا اسلوب بیان و زبان چاہے کتنا ہی سہل و سادہ ہو مگر وہ افسانوی تو کسی طرح نہیں ہو سکتا شرح

مسائل میں قلمی حدود کے اندر اتنا ہی پڑتا ہے اور صراحتِ معانی و مطالب میں طولِ کلام سے بچنے کے لئے علمی اصطلاحوں سے کام لینا ہی پڑتا ہے۔

اگرچہ اہلِ علم و فن کیلئے علمی اصطلاحیں غیر مانوس نہیں مگر محض ادبی ذوق رکھنے والے حضرات پر ان کا استعمال گراں ہوتا ہے اور وہ ایسے مضامین کو جن میں علمی اصطلاحوں کا استعمال ہو اور کوئی ادبی چاشنی نہ ہو خشک و حشی مضامیں ہی سمجھتے ہیں اور اگر بادلِ ناخواستہ ان کو پڑھتے بھی ہیں تو ورق گردانی سے زیادہ آگے نہیں بڑھتے۔

پھر یہ واقعہ ہے کہ ہمارے ماحول قریب میں حسنِ اتفاق سے ایسے ہی حضرات کی تعداد زیادہ ہے اس لئے دائرہ افادیت کی توسیع یہ چاہتی ہے کہ ان کے مذاق کی رعایت بھی کچھ نہ کچھ کی جائے ورنہ اس حد تک کہ ایک علمی کتاب پر بوستانِ خیال کا گمان ہونے لگے۔

اس مصلحت کے پیشِ نظر ہم نے اس مقالہ میں یہ کوشش کی ہے کہ کم سے کم علمی اصطلاحیں استعمال کی جائیں اور اس کے ساتھ ہی کہیں کہیں ایسے اشعار کا بھی اضافہ کر دیا ہے جو ترجمان معنٰی بن سکیں علم میں ادب کی اس مداخلت کو امید ہے کہ معقول پسند حضرات دخل در معقولات نہ قرار دینگے لہ بعض اوقات حبس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے دفتر کے

لہ ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو ۔ بنتی نہیں ہے ساغر و مینا کہے بغیر۔

Marfat.com

دفتر ناکافی ہوتے ہیں وہ ایک مختصر سی شعر میں اس طرح ادا ہو جاتا ہے کہ سننے والے وجد کرنے لگتے ہیں مثلاً احساس یہ ہے کہ تجلّی توحید کے بعد کائنات ماسوی نظروں سے اوجھل یا غائب ہو جاتی ہے، یہ ہے نظریہ وحدت شہود، اس کی ترجمانی میں دفتر کے دفتر صرف ہو گئے مگر روئے مسمّہ سے پوری طرح نقاب نہ اٹھ سکا۔ اب میر تقی کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیے ؎ وہ آئے بزم میں اتنا تو ہم نے دیکھا میر

پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

طلوع آفتاب کے بعد نہ ستاروں میں روشنی باقی رہتی ہے نہ چراغوں میں، ستارے تو نظروں سے اوجھل ہی ہو جاتے ہیں اور چراغ ناقابلِ التفات۔ تجلّی توحید کے بعد، یہی صورت کائنات کی ہوتی ہے غور فرمائیے اس تمثیلی شعر سے مسئلہ وحدت شہود پر کس قدر روشنی پڑتی ہے۔

۱۳/۲ اس مقالہ کا موضوع بحث جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے، یہ عنوان خودشعوری، تحقیقِ اسرار نفس ہے مگر اس بزم خودشعوری و خود شناسی میں ہر کس و ناکس کو یارا ے لب کشائی کہاں۔ اس لئے اس مقالہ میں ہمارا مقام ترجمانی ہی ترجمانی ہے۔

بقول حضرت جامی رح ؎

ہر انکس کہ نہ اہل ذوق و اسرار بود   گفتن بطریقِ ترجمانی اولیٰ

جو شخص نہ محرمِ اسرار ہو نہ اہل ذوق، اس کو چاہیئے کہ بیانِ حقائق میں ترجمانی ہی پر اکتفا کرے۔

مگر ترجمانی زبان دیگر و غیر نہیں۔ ہمارے نزدیک تمام کتاب کائنات ہستی، لسانِ الٰہی DIVINE LANGUAGE میں تحریر ہے جس کی تعلیم کی ابتدا قدرت نے ہر انسان میں خود شعوری سے کردی ہے مگر شرط یہ ہے کہ انسان خود ہوش ہو خود فراموش نہ ہو۔

اس لئے اس مقالہ میں ہمارا خاص ماخذ صحیفۂ فطرت و کتاب ہستی ہے۔ زمین، و آسمان چاند سورج ہی کیا جو مناظر و مظاہر بھی اس عالم موجودات میں پائے جاتے ہیں، سب کے سب اسی کتاب کے تحتی حواشی ہیں اور جامعیّتِ نفس انسانی یا انسانیّتِ کبریٰ اس کتاب کا اصل متن یعنی کائنات آفرینش تابع مقصود ہے مقصود بالذات نہیں اگر یہ متن ہمارے سامنے نہ ہوتا تو ہم کہاں اور راس کتاب ہستی کا مطالعہ کہاں مگر اس امر کا فیصلہ کہ ہمارا مطالبہ کہاں تک کامیاب ہے قارئین کرام ہی کر سکتے ہیں۔

بہرحال قابل اعتراف یہ حقیقت بھی ہے کہ یہ مقالہ ایک ایسے متعلّم کے احساسات کا مجموعہ ہے جس کا مبلغ علم بجز مسلسل ذوقِ تحقیق کے

اور کچھ نہیں ہے نہ وہ مدعی الہام ہے نہ دعویدار کمالِ فہم ودانائی،
روداد تصنیف کے سلسلہ میں یہ کہنا بھی بالکل خالی از مبالغہ سمجھنا چاہیئے
کہ وقتاً فوقتاً اٹھائیس سال ان مسائل پر کشاکش حیات کے ان لمحات
میں غور کیا ہے اور چند بار . صدہا اوراق سفید وسیاہ کیے ہیں کہ جن میں شاید
کوئی مصلحت اندیش دو چار سطریں بھی ان مسائل پر لکھنا دیوانگی ہی
سمجھتا . مقصود اس گزارش کا خودستائی نہیں تشکر تائید ایزدی ہے کہ
بہرحال یہ شغف جاری رہ سکا اور بالآخر یہ مجموعۂ افکار پریشان منضبط ہو کر
اس صورت سے قارئین کرام کے سامنے پیش کیا جا سکا .

ممکن ہے کہ کچھ ناقدین علم وفن اسے مجذوب کی بڑھ ہی قرار دیں
مگر اہل علم کی جماعت میں کچھ تو ایسی ہستیاں بھی ضرور ہوں گی جو کسی مجذوب
کی بڑ کو بھی محض بے معنی نہیں سمجھتیں اور ان کا معنی آفرین ذوق علمی ٹوٹے
پھوٹے جملوں اور بے ربط عبارتوں سے بھی کوئی معنی پیدا کر لیتا ہے .

؎ بے خودی بے سبب نہیں غالب کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

ہماری علمی دنیا میں ایک طرف تو اتنا قحط الرجال ہے کہ ڈھونڈنے
سے بھی مشکل کوئی ایسی علم دوست ہستی نظر آتی ہے کہ ذوقِ علم وتحقیق
جس کی زندگی کا جزوِ خاص ہو ورنہ زیادہ تر گونجی ہوئی صدائے وقت ہی
کو لبیک کہنے والے ملیں گے . دوسری طرف بے علمی کی دنیا میں علم کی دہ

Marfat.com

ارزانی ہے کہ صدہا علامہ عصر ہیں۔

ع ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہئے

اس فضا میں کسی ایسے مقالہ کی پیشکش جس نقطہ آغاز ہی خود نگاہی و خود شعوری ہو، اگر جنون نہیں تو اور کیا ہے؟ مگر تقاضائے جنونِ غیر اختیاری یہی ہے کہ ہر طعن و طنز سے کان بند کر لیے جائیں اور اپنی دھن میں لگا رہنا چاہیے۔

؎ کار خود کن کارِ بیگانہ مکن بر زمین دیگراں خانہ مکن

(حضرت مولانا جلال الدین رومی رح)

ہمارے نزدیک شخص و شخصیت یا فرد و انفرادیت کا صحیح مفہوم اپنے اندر اناءِ جزوی یا نفس انسانی کی جملہ تفصیلات رکھتا ہے، اس لئے علم و شعورِ ذات کو فلسفۂ شخصیت PHILOSOPHY OF EGO ہی کہہ سکتے ہیں۔ قارئین کرام سے اس نقطۂ نظر کے ماتحت یہ گزارش ہے کہ اس مقالہ سے مقدم مطالعہ ذات ہی کو سمجھیں اس مقالہ کا کام ذوق شعورِ ذات کو ابھارنا ہی ہے کہ یہ موج ابھر ہی کر اپنے سرچشمۂ آغاز و ساحلِ منتہا کا پتہ دیتی ہے بغیر اسکے

؎ خودی تو زندگانی ہی کے لئے ہے قدم پہلا یہ راہی کے لئے ہے

مسلسل جانبِ منزل بڑھے جا طلب عیدِ الٰہی کے لئے ہے

Marfat.com

نہ حقیقتِ حیات وحیات مابعد کا کوئی علم ممکن ہے نہ اس عقیدہ کے خلاف ازالہ شکوک آسان۔

ہمارے نزدیک حصول علم وادراک کا صحیح راستہ یہ ہے کہ ذرائع علم کا غلط استعمال نہ کیا جائے یعنی محسوسات و طبیعات کے علم وادراک کے لئے حواس وعقل، تجربہ ومشاہدہ استقراد قیاس سے پوری طرح کام لیا جائے، یہی علم اشیاء کا صحیح راستہ ہے مگر حقائق ماورائے طبیعات یعنی وجدانیات میں صرف قیاسات فکری سے کام نہ چلے گا نہ اس راستہ میں مشاہدات تجربی شمع منزل ہو سکتے ہیں، یقیناً مسلسل غور وفکر کے ساتھ، وجدان بصیرتِ نفسی سے بھی کام لینا ضروری ہے یہ تو صحیح ہے کہ علم وادراک کا آغاز عمل حواس اور غور فکر ہی سے ہوتا ہے مگر ابتدا ہی کو انتہا سمجھ لینا، علم کی منزل نامتناہی کا انکار ہے۔ جس کو بجز محرومی اور کیا کہا جاسکتا ہے ہم مانتے ہیں کہ عالم محسوسات سے آنکھیں بند کرلینا عین نادانی ہے مگر عالم مابعد محسوسات سے بے خبری تو انتہائے بے بصیرتی ہے کہ عالم محسوسات مبتدا ہے اور عالم مابعد محسوسات اس کی خبر مبتدا ہی کو خبر سمجھ لینا انتہائے بے خبری نہیں تو اور کیا ہے۔ یہی صورت حیات وحیاتِ مابعد کی ہے کہ حیات حال مبتدا ہے اور حیات مابعد اس مبتدا کی خبر پھر مبتدا

ہی کو خبر سمجھ لینا، خبر کا انکار ہی ہے جو عقلاً بھی غلط ہے اور وجداناً بھی باطل۔ یہ ہیں مقالہ ہٰذا کے ترتیب وار ابواب، باب اوّل۔ عالم و مافیہ، باب دوئم، علم و ادراک باب سوئم، مذاہب و حیات مابعد، باب چہارم انسان و انسانیت، باب پنجم، چند اعتراضات باب ششم منصب نبوت میں ہے اور ہر باب کے ماتحت اس کے ضمنی مسائل، یہ ہے خلاصہ زیر نظر کتاب کے مضامین کا۔

۱۴ر جون ۱۹۵۸ء، ضامن نقوی،

Marfat.com

باب اوّل

عالم و مافیہ یعنی کائنات اور جو کچھ اس میں پایا جاتا ہے

ڈوبے ستارے پچھلے پہر سو گیا جہاں
چھیڑی جو دل نے عالم و آدم کی داستاں

۴۔ یہ فضائے نا متناہی میں آباد دنیا جو ہمارے چاروں طرف آباد ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ کون انسان ہے کس کی زبان پر انقلابات و حوادث دنیا کو محسوس کر کے کبھی نہ کبھی یہ جملہ نہ آجاتا ہو کہ دنیا فانی ہے، اگرچہ وہ یہ نہیں بتا سکتا کہ وہ جس کو دنیا سمجھ رہا ہے وہ صرف مظاہر و نقوش کا ایک مجموعہ ہے یا اس کی کوئی اصل اور ہے ظاہر ہے کہ کوئی نقش تو بغیر کسی سطح کے جس پر وہ قائم ہو پایا نہیں جا سکتا پھر نقوشِ کائنات کی سطح کس شے کو سمجھا جا سکتا ہے اور وہ شے حادث ہے یا قدیم، نقوش تو

Marfat.com

پیدا و فنا ہوتے ہی رہتے ہیں" اصل سطح کے متعلق طرح طرح کے سوال پیدا ہوتے ہیں، اگر اس قسم کے جملہ سوالات کا تجزیہ کیا جائے تو صرف یہ ایک بنیادی مسئلہ باقی رہتا ہے کہ آیا مادّے کو اصل کائنات سمجھا جاسکتا ہے اور سمجھا جاسکتا ہے تو مادّے کی اصل کیا ہے، مادّہ اصل کائنات سہی مگر مادّے کی اصل معلوم کرنا بھی تو ضروری ہے کہ وہی شے جو اصل مادہ منحقق یا ثابت ہو وہی بجائے مادّے کے اصلِ کائنات سمجھی جاسکتی ہو یعنی اسی کا ظہور تمام مظاہر کائنات میں ماننا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام مسائل انسان اور اس کے تاثرات یا ذوق علمی کے ساتھ ہیں اگر اس دنیا میں انسان نہ ہوتا تو یہ دنیا سے تاثرات و محسوسات بھی نہ ہوتی یہ منظر دیکھکر خیال یہ ہوتا ہے کہ یہ دنیا آدم میں آباد چلی آتی ہے یا آدم دنیا میں، بہرصورت انسان و کائنات کے ربط باہمی کا معمّا بھی حقیقت کائنات کے سوال میں مضمر ہے اگر یہ سوال حل ہو تو وہ معمّا بھی اس کے ساتھ خود بخود حل ہو جائے مگر یہ مسئلہ اس قدر مشکل ہے کہ غور کرنے والے گھبرا کر کبھی کبھی یہ کہنے لگتے ہیں۔ ؎

لاشے ہیں جہاں شے نہیں ہے ہرچند کہیں کہ ہے نہیں ہے (مرزا غالب)

۵۔ لفظ کائنات کا مفہوم وہ تصورِ کلّی ہے جو اپنی ہمہ گیری میں عالم ممکنات و موجودات کی تمام وسعتیں رکھتا ہے، جو کچھ پایا جاتا ہے اور پایا جاسکتا ہے

Marfat.com

محسوس ہو کہ معقول ہر شے سرِ دامنِ کائنات ہے یہ ستاروں کے عالم یہ کہکشاں کے ناقابل شمار سیارے، یہ فضائے محیط کا نامتناہی سمندر سب کے سب اجزائے کائنات ہی ہیں لیکن کائنات کیا ہے؟

مادیین و طبیعین سابق، کائنات کے بعض مظاہر مثلاً رنگ و بو اور جملہ کیفیات از قبیل حرارت و برودت وغیرہ کو تو عرض و صورت FORM ہی سمجھتے تھے مگر جسم و حجم، وزن و مقدار شکل و صورت اور کسی چیز کے جگہ میں پائے جانے کے لزوم کو مادّے کے وہ صفات مادّی سمجھتے تھے جن کے بغیر مادّہ پایا ہی نہیں جاسکتا۔ مگر محرمِ اسرارِ الٰہیات (اہل بصیرت وجدان) نے ان چیزوں کو بھی ہمیشہ عرض و صورت (FORM) ہی سمجھا، اس لئے ان کی نظر میں تمام کائنات کا مفہوم بجز مجموعۂ اعراض کبھی اور کچھ نہ رہا مادّہ و مادّیت کی کوئی تخصیص نہیں۔

اعراض ان غیر مستقل صور و مظاہر کو کہتے ہیں جو ہر لحظ بدلتے رہتے ہیں اور جن کا خود اپنا کوئی مستقل وجود ہی نہیں ہوتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ تمام اعراض (FORM) اپنی حقیقت مستقلہ کے عارضی و غیر مستقل مظاہر ہوتے ہیں۔ اس طرح معلوم ہوا کہ کائنات نام ہے۔ مجموعۂ اعراض کا لیکن سوال تو یہ ہے کہ یہ مجموعہ اعراض اپنی کس حقیقت کا مظہر ہے؟ اس مجموعہ اعراض کی اصل مادّہ تو ہو نہیں سکتا اس لئے

Marfat.com

کہ جسم و حجم وغیرہ جو لوازم بتائے جاتے ہیں وہ خود اعراض ہیں اور بعض اعراض حامل بعض اعراض ہو نہیں سکتے یعنی تمام اعراض اپنے پائے جانے یا ظہور میں ایک ایسی حقیقت کے محتاج ہوتے ہیں جو مستقل و قائم بالذات ہو مگر مادّہ یا مجموعۂ جسم و حجم جو مجموعۂ اعراض ہیں مستقل اور قائم بالذّات شے نہیں، جسم و حجم، وزن و مقدار خود اپنے غیر مستقل قیام اور پائے جانے میں کسی مستقل حقیقت کے شاہد ہیں۔ وہ قائم بالذّات اور مستقل حقیقت وہ بساطتِ جوہرِ بسیط و واحد ہی ہے جس کے ساتھ تمام مجموعۂ اعراض (عالمِ کائنات) پایا جاتا ہے بالفاظ دیگر ع

عالم تمام مظہرِ اصلِ وحید ہے

آج سائنس جدید بھی مادّے کی تعریف یہ نہیں کرتی ہے کہ مادّہ اس شے کو کہتے ہیں جس کے لوازم ذاتی جسم و حجم وغیرہ ہیں، تحقیق جدید یہ ہے کہ مجموعۂ جسم و حجم (مادّہ) اپنی بساطتِ جوہری میں چند قسم کی شعاعوں کا مجموعہ ہے مگر سوال یہ ہے کہ ان شعاعوں کا حامل کون ہے شعاعیں تو پرتو نور ہی ہو سکتی ہیں کوئی ظلمانی شے تو ان کی حامل ہو نہیں سکتی۔ اس احساس سے ایک ہمہ گیر قوّتِ محض (انرجی) کے تصوّرِ کلّی نے کائنات کی جگہ لے لی یعنی جدید سائنس دانوں کے نزدیک تمام کائنات ایک مستقل ہمہ گیر قوت کے مظاہر گوناگوں کا غیر مستقل مجموعہ ہے۔ لیکن

Marfat.com

اس شرحِ تصورِ کائنات کے بعد یہ سوال باقی رہتا ہے کہ تمام کائنات تو، ایک جسم واحد کی طرح، انتہائی مرتّب و منظّم شے ہے اور ہر ترتیب و تنظیم اس بات کی متقاضی ہے کہ ترتیب و تنظیم کے پیچھے کوئی شعور و فہم ہو یعنی ربط و نظام کسی لایعقل شے کا کام نہیں ہو سکتا مگر کائنات کی اصل واحد میں جس کو اہل سائنس انرجی کہتے ہیں۔ عقل و شعور کوئی وجود مشاہدہ تجربی میں نہیں آیا ہے پھر قوت ہمہ گیر (انرجی) کو اصلِ کائنات کس طرح مانا جا سکتا ہے۔

محرم اسرار کائنات و اِ للہیات کے نزدیک کائنات کی اصل واحد وہ ذی شعور بسا طت ہے جس کو نفسِ کلّی یا انائے کلّی کہتے ہیں اس لئے کہ نفس و اَنا کے تصوّر سے تصوّرِ شعور فہم جدا ہی نہیں کیا جا سکتا۔ برخلاف تصوّرِ قوت محض (انرجی) کے جس میں تصوّرِ شعور و فہم کی کوئی گنجائش نہیں پائی جاتی ممکن ہے اہل سائنس کے مشاہدات ترقی کرتے کرتے کبھی اس مقام شہود تک کبھی پہنچ جائیں جہاں وہ بسا طت کو شعور سے جدا نہ کر سکیں پھر یہی وہ اسرارِ الٰہیات و مشاہداتِ سائنس کے نظریات کا سنگم ہوگا جہاں دونوں دھارے مل کر ایک ہی سمندر کے شاہد ہوں گے اگرچہ آج یہ دونوں دھارے ایک دوسرے سے جدا ہیں مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝ دو دریا آپس میں ملے ہوئے ہیں مگر ان کے

درمیان میں ایک پردہ ہے کہ ایک دوسرے میں شامل و داخل نہیں ہو سکتے (قرآن پاک)، اہلِ سائنس قدیم (طبیعین)، ہوں کے جدید سائنس داں دونوں ہیں اور اہلِ بصیرت وجدان کے درمیان میں حجاب حائل خود اہلِ سائنس کا پردہ مادیت ہی ہے جس کی وجہ سے ان کی نگاہیں اس پردہ سے گزر کر اس حقیقت سے ابھی تک دو چار نہیں ہو سکیں، جس کو اہلِ وجدان الٰہیات بے نقاب پاتے ہیں۔ مگر بعید نہیں کہ مستقبل میں مشاہدات کی ترقی، تصورِ قوت ہمہ گیر دائرجی، کو ایک ذی شعور نفسِ کُلّی کے تصور میں بدل دے، لیکن یہ انکار و اقرار کی بحثیں جن کے ساتھ لطفِ غور و فکر وابستہ ہے پھر کہاں ؎

انھیں کانٹوں کے دم سے تو ہے باقی ذوقِ گلچینی
مزہ کیا ہے اگر سارا چمن بے خار ہو جائے

۶۔ بہر صورت یہی تصورِ کائنات ہماری نظر میں معتبر ہے کہ تمام کائنات اعراض و صُور یا امثال (مظاہر غیر مستقل (FARMS) کا ایک مجموعہ ہے جو اپنے پائے جانے میں ایک مستقل و قائم بالذات حقیقت واحد و ذی شعور بساطت محض کا محتاج ہے، اس حقیقت کی ترجمانی ان الفاظ میں بھی کی جا سکتی ہے کہ تمام کائنات مظہر حقیقت واحد ہے" اسی حقیقتِ واحد کو نفسِ کُلّی کہتے ہیں [1]

---

[1] فلسفۂ نفس میں اس موضوع پر مفصل بحث ہے۔

Marfat.com

حضرت مولانا جامیؒ شارح فصوا الحکیم (مصنفہ حضرت ابن عربیؒ)
فرماتے ہیں:۔

شیخ حضرت ابن عربیؒ در فصِ شعبی میفرمائد، عالم عبارت است از اعراض مجتمعہ در عین واحد کہ حقیقت ہستی است فصِ شعبی میں جو فصوص الحکم کی ایک فصل ہے حضرت شیخ ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ عالم مجموعہ اعراض ہے جو ایک عین واحد میں جو کہ حقیقت ہستی ہے جمع ہوتے ہیں۔

اگرچہ اعراض کائنات کا انحصار ممکن نہیں مگر حواس و عقل و وجدان کے سلسلہ وار و ابسط سے ہم انہیں چند قسموں میں منقسم کر سکتے ہیں[1]۔

---

[1] دیکھو صفحہ ۹۰

Marfat.com

اعراض یعنی مظاہرِ نفسِ کلّ کی سات قسمیں

۱۔ پہلی قسم محسوسات حواس کی وہ ہے جس کے ذیل میں پانچ تحتی قسمیں آتی ہیں یعنی :-

الف ، وہ اعراض جن کا احساس نگاہیں کرتی ہیں جملہ مناظر و مرایا شکل و صورت ، نقش و نگار اور طرح طرح کے رنگ

ب ، وہ اعراض جن کا احساس لمس یعنی چھونے سے ہوتا ہے۔ گرمی سردی ، سختی نرمی ، جسم و حجم وغیرہ

ج ، وہ اعراض جن کا احساس زبان کے ذوق سے ہوتا ہے۔ ہر قسم کے ذائقہ ، کڑوا ، میٹھا ، سیٹھا ، پھیکا ترش نمکین۔

د ، وہ اعراض جن کا احساس سماعت سے ہوتا ہے ، ہر طرح کی آوازیں نغمہ ہوں کہ فریادیں

ہ ، وہ اعراض سونگھنے سے جن کا تعلق ہے ہر طرح کی

Marfat.com

خوشبو، بدبو

ح، چھٹی قسم میں وہ اعراض داخل ہیں جو محسوس بالحواس نہیں مگر عقلاً ان کا وجود عرضی مسلم ہے مثلاً ایتھر اور بعض وہ شعاعیں جو فضا میں موثر پائی جاتی ہیں۔

ط، ساتویں قسم میں وہ اعراض داخل ہیں جو نہ محسوس بالحواس ہیں نہ مدراک بالعقل مگر ناقابل انکار ہیں اگرچہ صرف وجداناً ان کا شعور ہوتا ہے اور وہ انائے انسانی اور اس کے احساسات نفسی ہیں اس تقسیم و تقسیم اعراض سے یہ حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ اعراض کم و کیف کے علاوہ ایک قسم اعراض کے جسم و حجم کی ہر قید سے بری غیر متحیزؔ کسی جگہ کو نہ گھیرنے والی بھی پائی جاتی ہے جسکا مرکز براہِ راست نفس انسانی یا انائے جزوی ہے جو بجائے خود، غیر متحیز و ناقابل تجزیہؔ و انقسام ہے اور یہ کہ اگرچہ ہم اس کو نہ محسوس کر سکتے ہیں نہ عقلاً معلوم مگر پھر بھی ہم اس کا انکار نہیں کر سکتے کہ اس کا انکار خود اپنی ہستی کا انکار ہے جو وجداناً کسی طرح ممکن نہیں۔ ؎

ہر شخص ہے بے دلیل قائم اپنا　　کیا اس سے بڑا ہوگا ثبوت توحید

ہم کو وجداناً جب اپنے نفس یا انائے جزوی کا شعور ہوتا ہے تو یہ شعور بعینہٖ نفس کلی کا شعور ہوتا ہے، اگرچہ متعیّن صورت میں ہوتا ہے اسلئے کہ انائے جزوی یا نفس انسانی، نفسِ کلی یا انائے کلّی ہی کا ایک خاص ظہور ہے

جزوی شعور ہے اس کا اپنا کوئی جداگانہ وجودِ مستقل نہیں ۔ اس طرح وجداناً ہم نفس کلّی کے شاہد عینی ہوتے ہیں اور ان تجربات کے ساتھ :۔

ا۔ نفس انسانی غیر متحیز و ناقابل تجزیہ و انقسام ہے ، اس لئے نفس کلّی مقدم طور پر ان صفات سے متصّف ہے

ب ۔ نفس انسانی ذی شعور ہے ، ہماری خود شعوری محتاج ثبوت نہیں اس لئے نفس کلّی کو جامع شعور ماننا ہوگا

ج ۔ ہمارے تمام اعمال بالقصد میں ترتیب و تنظیم پائی جاتی ہے ، اس لئے نظام عالم کی تنظیم ، نفسِ کلّی ہی کی تدبیر و تصرف کا نتیجہ سمجھی جاسکتی ہے ۔

د ۔ انسان کی حیاتِ خاص یا حیات شاعرہ وذی شعور زندگی کا مرکز انائے جزوی ہے جو خاص مظہر شعور انائے کلّی ہے ، اس کا کوئی دائمی تعلق اعراض کم و کیف سے نہیں اس لئے اعراضِ کم و کیف کی تبدیلی یعنی موت کا اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے ، انائے کلی جب اپنی جگہ ایک قائم بالذّات حقیقت ہے تو بعد تغیر اعراضِ کم و کیف یعنی موت ، انسان کی خاص زندگی یعنی حیاتِ شاعرہ ختم نہیں ہوسکتی اس لئے کہ اس کی وہ اصل باقی رہتی ہے جس کا ظہور اس کی حیات موجودہ یعنی حیات انسانی ہے [1]

---

[1] حیات شخص کے بقا کی مزید تفصیل اپنے مقام پر آگے ہے ۔

Marfat.com

مادّیین اور طبعیین کے مقابل جو صرف مادے کو اصل کائنات سمجھتے ہیں اور حیاتِ انسانی کو عارضی مادّی کیفیت، ازمنہ دیرینہ سے ایک ایسی جماعت بھی رہی ہے جو کائنات کو ایک بساطت غیر جسمانی کے اعراض عام (کم وکیف) کا مظہر اور حیات انسانی کو اعراض خاص یعنی حامل شعور ذات اعراض کا مجموعہ سمجھتی رہی ہے اس جماعت کے افراد کے علم وتحقیق میں، اعراضِ عام کی تبدیلی، اعراض خاص کی تبدیلی کو مستلزم نہیں یعنی بعد مرگ جو دراصل تغیر اعراض عام ہے۔ نفس انسانی۔ جو مجموعۂ اعراض خاص ہے، معدوم فنا نہیں ہو جاتا ہے بلکہ علی حالہ بالفعل سے بالقوت ہو جاتا ہے۔

دیمتھراطیس کو اگر موسسِ نظریۂ مادیّت مان لیا جائے تو غالباً اسی کے لگ بھگ زمانے کی تصنیف مکالمات گیتا ہے اگرچہ صحیح تاریخ تصنیف معلوم کرنے کے لئے کوئی قابل وثوق ذریعہ نہیں ہے ہم اپنے اس خیال کی تائید میں کہ بقائے حقیقت ایک دیرینہ عقیدہ انسانی ہے گیتا کے چند اشلوکوں (اشعار) کا، کا آزاد ومنظوم ترجمہ پیش کرتے ہیں، کرشن، ارجن سے موت وزیست کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں ؎

موت اک انقلاب حالت ہے — اور کچھ ماننا جہالت ہے
ہست کو نیست کر نہیں سکتی — موت سے زیست مر نہیں سکتی
اصل باقی ہے صورتیں فانی — وہم مرگ وجود نادانی

Marfat.com

من نہیں صرف تن بدلتی زندگی پیرہن بدلتی ہے

اس آخری شعر سے قائلین تناسخ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ انسان مرنے کے بعد، اسی دنیائے آب وگل میں پھر سے پیدا ہوتا ہے اور دائماً پیدا ونہاں ہوتا رہے گا، وہ اسی کو آواگون کہتے ہیں۔ یہ عقیدہ کہاں تک عقلاً اور وجداناً قابل قبول ہے؟ ہم نے اس سوال پر پورا تبصرہ اس مقالہ میں کیا ہے گیتا[1] کے علاوہ مکالمات سقراط (فائیڈوں) میں بھی بقائے روح کے اشارات ملتے ہیں وہ بھی اس امر کا قائل معلوم ہوتا ہے کہ اس زندگی کے بعد کوئی اگلی زندگی بھی ہے، افلاطون بھی ایک غیر مادی حقیقت کا معترف ہے گوتم بدھ نے [2] بھی نشہ قوم نتائج اعمال کا تعلق ایک حقیقت غیر فانی سے بتایا ہے اس کو روح انسانی کہئے یا حقیقت وجود انسانی اور تمام پیغمبران توحید نے تو بالاتفاق و بالخصوص حقیقت مطلق (ذات باری تعالیٰ)

---

[1] من نفس انسانی۔ تاریخ تحقیق اس سوال کے جواب میں خاموش ہے وہ عالم گیر جنگ جس کا منظر مہابھارت کی نظم پیش کرتی ہے کبھی واقع بھی ہوتی تھی یا نہیں اور واقع ہوئی تھی تو کب؟ اس تحقیق کے بغیر مہابھارت کی حیثیت شاہنامہ فردوسی کی سی رہتی ہے، اس لئے ڈرامہ کے افراد کے متعلق بھی کسی تحقیق کا سوال پیدا نہیں ہوتا ہے بہرحال نظم مہابھارت کو ڈرامہ ہی کیوں نہ مان لیا اس کے جز مخصوص مکالمات گیتا کو تو بہر صورت فکر بلند کا ترجمان ماننا ہوگا۔ اور ہمیں بحث مہابھارت سے نہیں گیتا سے ہے

اطلبوا العلم ولو کان بالصین تلاش علم کرو اگرچہ چین ہی میں کیوں نہ ہو۔

ہی کو قدیم و باقی بتایا ہے اور خدا کے سوا ہر شے کو حادث و فانی۔ اس میں مادّہ اور مادیت کی کوئی تخصیص نہیں حیات خدا ہی کو ذاتی صفت ہے کہ خدا ہی حیّ القیوم ہے۔ تمام اہل ثنویت بھی مادّے کے قدم کے ساتھ روح کو بھی قدیم مانتے آئے ہیں۔

۹۔ بہر حال اس حقیقت سے شواہد تاریخی کے پیش نظر، انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بقائے روح کا مسئلہ بھی قدم مادّہ کے تخیل سے کم پرانا نہیں ہے کہنا چاہئے کہ جب سے انسان نے ہوش سنبھالا ہے جبھی سے دونوں طرح کے تصوّر اس کے ذہن میں یکے بعد دیگرے آتے رہے مگر تعجب تو عقیدۂ ثنویت کے قائلوں کی ذہنیت پر ہوتا ہے کہ اجتماعِ نقیضین کے قائل ہیں مادّے کو جسمانی مانتے ہیں اور روح کو غیر جسمانی، مادّہ قابل انقسام، روح نا قابلِ انقسام، مادّہ متحیّز، روح غیر متحیّز یعنی مادّہ کوئی نہ کوئی جگہ گھیرتا ہے مگر روح

ے کپل وستو اس شہر کا نام ہے جس میں گوتم بدھ کا قیام تھا کپل وستو کے معنی ہیں کپل کی بستی اکپل کی قیام گاہ کا شہر کپل سنسکرت میں اس شخص کو کہتے ہیں جو بہت بلند روحانیت رکھتا ہو در اصل کپل ایک خطاب ہے جو اعلیٰ روحانیت رکھنے والوں کے لئے مخصوص ہے بعض محققینِ تاریخ ماضی کا خیال ہے کہ کفل عربی میں کپل ہی سے معرّب ہے اور ذوالکفل نبی سے مراد کپل گوتم بدھ ہی ہیں واللہ اعلم۔

Marfat.com

کوئی بھی جگہ نہیں گھیرتی ہے، مادہ کسی نہ کسی صورت ہی پایا جاتا ہے مگر روح کوئی بھی صورت نہیں، غرض کہ روح، مادیت کی نفی کلی ہے اور مادّہ روح کی یعنی کلیتاً ایک دوسرے کے نقیضین ہیں، بایں ہمہ وہ یہ مانتے ہیں کہ کائنات وحیات روح اور مادے کے متحدہ عمل کا نتیجہ ہے مگر اجتماع نقیضین تو محال ہے پھر یہ کس طرح مانا جا سکتا ہے کہ دو نقیض آپس میں مل کر کسی واحد سلسلۂ علّت و معلول کی بنا ہو سکتے ہیں علّت و معلول، موثر و متاثر میں کوئی مناسبت باہمی تو بہرحال لازمی ہے مگر یہاں کسی مناسبت کا امکان ہی نہیں کہ ہر دو جو میں ایک دوسرے کے برعکس افعال و خواص رکھتے ہیں۔ مادّے کی خصوصیت کچھ اور بتائی جاتی ہے روح کی کچھ اور ظاہر ہے کہ نظریہ ثنویت سے مسئلہ ہستی حل نہ ہو سکا اور مادّیت بھی اس مسئلہ کے حل میں تا حال ناکامیاب ہے شعور و انائے انسانی کی حقیقت کیا ہے؟ نہ مادیین کے مشاہداتِ تجربی اس سوال کا کوئی قابل اطمینان جواب دے سکتے ہیں نہ ان کی منطق استقرائی[1] سوفسطائیت، محض غور و فکر سے گریز ہے ورنہ سوفسطائی تمام کائنات کو خیالی نہ سمجھتے۔

یہ ہے چند فلسفیانہ نظریات کی ناکامیابی کا نہایت اجمالی خاکہ ورنہ اختلافات نظری کی تفصیل تو اس قدر طویل ہے کہ جس کے لئے ایک دفتر درکار ہے

---

[1] منطق کی دو قسمیں ہیں منطق قیاسی اور منطق استقرائی تفصیلات کا یہ محل نہیں ہے۔

Marfat.com

فلسفہ قدیم و جدید کی تاریخ مختصر نہیں پڑھے ہی جائے مگر ع

کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

مگر جن ارباب فکر و نظر نے استقرار و قیاس کے ساتھ وجدان سے بھی کام لیا ان کے مشاہدات میں کوئی بھی اختلاف نہیں جو شخص اپنا بے دلیل قیاسی دعویٰ قائل ہو وہ اپنی حقیقت باقی کا کیوں نہ بے دلیل و حجت معترف کامل ہو حجت و حجت کی ضرورت ہی نہیں ؎

خار مانگے اگر ثبوت بہار مسکرانا کلی کا کافی ہے

ہر جزو اپنے کل ہی کے ذیل میں پایا جاتا ہے، یہ کلیہ استقرائی ہے قیاسی نہیں اور اس استقرائے کامل کا دستور تجربات و مشاہدات ہی کا حصہ نہیں، وجدان بھی اس استقرائے کامل کا مؤید ہے۔ انائے جزوی، انائے کلی کی ایک موج ہے اور انائے کلی حقیقت مطلق کا انعکاس حقیقت مطلق کے تصور کے ذیل میں نہ کائنات کوئی معمار ہستی ہے نہ حیات ایک ہی سرچشمہ نور ہے جس کی ایک شعاع کی تفصیل کائنات ہے اور دوسری کا حاصل حیات مسلسل۔

Marfat.com

محرّک و متحرّک

۱۰۔ تمام کائنات اور اس کے ذرّے ذرّے کا متحرّک ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جو کسی ثبوت کی محتاج نہیں تمام دنیا کے سامنے تغیرات و انقلاباتِ مسلسل اور حوادث شب و روز ہیں ع

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانہ میں

بلاشبہ تمام عالم علّت و معلول موثّر و متاثّر، محرّک و متحرّک کا ایک سلسلہ تو ہے، لیکن کسی درمیانی محرّک کو محرّک اولیٰ نہیں سمجھا جا سکتا، اسی طرح جس طرح کسی متحرّک مشین کا ہر پرزہ اگرچہ دوسرے پرزے کو حرکت دیتا ہے مگر اس کو محرّک اولیٰ نہیں کہتے ہیں محرّک اولیٰ قوتِ ذی عقل فہم ہی کو کہتے ہیں، اہل فہم پاتے ہیں کہ بغیر تحریک عقل و فہم کوئی متحرّک مشین اپنے صنعتی مقصد کے لئے استعمال نہیں ہو سکتی ہے اس لئے یہاں سوال یہ ہے کہ کائنات تو ضرور متحرّک ہی مگر محرّک کون ہے؟ مادّہ تو جس کو

غرضہ دراز تک مادّیین محرّک کائنات سمجھتے رہے ہیں عند التجربہ و تحقیق بعض اعراض غیر مستقل (جسم و حجم) کا ایک مجموعہ ہی ثابت ہوا اس لیے اس احتمال کی تو اب کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہی کہ ممکن ہے کہ مادّہ ہی محرّک جزو و کل ہو، پھر محرّک کون ہے؟

۱۱۔ اگر ہم نفسِ کلّی کو محرّک عالم سمجھتے ہیں تو متحرّک کو غیر نفس ماننا ہوگا اس لیے کہ محرّک و متحرّک یا علّت و معلول ایک تو ہو نہیں سکتے مگر اس مقالہ کے مقدمہ میں (بصراحت اقسام اعراض) ہم یہ معلوم کر چکے ہیں کہ تمام عالم مجموعۂ اعراض و مظاہر نفس ہے اس لیے اصل و مظاہر کا فرق سمجھ لینے کے بعد، محرّک و متحرّک کا امتیاز دشوار نہیں رہتا ہے۔ مثلاً یوں سمجھئے کہ قوتِ برق اور برق کی نمایاں لہریں ایک شے نہیں ہوتی ہیں، ذہن اور ذہنی صورتیں ایک شے نہیں ہیں، امواج و دریا میں جو نسبت ہے وہی اصل و مظاہر میں ہے۔

نفس اپنے اعراض میں متصرف ہے، اعراض متحرک ہیں، نفس محرّک، ہر عرض نفسِ ایک اعتبار سے علّت ہے اور دوسرے اعتبار سے معلول مگر یہ علّت و معلول کا سلسلہ غیر متناہی نہیں کہ عالم ممکنات میں علّتِ تام و محرک اولیٰ نفسِ کلّی ہے مگر یہاں ممکن و واجب کا فرق سمجھنا بھی ضروری ہے کہ نفس کو محرّک اولیٰ و علّت تام سمجھنے کے معنی

Marfat.com

یہ نہیں ہیں کہ ہم اسے واجب الوجود (خدا) سمجھ لیں۔ ممکن، ممکن ہے، واجب، واجب، خدا واجب بالذّات، واجب الوجود ہے یہ تابع واجب ممکن الوجود، وہ قدیم ہے۔ یہ حادث کہ دو قدیم بالذّات مگر ایک تابع اور ایک متبوع ہو یہ محال ہے یعنی مقرِ توحید ہونے کے بعد بجز خدا کے کسی دوسری شے کو قدیم نہیں سمجھا جا سکتا اگر دو خدا ہوتے تو نظام عالم برہم ہو جاتا۔ کسی نظامِ واحد کی دو علّتِ تام ممکن ہی نہیں۔ اس لئے نفس کلّی بھی ایک اضافی علّت تام ہے، حقیقی نہیں یہ ہے عقیدۂ توحید

۱۲- ہاں تو ہم کہہ یہ رہے تھے کہ نفس کلّی محرّک ہے اور اعراض نفس کلّی متحرّک۔ اس صراحتِ اصل و مظاہر کے بعد علّت و معلول یا محرّک و متحرّک کو ایک نہیں سمجھا جا سکتا۔ ابھی تک اہل سائنس کی نظر سے مادّے کے جسم و حجم کا تصوّر پورے طور پر گیا نہیں ہے باوجود اس امر کے کہ وہ احسام کی ماہیّت ایک ہمہ گیر قوّت (انرجی) سمجھتے ہیں مگر اس کے ساتھ ان کی عقل یہ امر قبول نہیں کرتی کہ ایک غیر جسمانی و غیر متحیّز بساطتِ محض کیوں کر جسم و حجم کی صورتیں اختیار کر سکتی ہے یعنی غیر جسمانیّت سے جسمانیت کس طرح پیدا ہو سکتی حالانکہ یہ مشاہدہ ان کے سامنے ہے کہ اجسام کی تحلیل بالآخر چند شعاعوں پر مبنی ہوتی ہے اور وہ شعاعیں تنہا نہیں پائی جاتی ہیں ان کی حامل کوئی ایسی ہی شے ہو سکتی ہے جو ان

Marfat.com

شعاعوں سے بھی زیادہ بسیط و لطیف ہو اسی کا انعکاس یہ شعاعیں ہو سکتی ہیں، چاہیے تو آپ اس حقیقتِ منعکس کو ایسا نورِ محض کہہ لیجئے جو سمت وجہت و کم و کیف کے تمام تعینات سے ماوریٰ ہو یا ایک ایسی حقیقتِ مبہم کہہ لیجئے کہ اس تک مشاہدات تجربی کی رسائی نہیں ہے بہرحال جب احسام کی تحلیل، اس انتہائے لطافت تک پہنچتی ہے کہ جس کی عقل و حواس کی دنیا میں کوئی مثال نہیں ملتی تو اس کے بتدریج استحالہ سے بتدریج جسمانیّت کا ظہور کیوں محال سمجھ لیا جائے۔ ممکن ہے کہ اس کا مظہرِ اوّلیں ایک ایسی لطافت ہو جس میں جسمانیّت کا کوئی شائبہ ہو مثلاً ایتھر (اثیر) پھر اثیر کے بعد اس کا دوسرا مظہر جو احسام کی بنائے ثانوی ہیں ذراتِ لایتجزی[1] جواہر فرد یا ایٹم ہوں اور ایٹم کی ترکیب سے عناصر کا آغاز ہوا ہو اور عناصر کے امتزاج سے اجسام مرکّبہ یعنی موالید پیدا ہوئے ہوں اس طرح لطافت نے رفتہ رفتہ کثافت اختیار کی ہو ع

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی

مگر یہ اور اس قسم کے تمام خیالات غیر تجربی ہیں اور سائنس کی بنیاد تجربات پر ہے۔ جب تک اہل سائنس خود شعاعوں کی ترکیب سے اجسام

---

[1] جواہر فرد یا ایٹم کے تجزیہ نے اجزائے لایتجزی کے تصوّر کو غلط ثابت کر دیا ہر ذرّہ و مسالمہ قابلِ تجزیہ و انقسام ہے۔

پیدا ہوتے نہ دیکھ لیں گے کبھی یہ نہیں مان سکتے کہ کائنات کی اصل ایک ایسی بساطت ہے جو مطلقاً غیر جسمانی ہے اس لئے وہ ہنوز کائنات کی اصل ایک ایسی شے کو سمجھتے ہیں جس کو وہ نہ جسمانی کہہ سکتے ہیں نہ غیر جسمانی حالانکہ جہاں اجتماعِ نقیض محال ہے وہاں ارتفاعِ نقیضین بھی محال ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شے نہ جسمانی ہو نہ غیر جسمانی۔

۱۳- بالفرض اگر اہل سائنس انرجی کو غیر جسمانی بھی مان لیں تو بھی مسئلہ نظامِ کائنات حل نہیں کر سکتے اس لئے کہ انرجی میں کسی شعور کا وجود عند التجربہ معتبر نہیں اور کائنات کا نظام شاید ہی کہ اس کی ترتیب و تنظیم انتہائی حکمت اور دانائی پر مبنّی ہے۔ یہ دشواریاں مسئلہ نظام کائنات اور اصل کائنات کے حل کرنے میں سائنس کے نقطۂ نظر سے ہیں مگر اس کے خلاف اہلِ وجدان کا طریقہ مشاہدہ بالکل آسان ہے۔ ہر انسان اگر خود سے بیگانگی یا خود فراموشی اس کی زندگی نہو اپنی شخصی حقیقت یعنی اپنے نفس کا شاہد ہے، انسانی کی اَنائے جزوی، انائے کلّی کا ایک مخصوص ذی شعور ظہور ہے، اس لئے انائے کلّی کو ذی شعور نہ سمجھنے کے کوئی معنی ہی نہیں ہیں اور انسان کی اَنائے جزوی ایک ناقابلِ انقسام تجزیہ، غیر متحیّز و غیر جسمانی حقیقت ہے اس لئے اَنائے جزوی کی اس بساطت کو اَنا کلّی ہی کی بساطت اہل وجدان

Marfat.com

وبصیرت پاتے ہیں اس طرح انائے کلیؔ کا وجدان کلیؔ جب پیش نظر ہو تو مسئلہ اصل کائنات و نظام کائنات کے حل کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی جو اصلِ حیات ہے وہی اصل کائنات ہے جیسا کہ ہم وجداناً محسوس کرتے ہیں۔ اور ہر شخص یہی محسوس کرے گا بشرطیکہ اپنے وجدان کو اسیرِ مغالطات عقل و حواس نہونے دے۔

۱۴- یہ قرین قیاس ہے کہ جب جسمانیت کی تحلیل بساطت غیر متغیر تک پہنچ جاتی ہے تو بساطتِ محض کا اعراضِ کم و کیف یعنی مظاہر جسم و حجم میں تحویل یا رفتہ رفتہ منتقل ہو جانا مستبعد ہے نہ محال، وہ بساطت ہی ہے جو جملہ مظاہر کم و کیف کی اصل ہے یعنی اپنی تجرید میں مجرد عن المادہ ہے یعنی جسم و جسمانیت کے ہر تعیّن عارضی سے بری ہے اور عالم تکثر میں تمام اعراض کم و کیف کی اصل ہے۔ بہر صورت صرف وجدان ہی نہیں مشاہدات تجربی بھی اس حقیقت کے پر شاہد ہیں کہ جسم و جسمانیت کا کوئی مستقل وجود نہیں ہے اس لئے بجائے کسی مجموعۂ اعراضِ غیر مستقل کے کسی قائم بالذات شے ہی کو اصل کائنات سمجھا جا سکتا ہے اور اس شے کا ذی شعور ہونا بھی ضروری اس لئے ہے کہ کوئی نظام بغیر شعور معرض وجود میں نہیں آسکتا۔ اس لئے ہم عقلاً و وجداناً متصرّف و مدبّر کائنات و حیات بجائے مجموعۂ اعراض، مادۂ لایعقل کے، ذی شعور نفس کلیؔ ہی کو سمجھتے ہیں۔

نفسِ کلّی و نفسِ انسانی یا انائے کلّی و جزوی

۱۵۔ اگرچہ اس عنوان کی صراحت تفصیلاتِ ماسبق میں ایک حد تک آچکی ہے لیکن یہ مسئلہ ہنوز تشنۂ تحقیق ہے کہ نفسِ انسانی کے شعورِ ذاتی کی ماہیت کیا ہے اور نفس و شعور میں باہمی تعلق کیا ہے، آیا ہم نفسِ انسانی کا شعور سے جدا تصوّر کر سکتے ہیں اور اگر نہیں کر سکتے ہیں تو کیوں؟ تجرّباتِ نفسی شاہد ہیں کہ جب ہم خود شناسی یا اپنے نفس کی حقیقت پہچاننے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو خود ہمارا نفس ہی اپنی طرف متوجہ ہوتا ہے اور شعور نفس ہی شعور نفس کا واسطہ ہوتا ہے، اس وقت بجز ایک غیر متعیّن مرکزِ شعور کے اپنی یا اپنے نفس کی حقیقت اور کچھ نہیں پاتے یا الفاظ دیگر ہم نفس شعور کا جدا جدا تصور کر ہی نہیں سکتے ہیں اس توجّہ میں شعور و نفس دونوں شامل ہوتے ہیں مگر اس امر پر تو غور کر سکتے ہیں کہ آیا شعور نفس بھی ایک قسم کی تاثیر ہے جو موثّرات داخلی کے اثر سے

اعصاب جس میں پیدا ہو جاتا ہے جس کو ہم شعور احساس ذات کہتے ہیں آگ کو گرم اور برف کو سرد محسوس کرنا. اعصاب احساس ہی کا آگ اور برف کے اثر سے متاثر ہونا ہی ہے، یہی تاثر احساس ہے تو کیا اعصاب کی کوئی قسم ایسی بھی ہے جو بغیر کسی موثر خارجی کے اثر کے. خود بخود ایک ایسے دائمی تاثر سے متاثر رہتی ہے جس کو ہم شعور ذات و نفس کہتے ہیں؟

جملہ احساسات کے متعلق یہ تجرباتی حقیقت ہے کہ کوئی حس بھی جو ایک انفعالی کیفیت ہوتا ہے بغیر کسی موثر کے پیدا نہیں ہوتا، حواس کچھ بھی محسوس نہیں کر سکتے اگر موثرات خارجی کا کوئی اثر قبول نہ کریں. آپ جسم کو کسی دوا کے اثر سے پورا سن کر دیجئے پھر نہ کسی نشتر کے لگنے سے کوئی تکلیف ہو گی نہ گرمی و سردی سختی و نرمی کا پتا چلے گا یہی صورت دوسرے حالِ احساسات سامعہ، باصرہ، شامّہ و ذائقہ کی ہے احساس انہیں چیزوں کا ہوتا ہے جو حواس پر اثر انداز ہوتی ہیں. اگر ہم شعور نفس کو ایک احساس خاص ہی مان لیں تو سوال یہ ہوتا ہے اس قسم کا احساس اعصاب احساس میں کس موثر کے اثر سے پیدا ہو گیا ہے؟ اگر نفس کے اثر سے پیدا ہو گیا ہے تو نفس کو بذاتِ شعور سے خالی ماننا ہو گا کہ ایسی صورت میں شعور کو ایک ثانوی کیفیتِ عصبی قرار دیا جا سکتا ہے نہ کہ جزوِ نفسِ انسانی مگر ایک ایسی شے کے اثر سے جو شعور نہ رکھتی ہو شعور خلافِ نظامِ فطرت پیدا کیونکر ہو گیا؟

Marfat.com

حالانکہ محسوساتِ حواس جس قدر بھی ہیں ان میں اور حواس میں ایک اصولی مناسبت پائی جاتی ہے۔ فعلِ موثّرات اور انفعالِ حواس سے جو نیسرا نتیجہ برآمد ہوتا ہے اسی کو احساس کہتے ہیں اور وہ کبھی خلاف نظام علّت و معلول نہیں ہوتا ہے۔ پاؤں اگر چنگاری پر پڑ جائے تو جلن اور گرمی ہی محسوس ہوتی ہے سردی نہیں اسی پر دوسرے محسوسات کو قیاس کیجئے اس اصول علّت و معلول کے پیشِ نظر یہ قابلِ تسلیم نہیں ہے کہ نفس انسانی کے اثر سے اعصابِ احساس میں وہ کیفیت پیدا ہوگی، جس کو شعورِ ذاتی کہتے ہیں اگرچہ اس میں شک نہیں کہ نظام احساس جس کا دماغ سے تعلّق ہے شعورِ ذات کا ایک لازمی جزو ہے مگر تابع کی حیثیت سے ہے متبوع کی حیثیت سے نہیں ہے انسان دماغ سے کام لیتا ہے، دماغ انسان سے کام نہیں لیتا ہے یعنی ہم سوچنے سمجھنے کے لئے بالارادہ دماغ سے کام لیتے ہیں، دماغ خود بخود کسی امر پر غور نہیں کرتا ہے، نفسِ انسانی کا تقدم، دماغ پر روزمرہ کے مشاہدات میں داخل ہے۔

اصل یہ ہے کہ نفسِ کلّی ذی شعور مدبّر و متصرّف کائنات ہے اور شعور اس کی ذاتی جوہریت و صفت ہے اور نفس انسانی اس کی ذات و صفات کا ایک ظہور متبیّن ہے اس لئے اس میں تدبیر و تصرّف کے ساتھ شعورِ ذات کا بھی وصف پایا جاتا ہے ؎ حکمت و علم جوہرِ تنظیم نفس انساں کے ہیں صفاتِ عظیم

Marfat.com

حیات و حیاتِ انسانی

۱۶۔ فلسفہ قدیم میں انسان کی منطقی تعریف، حیوانِ ناطق ہے یعنی ایسا حیوان جس کی صفتِ خصوصی ادراک جزئیات و کلیّات ہے اور حیوان کی تعریف، حسّاس و متحرّک بالارادہ ہے یعنی حیات ایک قوّتِ احساس و حرکت ارادی ہے جس شے میں بھی احساس و حرکتِ ارادی نہ پائے جائے اس کو مردہ سمجھنا چاہیے۔ اگر زندگی کی یہ تعریف صحیح مان لی جائے تو عالمِ موجودات کے بہت بڑے حصّہ کو مردہ سمجھنا ہوگا بجز حیوانات کے ہر شے بے جان ہے اس لئے کہ وہ حسّاس و متحرّک بالارادہ نہیں ہے۔ اگرچہ ہر شے متحرّک ہے۔

ہمارے نزدیک زندگی کی یہ تعریف بالکل ناقص ہے جب کائنات کی ہر شے محلِّ تحریک نفس اور متحرک ہے تو اس کو بے جان و مردہ کس طرح سمجھا جا سکتا ہے۔ حرکت تو زندگی کی علامتِ لازمی ہے، جہاں حرکت

Marfat.com

نہیں وہاں زندگی نہیں، اس لئے کائنات کی ہر شے جو متحرک ہے زندہ ہے جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں، کائنات تو متحرک ہونے میں تابع تحریکِ نفس ہے، اس لئے اصلِ حیات تو حرکتِ نفس (نفس کلی) ہی ہے، ان معنوں میں تمام کائنات ایک زندہ جسم واحد ہے، جس کا ہر ذرہ اور ہر جز وجو متحرک ہے زندہ ہے۔ حساس متحرک بالارادہ ہونا ہر نوع موجودات کے لئے شرطِ حیات نہیں، اس لئے کہ ہر نوعِ کائنات کی حرکت یا عملِ نفس اس کے نظام کے مطابق ہے۔ سیاروں میں جذب و کشش، آفتاب میں شعلہ فشانی و گرمی و روشنی، عناصر میں استداد و ارتقاء ہے غرض کہ جو عمل جس شے کا ہے علامتِ حیات ہی ہے۔ جب تک عالم کا ہر ذرہ مطابق فطرت مصروف کار ہے جب تک یہ کائنات محلِ حوادث و تغیرات ہر لحظہ ہے موت کا اس میں کہیں گزر نہیں ہے۔ تغیرات و انقلابات سب زندگی کے کھلے ہوئے نشانات ہیں

١٧۔ نفسِ کلی سے ظہور اعراض کی ابتداء ہی عمل حیات کی ابتداء ہے مگر یہ ابتدا کب ہوئی، زمانے اور وقت کے تصورات کا اس مسئلہ میں دخل نہیں، انواع کائنات، شاہد ہیں کہ مظاہر کی رفتہ رفتہ ترقی کے ساتھ انواعِ کثیر ہیں، افعالِ نفس متنوع (نوع بہ نوع) ہوتے گئے اور وہ سب کے سب زندگی کے مختلف امتیازی مدارج تھے۔ جواہر فرد سے، عناصر کا اور عناصر سے ثوابت و سیارہ کا ہیولی مرکب ہوا۔ پھر زمین پر موالید کی داغ بیل

پڑی حیوانات میں احساس وحرکت ارادی اور انسان میں احساس وحرکتِ ارادی کے ساتھ استعدادِ ادراک جزئیات وکلیات نمایاں امتیازات ہیں حیات اور اعمال نفس کلّی کے۔ معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر شے زندہ تو ہے مگر ہر شے کی زندگی یکساں نہیں ہے

انسان کی زندگی، زندگی کے ارتقا کا وہ درجہ ہے کہ جس کے بعد والا ارتقائی درجہ، حواس وعقل کی نگاہوں سے ماوراء ہے۔ انسان میں زندگی کے تمام درجاتِ ماقبل کا خلاصہ سمٹ کر آگیا ہے۔ جمادات کی طرح انسان جسم بھی رکھتا ہے، نباتات کی طرح، اس جسم میں نمو، نشوونما بھی ہے، حیوانات کی طرح احساس حرکت ارادی بھی اور پھر اپنے مخصوص امتیاز کے اعتبار سے انسان صاحبِ علم ادراک بھی ہے متصفِ صفاتِ انسانیت (مکارمِ اخلاق واعمال) بھی اور مشرف بہ وجدان وبصیرت بھی۔ اسی نشو وارتقا کے متعلق حضرت مولانا جلال الدین رومی اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں ؎

آمدہ اوّل بہ اقلیم جماد — از جمادے در نباتے او فتاد
از نباتے چوں بہ حیوان افتاد — نائیدش حال نباتے ہیچ یاد
ہم چنیں اقلیم در اقلیم رفت — تا شد اکنوں عاقل ودانا زفت

یعنی اوّل اقلیم جمادات میں آیا (اقلیم جمادات سے مراد تمام انواع

جمادات درجہ بدرجہ ہیں، اور پھر عالم جمادات سے شاہراہ عالم رنگ بو یعنی چمنستان نشوو نما میں قدم رکھا اس کے بعد اس عالم احساس میں پہنچا جہاں مجھے پچھلی منزلوں کا کچھ حال یاد نہیں آیا اسی طرح، زندگی کی بے شمار ارتقائی منزلیں طے کرتا ہوا، اس مقام تک پہنچا جہاں میرا امتیاز علم وادراک و بصیرت دانسانیت ہے۔

ایک بڑی دشواری اس ارتقائے حیات کو صحیح تسلیم کرنے میں یہ ہے کہ تجربات ومشاہدات کے واسطہ سے یہ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ ایک غیر جسمانی وغیر منجبر بساطتِ محض، عالم جسم وجسمانیت یا مظاہر کم وکیف میں کیونکر منتقل ہوگی جیسا کہ ہم پہلے بھی یہ سوال اٹھا چکے ہیں مگر یہ راز مشاہدات وتجربات کے ذریعہ سے تو جب سمجھ میں آسکتا ہے کہ تحلیل وترکیب کیمیاوی کی صورتیں یکساں طور پر کامیاب ہوں، اگر ہم تحلیل کے ذریعہ سے جسمانیات کی اصل انرجی پالیتے ہیں تو ترکیب کے ذریعہ سے انرجی کو جسمانیات میں بتدریج منتقل بھی کر سکیں مگر ہنوز اہلِ سائنس کی سعئ ترکیب کیمیاوی اس منزل ترکیب سے بہت دور ہے البتہ وجداناً یہ امر متیقّن ہے کہ ایک بساطت ولطافتِ محض کے اعراض ومظاہر کا مجموعہ ہی تمام عالمِ کم وکیف ہے تمام اجسام کے مخصوص امتیازات صلابت وزن وحجم ہیں مگر ان اعراض کی ماہیت پر بنائے حواس یہ ہے کہ موثراتِ خارجی اور تاثرِ

حواس یعنی موثرات کے فعل اور متاثرات کے انفعال سے جو ایک تیسری کیفیت اعصاب احساس میں پیدا ہوتی ہے وہی صلابت وزن وحجم کا تصوّر ذہن انسانی میں پیدا کرتی ہے ورنہ ان چیزوں کا کوئی جداگانہ وجود نہیں ہے البتہ ان منظّم محرّکاتِ نفس کا وجود ضرور ہے جو یہ احساسات وتصوّرات ذہن انسانی میں ایک مقرّرہ نظام کے ساتھ پیدا کرتے رہتے ہیں۔

۱۹-۱ اس اعتبار سے جسم وجسمانیّت کی وہ تمام بحثیں ختم ہو جاتی ہیں جن کے پیش نظر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ بساطت محض کس طرح، غیر بساطت میں تحویل ومنتقل ہو گی۔ اس صراحت کے بعد ہم پھر اسی مقام پر آجاتے ہیں کہ اصلِ حیاتِ کائنات، اعمال نفسِ کلّی کا مجموعہ ہے اور چونکہ نفس مدبّر عالم کے اعمال کا حصر ممکن نہیں اس لئے وسعت انواع حیات کا بھی احاطہ نہیں کیا جا سکتا ہر ذرہ میں شان حیات جدا ہے اور اسی کے نظام حیات کے مطابق ہے مگر مدارج انواعِ کائنات پر جو ہمارے چاروں طرف ہیں، سلسلہ وار نظر ڈالنے سے ارتقائے مسلسل و نامتناہی متیقن معلوم ہوتا ہے۔ جو شعور انسان میں اس کی خود شعوری کا سبب ہے اس کا آغاز بھی وہیں سے ہے جہاں سے آفرینش کی ابتدا ہے یا جہاں سے شجر کائنات کی کونپل پھوٹی ہے جس طرح ایک

Marfat.com

پھول، شاخ و برگ کے سینے میں مدتوں مخفی رہ کر بعد تکمیل نشوونمائے شجر آخر میں برآمد ہوتا ہے، اسی طرح یہ خود شعوری جو گو ہر سینۂ فطرت تھی، تمام کائنات کے تدریجی نشوونما کے بعد انسان کے حصہ میں آئی تاثیر وتاثر، فعل و انفعال کی زندگی، جو اہر فرد، ذرّات صغار عناصر و عنصریات میں عام تھی جو ترقی کر کے، نباتات، حیوانات میں[1] احساس کی بنیاد ہوگی اور احساس کی یہ ابتدا ترقی مزید کر کے انسان میں علم و ادراک کا واسطہ ہو گئی، یہی صورت وجدان کی ہے وجدان بغیر غور و فکر کسی حقیقت کا ادراک ہے۔ شہد کی مکھیوں کو دیکھیے کہ کس قدر موزونیت سے اپنا چھتا بناتی ہیں اور بیا (ایک بہت چھوٹی چڑیا) کتنی حکمت و دانائی سے اپنا گھونسلا بناتی ہے، پرندوں میں یہ دانائی یا کسی دوسری نوعِ حیوانی میں یہ شانِ فہم، در اصل ان کا فطری وجدان ہی ہے انسان میں یہ استعدادِ وجدان ترقی کر کے شاہدِ حقائقِ الٰہیہ ہے کیا شعورِ ذات، وجدانِ حقیقتِ ہستی نہیں ؟

یہ ارتقائے عملِ نفس یا زندگی کی درجہ بدرجہ ترقیوں کا ایک

---

[1] کلیوں کے مسکرانے میں شاعرانہ رنگ آمیزی نہیں ہے، پھولوں کی پتیوں پر نغموں کا اثر مشاہدے میں آ چکا ہے کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا ہے کہ نباتات بھی ایک حد تک ذی حس ہوتے ہیں

انتہائی اجمالی تصور ہے اگر اس اجمال کی تفصیل مطلوب ہو تو فضائے آفرینش کے ناتمناہی سمندر میں جو چاروں طرف محیط ہے بغیر پس وپیش غوطہ لگائے مگر تا ابد کنارا نہ ڈھونڈھتے۔ انسان میں شعور وجدانی کی ابتدا، خود شعوری سے ہوتی ہے مگر یہ ابتدا اپنے مقامات ارتقا کی انتہا کسی طرح نہیں مانی جاسکتی۔ بالعموم بجز اس احساس کے کہ ہر شخص اپنی ہستی کا معترف ہے اس کے علاوہ۔ وہ نہیں جانتا کہ اس کی یہ ہستی کس دریا کی موج ہے اور بہت سے تو منکر دریا ہیں یا اپنی ہستی کی اصل خلوت غبار ہی کو سمجھتے ہیں تو کیا یہی ارتقائے علم وجدان کی انتہا ہے؟

انہیں تنگ نگاہوں کے مرادف وہ نظریہ ارتقا ہے جس کی ترقی کی لاماحدود عالم آب وگل ہے، بالیقین حیاتِ انسانی کو منزل ناتمام پر ختم سمجھ لینا، فطرتِ تخلیق کو ناکامیاب مقصد سمجھنا ہے اس لئے کہ بالعموم ابھی چشم بصیرت انسانی پر مغالطات عقل وحواس کے صدہا پردے پڑے ہوئے ہیں جو ارتقائے بصرت کے بعد ہی اٹھ سکتے ہیں۔ ارتقائے مابعد کا انکار صرف اس بنا پر ہو کہ ارتقا کی اگلی کڑیاں عقل وحواس کی رسائی سے باہر ہیں اگر اصولاً صحیح ہو تو منکرین کو سب سے پہلے اپنی ہستی انکار کرنا چاہیے کہ نفسِ انسانی بھی تجربات ومشاہداتِ حواس وعقل سے باہر ایک حقیقتِ مسلمہ ہے۔ بہرحال حیات انسانی کے ارتقائے مابعد کا انکار، ارتقائے ماقبل سے بے خبری کا

Marfat.com

نتیجہ ہے۔ جو شخص اجمالاً یہ سمجھتا ہے کہ یہ کائنات اپنے تمام مظاہر کے ساتھ رفتہ رفتہ ہی معرض وجود عارضی میں آئی ہے انواعِ آفرینش کا درجہ بدرجہ اور مرتب ارتقا کوئی خیالی شے نہیں ایک ثابت شدہ حقیقت ہے وہ کبھی بھی اس ارتقائے مابعد کو جس کا تعلق حیات انسانی سے ہے ناممکن نہیں سمجھ سکتا اگرچہ اگلے ارتقائی کڑیاں اس کے حواس و عقل سے مخفی ہوں۔

Marfat.com

تفریقِ انانیّت و طبیّعت

۲۰. تمام کائنات کو غیر ارادی نوامیسِ فطرت کا پابند سمجھنے والے (طبیّعین) طبیعت و فطرت کا ایک مفہوم سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اگرچہ بظاہر کائنات کے نظام میں اغراض و مقاصد کا لحاظ پایا جاتا ہے مگر فطرت یا طبیّعت مدبرہ کائنات کو عاقل و ذی شعور نہیں سمجھا جا سکتا!! تعجب ہے کہ اگر نظام و تنظیم کی قوتِ محرکہ کو بھی ذی شعور عاقل نہیں سمجھا جا سکتا تو پھر کسے عاقل و ذی شعور سمجھا جا سکتا ہے اور عقل و فہم کیا معنی سمجھے جا سکتے ہیں؟

انسان کی زندگی دو طرح کی ہے۔ یعنی حیاتِ شاعرہ اور شاعرہ۔ حیاتِ شاعرہ سے ہماری مراد وہ زندگی ہے جس کا ہمیں شعور ہر وقت براہِ راست ہوتا رہتا ہے اور جس میں ہمارے تمام تاثرات حسّیات نفسی اور جملہ اعمال بالقصد داخل ہیں اور یہ پورا نظام، نفسِ انسانی یا انائے جزوی سے وابستہ ہے۔ حیاتِ غیر شاعرہ ہماری زندگی کا وہ حصہ ہے نہ جس کے اعمال کا شعور ہمیں

براہِ راست ہوتا ہے اور نہ اس کے اعمال ہمارے قصد اور ارادے کے ماتحت ہوتے ہیں۔ بدل مایتحلّل، تغذیہ و تنمیہ، تنفس و دورانِ خون وغیرہ قسم کے تمام افعال غیر ارادی کا دجو ہمارے قصد اور ارادے کے ماتحت نہیں ہیں، تعلق حیات غیر شاعرہ سے ہے۔

مگر وحدت نفسِ کلّی کے تحت میں انانیّت و طبیّعت کے یہ معنی نہیں سمجھے جا سکتے کہ نظام حیات انسانی کے دو جداگانہ محرک ہیں البتہ حقیقت یہ ہے کہ اس مشترک نظامِ حیات کے تحت میں جو تمام کائنات اور غیر شاعرہ حیات انسانی میں مشترک ہے نفسِ کلّی کو محرک نظام ہونے کی وجہ سے انتیازاً طبیعت کہتے ہیں اور غیر مشترک نظام حیات یعنی خاص انسانی حیاتِ شاعرہ کے محرک ہونے کی وجہ سے نفسِ انسانی و انانیت کہتے ہیں ورنہ دراصل انانیت و طبیعت کوئی جداگانہ حقائق نہیں۔ نفس کلی کا نظام عمل، ہر نظام نوع کے مطابق البتہ مختلف ہے جو تمام تر شعورِ انتہائی کا شاہد ہے۔

Marfat.com

حیات و مقصودِ حیات بذریعہ مطالعۂ ذات

۲۱- جیسا کہ کہا جا چکا ہے انسانی زندگی، حیاتِ طبیعی و نفسی دونوں کی جامع ہے اس لیئے اس اجتماعیت ہی کے ضمن میں انسان کی زندگی کا مقصود معلوم کیا جا سکتا ہے۔ جملہ طبیعی رجحانات موثرِ نفس ہوتے ہیں اور ان کا حاصل صیانتِ حیانت ہی ہوتا ہے۔ جذبات نفسی ان رجحانات میں آب و رنگ پیدا کر دیتے ہیں مثلاً سردی اور گرمی سے بچاؤ طبیعت کا تقاضا ہے لیکن طبیعت کا تقاضا وہ نہیں جس نے طرح طرح کے لباس اور دوسرے قسم کے خوبصورت اور شاندار تحفظات پیدا کر دئے ہیں یہ سر بفلک قصر و ایوان اور یہ زیب و زینت کے ساز و سامان و ہ ایئر کنڈیشن کمرے جن میں نہ سردی کا گزر نہ گرمی، جذبات انسانی ہی کی پیداواریں ہیں صیانت حیات کے جملہ اقداماتِ طبیعی جذبات انسانی سے مل کر انسانی زندگی میں ایک نئی دلفریب دنیا بن گئے یہ چاروں طرف جو

Marfat.com

انسانی صنعتوں کے شاہکار نظر آتے ہیں یہ سب کیا ہے؟ اس سادہ طبیعی رجحان (صیانتِ حیات) کی بنا پر جذباتِ انسانی کی تعمیریں۔ صیانتِ حیات کا مفہوم اتنا وسیع ہے کہ اس کے اندر تعمیر کے علاوہ تخریب کے بھی تمام پہلو مضمر ہیں۔ یہ تباہ کن آلات کا استعمال یہ ہمہ گیر جنگیں کس لئے ہیں صرف صیانتِ حیات کے لئے ایک قوم یا تو اپنے تحفظ حقوق کے لئے دوسری قوم سے برسرِ جنگ ہوتی ہے یا تسکین ہوس کے لئے اور ہوس بھی، ہوسناک زندگی کا ایک جزو ہے۔

مگر انسان کی زندگی کا مقصود، یہ دنیائے صیانتِ حیات تو کسی طرح نہیں مانی جا سکتی انسان کی مخصوص انسانی زندگی کا آغاز خود شعوری سے ہوتا ہے جو علم و ادراک کا وہ نکتہ ہے جس کو سمجھنے کے بعد حقائق کے بند دروازے انسان پر کھل جاتے ہیں، وہ یقین کے ساتھ اپنی زندگی کا مقصود بھی سمجھنے لگتا ہے اور کائنات کی غایت تخلیق اور حقیقتِ بنیادی بھی۔

اگرچہ انسان اپنی مجموعی زندگی کے جزوِ صیانتِ حیات کو جو تمام تر ایک رجحان و تقاضائے طبیعت ہی ہے نظر انداز نہیں کر سکتا ہے مگر اس کے یہ معنیٰ نہیں ہیں کہ وہ اپنی مخصوص انسانی زندگی کے تقاضوں کو نذرِ طبیعت کر دے ؎ خوردن برائے زیستن و ذکر کو و ن است

تو معتقد کہ زیستن از بہرِ خوردن است

فرض کرو ایک انسان تمام عمر نہایت عیش و آرام سے بسر کرتا ہے، تن آسانی کے تمام ذرائع بھی اسے حاصل ہیں اور اپنی تمام طبیعی خواہشوں کو بے تکلیف پورا کرتا رہتا ہے، سوال یہ ہے کیا اس کی انسانی زندگی کا مقصود یہی تھا کہ عیش و عشرت کی پوری داد دیکر روا و ناروا کی کوئی پروا نہ کرکے دنیا سے چلا جائے؟ اگر زندگی اور اس کا مقصود یہی ہے تو انسان اور دوسرے حیوانات میں صرف فرق یہی تو معلوم ہوتا ہے کہ جانور اور اپنی محدود ضروریات طبیعی میں، طبیعی اصولوں کے طبعاً پابند ہوتے ہیں اور راسیر ہوس انسان کسی اصول کا پابند نہیں ہوتا ہے وہ سب کچھ کر گزرتا ہے جس کے تصور سے روح انسانیت پناہ مانگتی ہے اس اعتبار سے تو انسان کی تعریف۔ بجائے ایک مجسمہ شرافت بلند کے دنائت اسفل ہی کی جا سکتی ہے۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی پائے جاتے ہیں جو اپنے طبیعی تقاضوں کے پورا کرنے میں، دوسروں کے حقوق کا بھی لحاظ رکھتے ہیں اور مرنج و مرنجان زندگی گزار کر اس دنیا سے کنارا کر جاتے ہیں یہ سوال اُن کے متعلق بھی کہا جا سکتا ہے کہ کیا انہوں نے اپنی زندگی میں اپنے مقصودِ حیات کی طرف کوئی توجہ کی۔

معلوم ہوا کہ نہ آرام سے زندگی گزارنا مقصودِ حیات ہے نہ بالقصد تکلیف سے زندگی گزارنا (رہبانیت) مقصودِ حیات ہے، نہ سامان جاہ و حشم

Marfat.com

مقصود ہے نہ بے سروسامانی' ان میں سے کوئی شے بھی مقصود نہیں' حشو وزوائد کے واسطے سے مقصودِ حیات معلوم نہیں کیا جا سکتا ہے۔ انسان کی زندگی کا امتیاز خاص شعورِ ذات یا خودشناسی ہے جیسا کہ چند بار کہا جا چکا ہے اور خودشناسی ہی کلید اسرارِ کائنات ہے مگر یہ ترقیٔ علم و ادراک اسی حد پر ختم نہیں ہوتی ہے مقصودِ حیات انسانی عرفانِ حقیقت ہے نہ کہ مشاہداتِ کائنات' تماشائی کی حیثیت سے اسی مقصودِ عرفان کے ذیل میں تمام جزئیات علم و ادراک کا مقام بھی معلوم ہو سکتا ہے اور اسی کے ذیل میں مقصودِ زندگی بھی ؎

یہ رازوں کی دنیا تماشا نہیں ہے
جو پردے پہ دیکھا ہے دیکھا نہیں ہے

تکملۂ حیاتِ انسانی بہ رفع نقائص

۲۲- یہ منزلِ ارتقائے حیات، جو انسان کی حیات موجود ہے انتہائے ارتقا نہیں اور اس کا کھلا ثبوت یہ ہے کہ انسان کے تمام علوم کی مثال، علم کے بحر ناتناہی کے سامنے ایک قطرے یا ذرا سی نمی کی سی ہے، عقلیات میں بھی انسان جو کچھ معلوم کرنا چاہتا ہے اس کے اعتبار سے ابھی تک بہت ہی قلیل بضاعت اس کے علم کی ہے اور وجدانیات میں بھی یہی صورت ہے کہ علی لاکثر اس کے وجدان نے خود شعوری سے آگے ترقی نہیں کی ہے ترقی یافتہ وجدان یعنی بصیرت نفسی کے شاہد انسان کے اخلاق و اعمال ہوتے ہیں پھر جس انسان کے سامنے ہمہ وقت حقیقت الحقائق (خدا) اور اپنا منصب و مقام یعنی نیابت الٰہیہ بھی ہو کیا وہ ظالم و ناحق کوش ہو سکتا ہے یقیناً عملاً کامل حق پرستی کے معنیٰ در د خلائق و رحم و کرم ہی کے ہو سکتے ہیں ظلم و ستم کے نہیں بالفرض اگر اس منزل ناتمامی پر حیاتِ انسانی

Marfat.com

درگور ہو جاتی ہے تو کیا یہی مقصودِ ارتقا سمجھا جا سکتا ہے مگر ایسا نہیں ہے ؎

کوئی زیست تربت میں سوتی نہیں ہے
حقیقت کبھی خاک ہوتی نہیں ہے

صورتیں FARMS بدلتے رہتے ہیں حقیقت نہیں بدلتی ہے ؎

نقوش رفتہ کو کر دیا دیکھکر تربت مگر نہ دفن سمجھ اس میں زندگی کوئی

یقیناً انسانی زندگی کی موجودہ خامیاں، حیات کے اگلے ارتقائی درجہ میں ضرور دور ہوں گی اگر ایسا ماننا خلافِ حقیقت ہو تو کائنات کو بھی ایک لغو بے کار شے سمجھنا ہوگا اور حیات انسانی کو بھی محض ایک عبث شے نہ کائنات کی کوئی غایت تخلیق نہ حیات انسانی کا کوئی مقصود مگر کیا کسی نظام کو مکمل نظام تسلیم کرنے کے بعد اس جہل کے لئے کوئی گنجائش باقی رہتی ہے کہ ہم کائنات کو ایک لغو و بے کار شے سمجھیں دراں حالانکہ وہ ایک محیر العقول اور انتہائی مرتب و مکمل نظام فطرت ہے ؟

اب رہا یہ امر کہ حیات انسانی میں ہنوز اپنے حصول مقصود کے خلاف بہت نقائص پائے جاتے ہیں مثلاً بنیادی ذرائع علم و ادراک چونکہ ہمارے حواس محدود ہیں اس لئے ہمارا علم بھی محدود ہو کر رہ گیا بہت سی باتیں ہم سمجھنا چاہتے ہیں مگر نہیں سمجھ سکتے اور جو کچھ سمجھ چکے ہیں اس کے متعلق بھی یہ وثوق نہیں کہ وہ آگے چل کر غلط ثابت نہ ہوگا یہ تو علم و ادراک

Marfat.com

عقلی کا حال ہے اب رہا ہمارا وجدان اس کے ناقص ہونے کے ثبوت میں ہماری دنیائے اخلاق و اعمال کا جائزہ لینا کافی ہے جس شخص کو اس کے وجدان نے حقیقت شناش کر دیا ہو وہ اپنے فرائض تک کو نہ پہچانے، کیا یہ ممکن ہے؟ پھر کیا علی الاکثر یہی بالعموم افراد انسانی کا نہیں بالیقین اخلاقی و عملی نقائص نتیجہ ہوتے ہیں بے بصرتی یا عدم یقین خدا کا یہ عملی دہریت ہی ہے جو بیگانگی فرائض و حقوق کی صورت میں پائی جاتی ہے، اگر انسانی وجدان کی موجودہ حرکت ذرا سی اور تیز ہو جائے تو آج دنیائے اخلاق عمل میں ایک عظیم انقلاب ہو جائے مگر حیات موجودہ میں باستثنائے خواص بالعموم ایسا نہیں ہو سکتا کہ موجودہ نظام حیات انسانی اس ارتقائے بصرت کا متحمل ہی نہیں ہے مگر تعلیم و تعلم بے کار نہیں نہ درس و تدریس بے نتیجہ ہیں، افراد انسانی میں بہت سی مخفی صلاحیتیں تا حد امکان ابھرنے کے لئے محتاج تعلیم و تعلّم، درس و تدریس تبلیغ و تلقین ہوتی ہیں ورنہ بعثت انبیا علیہم السلام کا کوئی مقصود ہی نہیں سمجھا جا سکتا۔

بہرحال یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ علی الاکثر حیات افراد انسانی زندگی کے اعلیٰ نصب العین یعنی منزل ادراک حقیقت تک پہنچنے کی ہنوز اہل نہیں ہے۔ مگر کسی درخت میں اس کے پھول کھلنے سے پہلے یہ سمجھ لینا کہ اس درخت کا مقصود نشوونما ناتمامی یا محرومیٔ گل و ثمر ہی ہے کہاں تک صحیح سمجھا جا سکتا ہے

Marfat.com

زندگی کے آغازِ آفرینش سے مسلسل ارتقائے ماقبل پر نظر ڈالنے کے بعد، یہ احتمال قطعی لغو و باطل ہے، زندگی اپنی منزل مقصود تک ترقی کرے گی اور اسکی غایتِ تخلیق ارتقائے کامیاب ہی ہے جس کے معنی ہیں مشاہدۂ حقیقتِ نامحدود۔

اگرچہ ارتقائے نفس انسانی ہی ارتقائے مابعد ہے مگر اس حقیقت کے اعتراف میں حواس و عقل اس لئے مانع ہیں کہ نفس انسانی یا انائے جزوی، اعراض کم و کیف ہی کے ضمن میں، موجودہ زندگی میں پایا جاتا ہے اگرچہ عقل و حواس اس کی کنہ کو نہیں پہنچ سکتے جو اصل حقیقت ہے مگر اس کے وجود کے اعتراف پر تو انسان مجبور ہے۔ شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اعراض کم و کیف کا نظام ہی بعد مرگ برہم ہو جاتا ہے تو ارتقائے نفس انسانی کے لئے کون سا امکان باقی رہ جاتا ہے؟ یہی وہ کوتاہ نظری ہے جو بنائے الحاد ہے، اس کے اس شبہ کے ازالہ کے لئے مقالۂ ہذا کی فصول آئندہ غور سے ملاحظہ فرمائے۔

Marfat.com

باب دوم

علم وادراک

۲۳- فہم وجدان دونوں علمی صلاحیتیں نفسِ انسانی ہی کی ہیں جن کے طریقِ عمل بھی مختلف ہیں اور مقاصدِ عمل بھی۔ عقل و فہم بذریعہ حواس تجربات و مشاہدات، استقرا و قیاس کے ذریعے جو علم حاصل کرتی ہے اس کا بالواسطہ شعور نفسِ انسانی ہی کو ہوتا ہے۔ حواس موثرات کا اثر لیتے ہیں غور و فکر سے ہم کام لے کر محسوسات کی ماہیت سمجھتے اور تجربات و مشاہدات سے ہمیں نوامیس فطرت کا علم ہوتا ہے اور اس علم کا فائدہ نفسِ انسانی ہی کو پہنچتا ہے یعنی علم اشیا شعورِ نفس کو مستلزم ہوتا ہے یہ ہے کائنات اور اشیائے کائنات کا شعور بالواسطہ اور یہ حواس و عقل کا کام ہے۔

وجدان سے ہمیں براہ راست اپنے نفس کا شعور ہوتا ہے اس لئے شعورِ نفسیات مابعد الممات کا شعور براہ راست بھی ارتقائے وجدان ہی

Marfat.com

سے متعلق ہے حواس وعقل سے نہیں۔ عقل کے وجود کا منکر تو کوئی صاحبِ عقل نہیں ہو سکتا البتہ ضعیف الوجدان یا دھندلی روشنی رکھنے والے اس شمع حقائق کے منکر ضرور پائے جاتے ہیں ان کے نزدیک جو کچھ ہیں حواس وعقل ہی ہیں وجدان کوئی شے نہیں ہے۔ لیکن قابلِ لحاظ یہ امر ہے کہ اگر وجدان کا کوئی وجود نہ ہوتا تو ہزار ہا حجابات حائل کے باوجود دل کی نگاہیں وہاں نہ ہوتیں جہاں تصورِ کائنات ایک خوابِ فراموش ہوتا ہے تمام حجابات کم وکیف سے گزارتی ہوئی حریم کبریا تک لے جانے والی پرستارِ دنیا عقل تو نہیں ہوتی ہے پھر کون ہوتا ہے، کوئی شعاع تو انسان کے دل میں ایسی ضرور ماننا ہوگی جو اس خاکدان عالم کو اپنا گھر نہیں سمجھتی ہے اور اس سے بہت اوپر ہر وقت اپنے سرچشمۂ نور کی تلاش میں رہتی ہے

۲۴ ـــــ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

ترے عشق کے امتحاں اور بھی ہیں (علامہ اقبال)

مقامات راہ ومنزل کا امتیاز سفر حیات میں ضروری ہے یہ کائنات پر معنیٰ رہگزر حیات ہے اس لیے اس سے آنکھیں کھول کر گزرنے کے لیے فطرت نے انسان کو حواس وعقل اور تجربات ومشاہدات کا ذوق عطا فرمایا تاکہ راہ کے نشیب وفراز سے پوری طور پر واقف ہو کر آگے کو قدم بڑھائے اور جہاں سے کچھ آثارِ منزل نظر آتے ہیں وہاں سے مشاہدات

Marfat.com

حقائق کے لئے وجدان عطا فرمایا ہے۔ علوم عقلی کی کثرت جس وحدت پر منتہی ہوتی ہے وہ خدا کی ذات واحد ہی ہے اور وہی منتہائے شہود و جدانی ہے۔ یقین ذات خدا ایک حقیقت غیر منتہاہی کا اجالا بقدر ادراک چشم بینا و وجدان و بصیرت سامنے لاتا ہے۔ حقیقت الحقائق وہ خدا نہیں ہے جو کبھی محدود فہم انسانی کے سامنے ہوتا ہے بقول حضرت اکبر مرحوم۔ع۔ جو سمجھ میں آگیا پھر وہ خدا کیونکر ہوا۔

Marfat.com

توازنِ امکانات

۲۵۔ سوال یہ ہے کہ حیاتِ بعد الممات کا امکان کیا ہے؟ کوئی شے کہاں تک ممکن الوقوع ہے یعنی اس کے وقوع کا کتنا امکان ہے کم ہے یا بیش اس امر کے اندازے کے لیئے ایک اصولِ توازن امکانات ہے لیکن ہر شے کا توازن اس کے مناسب اوزان ہی سے کیا جانا صحیح ہے۔

جو چیزیں عقلاً ممکن الوقوع ہیں اگر حواس ان کے وقوع کے خلاف کوئی شبہ پیدا کریں تو غلط ہی ہوگا ان کے وقوع کا صحیح توازن حواس نہیں کر سکتے۔ اسی طرح جو چیزیں وجداناً ممکن الوقوع ہیں عقل کا کوئی مقدمہ ان چیزوں کے وقوع کے خلاف قابلِ غور سماعت نہیں۔

مثلاً عقلاً طفیلی سیارے کا چاند تک پہنچ جانا ممکن الوقوع ہے اگر حواس اسے ناممکن الوقوع بتائیں تو ان کے احتمال میں کوئی وزن نہیں، اسی طرح وجدانِ انسانی کی ترقی مابعد یعنی اگلی منزلِ حیات میں وجداناً

Marfat.com

ممکن الوقوع ہے اب اگر عقل اس کے خلاف کوئی بھی اپنی دلیل پیش کرے وہ ناقابل توجہ ہی ہوگی ۔

حیات بعد الممات کا مسئلہ بھی وجدان انسانی ہی سے متعلق ہے وجدان ممکن الوقوع سمجھتا ہے مگر عقل جو محدود حواس ہے اسے ناممکن الوقوع سمجھتی ہے مگر ان مسائل خصوصی میں عقل پر وجدان کو ترجیح ہے اس لئے وجدان ہی کی بات مانی جائے گی۔ ہر شے سے وہی کام لیا جاسکتا ہے جس کے لئے وہ قدرتاً موزوں ہے پھر عقل سے ان امورِ الٰہیات کے ممکن الوقوع یا ناممکن الوقوع ہونے کا فیصلہ ہی کیوں کرایا جائے۔

جب انسان صرف برنیائے وجدان اپنی ہستی یا نفس انسانی کے وجود کا معترف کامل ہے تو باقی اسرار نفسیات کا عقل و حواس کے مغالطات میں گرفتار ہو کر منکر کیوں ہو۔

غرض کہ توازن امکان کے لئے صحیح اصول توازن سے کام لینا نہایت ضروری ہے ورنہ غلط مبحث کا نتیجہ بجز الحاد و دہریت اور کچھ نہیں ہے۔

Marfat.com

تفریقِ وجدانیات و وہمیّات

۲۶۔ اس نقطۂ فکر پر پہنچ کر خیال یہ ہوتا ہے کہ پھر خلافِ مسلماتِ عقلی جتنی وہمی چیزوں کی جہالتیں قائل و پرستار ہیں ان سب کو حقائقِ وجدانی سمجھ لینا چاہیے اور بغیر چون وچرا انہیں مان لینا چاہیئے یہ کواکب و عناصر پرستی اور یہ آذر یّت اور اس کی صدہا قسمیں کیوں غلط سمجھی جائیں؟

کیا کروڑوں انسانوں کی آبادی جن کا مذہب بت پرستی ہی رہا فطرت کے اس عطیہ سے محروم ہی دنیا سے چلی گئی جس کا نام وجدان ہے۔ اگر ان کے سینۂ حیات میں بھی وجدان کی جھلک تھی تو جو کچھ انہوں نے اس روشنی میں محسوس کیا وہ دھوکہ کیوں تھا؟

یکے با دیگرے یہ دو سوال ہیں جن پر ہمیں اس فصل میں غور کرنا ہے۔ عقلی ہوں یا وجدانی سائل اُن سب پر نظامِ ذہنیت کو نظر انداز کر کے کبھی صحیح غور نہیں کیا جا سکتا۔ احساسِ حواس، خیال، وہم، فکر حافظہ انتقالِ ذہن

Marfat.com

کی استعداد یہ سب وہ قدرتی صلاحیتیں ہیں جن کا مجموعہ نظام ذہن انسانی ہے۔ لیکن یہ سب صلاحیتیں ہر شخص میں ایک درجہ کی نہیں پائی جاتی ہیں کمی اور بیشی کا فرق نمایاں ہے۔ کسی شخص میں صلاحیت تخیل زیادہ ہوتی ہے

انسان ہے بجائے خود اک محشرِ خیال
ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو (مرزا غالب)

بعض پر وہم غالب ہوتا ہے ؎

ہستی کے تو فریب میں مت آئیو اسد
عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے (اسد مرزا غالب)

یا

ع جز وہم نہیں ہستی عالم مجھے منظور (مرزا غالب)

غرض کہ یہ حقیقت اپنی جگہ محتاج ثبوت نہیں کہ ذہنی استعدادیں ہر شخص کی یکساں نہیں ہوتی ہیں۔

اسی طرح وجدان بھی ہر شخص میں یکساں نہیں پایا جاتا مگر فطرت نے اس عطیہ سے کسی فرد بشر کو محروم نہیں رکھتا ہے، دیوانے و ناقص الفطرت خارج از بحث ہیں مگر دیکھا یہ گیا ہے کہ وجدان کی لطیف کرن عام طور پر خلاف وجدان ذہنی کثافتوں سے مکدر بہت جلد ہو جاتی ہے مکدّرات میں مغالطات عقل و حواس بھی داخل ہیں اور وہم کو بھی بڑا دخل اس

Marfat.com

آئینے کو دھندلا کرنے میں ہے مگر یہ وہیں ہوتا ہے جہاں وجدانِ ضعیف، مغلوبِ اوہام قوی ہو جاتا ہے، وجدان ہی پر منحصر نہیں ہے ضعیف عقل وفہم انسانی بھی جب مغلوب اوہام ہو جاتی ہے تو اوہام پرست لوگوں کی نظر میں نہ مسلّمات عقلی کوئی اہمیت رکھتے ہیں نہ مشاہدات وجدانی، ضعیف عقل وجدان دونوں اوہام کا اثر لے کر اپنا فعل ترک کر دیتے ہیں

اس نظریۂ نفسیات کے ثبوت میں اوہام پرست بت گروں کی ذہنیت کا مطالعہ فرمائیے پھر آپ کو کسی مزید تائید کی ضرورت محسوس نہ ہوگی۔ لیکن اس سوال کا کیا جواب ہے کہ حاصل وجدان اور نتیجہ اوہام میں کیا فرق ہے؟ اوہام کے موید نہ مسلّمات عقلی ہوتے ہیں نہ مشاہداتِ وجدانِ قوی اس لئے وہ کسی صورت سے معتبر نہیں سمجھے جاسکتے برخلاف انکشافات وجدانی کہ جن کا انکار عقل سلیم کبھی نہیں کرتی ہے البتہ اپنی نارسائی کے اعتراف سے دریغ نہیں کرتی ہے۔

اَلْعَجْزُ عَنِ الادراکِ، ادراکٌ، مشہور عالمانہ قول ہے یعنی مسئلہ ادراکِ حقیقت میں عقلاً اعترافِ عجز بھی ادراکِ حقیقت ہے، میر تقی اس احساس کی ترجمانی کرتے ہوئے کیا خوب کہہ گئے۔ ؎

ہم نے جانا کہ کچھ نہیں جانا سو بھی اک عمر میں ہوا معلوم

اگر اس کے خلاف یہ کہا جائے کہ منکرین کے بڑے بڑے گروہ حقائق

Marfat.com

مادرائے محسوسات وعقلیات کے قائل نہیں ہیں، ان کے نقطۂ نظر سے تمام وجدانی انکشافات اوہام ہی ہیں۔ تو ہم صرف اتنا ان سے دریافت کریں گے کہ آیا وہ اپنی اصل ہستی وذات کو بھی ایک وہمی شے سمجھتے ہیں اس لئے کہ وہ بھی تو ایک ایسی شے ہے جو مادرائے محسوسات وعقلیات ہے پھر اگر وہ اپنے نفس ذات کو وہمی وخیالی شئ نہیں سمجھتے تو متعلقاتِ نفس یعنی دوسرے حقائق مادرائے حواس عقل کو کیوں اوہام کا مجموعہ سمجھتے ہیں؟

۲۷۔ دراصل الحاد ہو کر دہریت نتیجہ ہے عقل وفہم کے ان امور میں غلط استعمال کا جن کے ادراک کے لئے فطرت نے عقل کو مخصوص نہیں کیا ہے یہ کام وجدان ہی کا ہے کہ وہ دلوں کو حقائق کے انکشاف سے مطمئن کر دے۔

Marfat.com

مدارج وجدان

۲۸- اگر تو بایقیں دل میں نہیں ہے
مجھے کیوں اپنے ہونے کا یقیں ہے

مغلوب اوہام یا مغالطاتِ حواس و عقل سے متاثر ضعیف وجدان کو چھوڑ کر، وجدان قوی کے ترقی یافتہ درجات یعنی بصیرت وکشف والہام حیاتِ موجودہ ہی میں ہوتے ہیں، اگرچہ وہ لوگ جو وجدان ہی کے قائل نہیں ہیں ان ترقی یافتہ درجات کا کوئی وجود کیوں مانیں گے مگر ان کے انکار سے ایک حقیقت تو بے حقیقت نہیں سمجھی جاسکتی ہے

گر نہ بیند بروز شپر چشم
چشمۂ آفتاب راچہ گناہست

کسی حقیقتِ دریافت طلب کا بغیر غور و فکر سمجھ میں آجانا ایک ایسا امر ہے کہ جس کے شواہد کمیاب نہیں اگر آپ موجدین کی ان ایجادوں کی طرف غور کریں کہ جنہوں نے علم انسانی میں کسی جدید انکشاف کا اضافہ کیا

Marfat.com

ہے تو اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اس قسم کے اکثر انکشافات دفعتہً بغیر غور و فکر ہی ہوتے ہیں۔ نیوٹن بارہا اوپر کی طرف کو پھینکی ہوئی چیزوں کو زمین پر گرتے ہوئے دیکھ چکا تھا مگر ایک مرتبہ سیب کو زمین پر گرتے ہوئے دیکھکر دفعتہً یہ حقیقت اس پر آشکار ہو گی کہ جاذبہ ارضی ارضی چیزوں کو اوپر سے نیچے کی طرف کو کھینچتا ہے اور ہر شے میں وزن بقدر کشش ارضی ہی ہوتا ورنہ وزن کا بذاتہ کوئی جداگانہ وجود نہیں ہے' اسی مسئلہ پر کیا منحصر ہے' اس قسم کے تمام دوسرے اسرارِ فطرت اکثر اسی طرح منکشف ہوتے ہیں اسی کا نام کشف و انکشافِ حقیقت ہے ..یہی صورت الہام کی بھی ہے مگر الہام کشف سے زیادہ اہم' واضح اور معتبر ہوتا ہے' صاحب الہام ہستیوں کی پاکیزہ زندگی ان کے مکارم اخلاق' ہمدردی خلق کا انتہائی جذبہ یعنی ان کی مقدس سیرت خود انہیں صاحب الہام بتاتی ہے معارفِ غیب کے دروازے اخلاق بلندی میں کھلتے ہیں۔ بعض اوقات بغیر اس کے کہ کوئی شخص اپنی زبان سے کچھ کہے کچھ بعض پاک باطن انسانوں کی زبان پر وہ باتیں آجاتی ہیں جو دلوں میں چھپی ہوئی ہوتی ہیں مگر یہ الہام نہیں روشن ضمیری ہے۔ الہام انبیاء علیہ السلام کا تعلق رہبری قافلۂ انسانیت سے ہوتا ہے۔ وہ خلق کو وہی پیغام پہنچاتے جو ان کے قلب پر خدا کی طرف سے وارد ہوتا ہے' وہ اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہتے۔

Marfat.com

وجدان، بصیرت، کشف، الہام یا وحی، ان سب مدارجِ ادراکِ حقیقت میں یہ امر مشترک ہے کہ غور و فکر کو ان میں کوئی دخل نہیں ہے، یہ وارداتِ وجدانی بغیر غور و فکر ہوتی ہیں جس طرح انسان کو اپنی ذات کا شعور بغیر غور و فکر ہوتا ہے اسی طرح اس براہِ راست شعور کی ترقی، ادراکِ حقیقت کے متعدد مدارج رکھتی ہے انہیں کا نام بصیرت و کشف و الہام ہے۔

وحی کا ہم نے اس سلسلہ میں بوضاحتِ تذکرہ یوں نہیں کیا کہ وہ وحی جو لسانِ پیغام رسالت ہوتی ہے انبیائے مرسلین ہی کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے البتہ الہام حسنات غیر نبی، نیک انسانوں کو بھی ہوتا ہے ہر نیک بات جو دل میں بغیر غور و فکر خود بخود آئے اور انسان کو برائی سے بچائے اور نیکی پر آمادہ کر دے، ایک طرح کا الہام ہے مگر انبیائے مرسلین کے الہام وحی کے واحد معنیٰ رہبری قافلۂ انسانیت ہی کے ہیں، اس سلسلے میں مزید تفصیل کے لئے آپ تتمۂ مقالہ ہذا ملاحظہ فرمائیں گے۔

Marfat.com

معیارِ صحتِ وجدان

۲۹- اس لئے معیارِ صحتِ وجدان یہی ہے کہ نہ وہ متعارض مسلماتِ عقلی ہو اور نہ مخالفِ آیاتِ وجدانی و نصوص قطعی سے

برا ہیمی نظر پیدا بڑی مشکل سے ہوتی ہے

ہوس سینے میں چھپ چھپ کر بنا لیتی ہے تصویریں (علامہ اقبال)

انسانِ کامل کی انسانیت، معیارِ انسانیت اور اس کا وجدان، معیارِ صحتِ وجدان یہی وہ معیار ہے جس سے ہر کھوٹا کھرا آسانی سے پرکھ لیا جاسکتا ہے۔ مزید تفصیل تتمۂ مقالۂ ہذا میں ہے۔

Marfat.com

باب سوم

مذاہب وحیاتِ مابعد

۳۰۔ مسئلہ حیات بعد الممات پر اگرچہ بقائے روح کے قائل فلسفیوں نے جستہ جستہ غور کیا ہے مگر اس مسئلہ کی اہمیت آج تک پوری طرح مکلّفِ فرائضِ اخلاق و اعمال یعنی انسان کے سامنے نہ آسکی، جس وقت تک جملہ مذاہب مصلح سیرت کردار انسانی اور مبلغ نتائجِ اعمال نے بار بار اور پے در پے مست خراباتِ عالم انسان کو اس کی مدہوش نیند سے چونکایا نہیں۔

کوئی حقیقی مذہب بھی یہ نہیں بتاتا ہے کہ مآل کار، نیک و بد دونوں قسم کے انسانوں کا بعد مرگ خاک میں مل کے خاک ہو جانا ہے یعنی نہ کچھ نیکی کی جزا، نہ بدی کی سزا، نیک و بد اعمال میں امتیاز بخشنا تمام حقیقی مذاہب کا عملی کارنامہ ہے اور چونکہ اس امتیاز کی بنا، عقیدۂ حیاتِ بعد الممات پر ہے اس لئے ان کی تعلیم و تلقین اس مسئلہ پر خصوصیت سے ہر مکلف فرائض

Marfat.com

اخلاق و اعمال کو متوجہ کرتی رہی ہے۔

مگر معتقدین مذاہب و قائلینِ جزا و سزا میں بھی اختلاف ہے قائلین تناسخ، اس عالمِ عناصر کو جو محدود ہے سمت جہت میں یا اسی دنیا کو جو ہمارے چاروں طرف ہے دارالجزا و سزا مانتے ہیں مگر اس عالم محدود سمت و جہت سے ماوریٰ، ایک دوسرے عالم ماورائے سمت و جہت کے قائل اس عقیدۂ تناسخ کو صحیح نہیں سمجھتے ہیں مگر کیوں؟ اس کی وجہ سمجھنے کے لئے عقیدۂ تناسخ کی کچھ وضاحت ضروری ہے۔

عقیدۂ تناسخ؟

۳۱۔ اہل تناسخ کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر انسان کی روح بعد برہمی نظام جسمانیت و موت پچھلے قالب سے باہر آکر بلا تاخیر کسی نئے انسانی قالب یا حیوانی قالب میں حسب اعمال سابقہ حلول کر لیتی ہے یعنی داخل ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی نیک روح ہوتی ہے تو کسی انسانی قالب میں داخل ہو جاتی ہے اور بد روحیں تو یکے بعد دیگرے لاکھوں قسم کے جان داروں کے قالبوں کو اختیار کرتی ہوئی اور پھر ترک و متروک کرتی ہوئی آخر میں پھر ایسا انسانی قالب اختیار کرنے پر مجبور ہوتی ہیں جہاں وہ اس کے قیام تک ہمیشہ طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا رہتی ہیں مگر برعکس خطا کسی بدکردار روح کے جو لاکھوں حیوانی قالبوں سے گزر کر آخر میں پھر ایسے انسانی قالب کو اختیار کرنے پر مجبور ہوتی ہے جس میں اسے کبھی

Marfat.com

چین نہ ملے اور ہمیشہ مصائب کا شکار رہے، نیک عمل انسان کی روح بعد مرگ یا انہدام جسم سابقہ ایک ایسا انسانی قالب پاتی ہے جس میں رہ کر اس جسم کے قیام تک، عیش و عشرت، راحت آرام سے لطف اندوز ہوتی رہتی ہے۔ مگر اس عقیدہ میں اس امر کی صراحت نہیں ملتی کہ روحیں بنے بنائے قالبوں میں دخل کر لیتی ہیں یا حیوانی اور انسانی نطفوں میں داخل ہو کر اپنا قالب خود بناتی ہیں؟ جو بھی صورت ہو بہر حال نیک و بد دونوں طرح کی روحوں کو اسی دنیائے آب گل کا دائمی چکر لگانا لازمی ہے۔ مرنا اور مرنے کے بعد اسی دنیا میں پیدا ہونا یا جنم لینا آواگون کہلاتا ہے جو اہل تناسخ کے نزدیک کرم چکر KARM CHAKRA ہے۔ اس صراحت سے واضح ہے کہ قائلین تناسخ کا فلسفۂ رنج و راحت نیکی اور بدی کے ردِ عمل کا شارح ہے اور رنج و راحت دنیاوی ہی کو وہ جزا و سزا سمجھتے ہیں۔

اس عقیدے پر غور کرنے سے بہت سے سوالات پیدا ہوتے ہیں جن میں سے ہم چند ہی بالفعات ذیل پیش کرتے ہیں آپ بھی غور فرمائیے:۔

(الف) ایک شخص ہے جس کو بدکاری کے تصور سے بھی گھن آتی ہے اور اگر اس کو ترغیب دلائی جائے تو اس کے دل کو دکھ ہوتا ہے

Marfat.com

مگر ایک دوسرا شخص ہے جو فحاشی اور عیاشی ہی کو حاصل زندگی سمجھتا اور تمام عمر اپنے من مانے عیش و عشرت میں مست رہتا ہے یعنی شاد و خوش، تو کیا پہلا شخص جو حرام کاری کو انتہائی بدی سمجھتا ہے اور اس سے نفرت رکھتا ہے اور اگر اسے کوئی اس طرف رغبت دلائے تو اسے دکھ ہوتا ہے، اپنی پچھلی زندگی کی غلط کاریوں کی سزا اس زندگی میں بدی کو بد سمجھکر پا رہا ہے اور دوسرا شخص اپنی پچھلی زندگی کی نیکیوں کی جزا اس صورت سے پا رہا ہے کہ حرام کاری کو انتہائی راحت بخش حاصلِ زندگی سمجھتا ہے؟ یا جو لوگ دوسرے مصیبت زدہ ضرورت مندوں کا گلہ کاٹ کر اور ان کا خون چوس چوس کر ہمیشہ شاد شاد اور باغ باغ رہتے ہیں، ان کی تجارت ہی یہ ہے (غور فرمائیے سود خور مہاجنوں کے حالات پر) تو کیا ان کی زندگی کی مسرتیں بے رحمی و بے حسی پر مبنی نہیں اور نتیجہ ہیں پچھلی زندگی کی نیکیوں کا اور وہ لوگ جو مفادِ خلق کے لئے زندگی بھر قید و بند کی مصیبتیں جھیلتے ہیں وہ اپنی پچھلی زندگی کی بدکاریوں کی سزا بھگتتے ہیں کیا فلسفہ اخلاق کی کوئی قسم بھی اس جزا و سزا کو ایک ایسی جزا و سزا سمجھ سکتی ہے جو مطابق احساسات انسانی ہو؟

تھوڑے سے بند پانی میں خوردبین کی امداد سے اس قدر

متحرک جاندار (جراثیم) پائے جانتے ہیں کہ ان کا شمار ممکن نہیں پھر قیاس کیجئے تمام تالابوں جھیلوں دریاؤں اور سمندروں میں کس قدر جراثیم ہوں گے؟ اور اگر اس تعداد میں زمین پر پائے جانے والے تمام حشرات الارض اور دوسرے سب طرح کے جانور بھی شامل کر لیئے جائیں تو نوبت کہاں سے کہاں پہنچے گی؟ ناقابل قیاس اور ناقابل بیان زندگیوں کا تصور آپ کے سامنے ہوگا۔

لیکن اس اصول کے ماتحت کہ تمام جانداروں کے قالبوں میں ان انسانوں کی روحیں پائی جاتی ہیں جو اپنی پچھلی بداعمالی کی سزا بھگت رہی ہیں، ہمیں غور کرنا یہ ہے کہ اتنے انسان کب مرے تھے کہ ان کی روحیں ان بے شمار جانداروں کے قالبوں میں داخل ہوگئی ہیں اگر اس زمین پہ انسانی آبادی دس لاکھ سال سے بھی مان لی جائے تو بھی آثار قدیمہ کی تحقیق دریافت ہے کہ شروع میں انسانی آبادی اس زمین پر خال خال تھی، جیسے جیسے وسائل زندگی میں ترقی ہوتی گئی نسل انسانی بڑھتی گئی بالفرض اگر ہر صدی میں مرنے والوں کی تعداد چار پانچ کروڑ بھی مان لی جائے اور اسے بیس لاکھ گنا بھی کر لیا جائے تو کیا اس حاصلِ ضرب کو جانداروں کی اس تعداد سے جو آج پائے جاتے ہیں وہی نسبت نہ ہوگی جو ایک قطرۂ حقیر کو کسی نامحدود سمندر سے ہوتی ہے؟ پھر

Marfat.com

اس قدر روحیں سب جانداروں اور متحرک جراثیم میں کہاں سے آگئیں۔

(ج) اگر مسئلہ ارتقا کو اہل تناسخ کسی ابتدائی حد تک بھی صحیح سمجھ لیں تو ان سے یہ دریافت کیا جاسکتا ہے کہ اس کرۂ ارض پر انسان سے پہلے ایسے حیوان پائے گئے ہیں جو بڑے عظیم الجثہ تھے اور ان کے ڈھانچے آج بھی کہیں کہیں زمین میں دفن ملے ہیں تو وہ جانور جو انسان سے پہلے اس زمین پر تھے ان میں کون سے انسانوں کی روحیں سمائی ہوئی تھیں حالانکہ نسل انسانی کا آغاز ان سے بہت بعد کو ہوا ہے؟ مگر اہل تناسخ (سابقین) کے سامنے یہ تحقیق جدید نہیں تھی اور وہ اس کائنات کو انادی یعنی قدیم سمجھتے تھے ان کے نزدیک زمانہ ایک لامتناہی شے تھا اور اسی کے اندر انہوں نے یہ دنیا پائی اس لئے اس کو بھی دائمی سمجھا۔ اس تخیل کے بعد انسان کے وجود کو موخر اور حیوانات کو مقدم سمجھنے کی کوئی وجہ ان کے نزدیک نہیں تھی، زمانۂ لامتناہی سے انسان اس دنیا میں مرتا جیتا ہے اور آواگون کا سلسلہ جاری ہے وہ یہی سمجھتے رہے مگر جو لوگ آج بھی ان کی تقلید میں عقیدۂ تناسخ کو صحیح مانتے ہیں اگرچہ ان میں جدید تعلیم یافتہ بھی ہیں مگر سب عقیدۂ تناسخ کو اپنا مذہبی عقیدہ سمجھنے کے ساتھ، اس تحقیق جدید کو دیدہ و دانستہ غلط سمجھتے ہیں کہ اس کرۂ ارض پر انسان حیوانات سے موخر پایا گیا ہے۔

Marfat.com

اگرچہ آج کل ملنے اور وقت کو بجز ایک اضافی احساس کے خانۂ علم میں کوئی دوسرا مقام بہ دلائل و براہین استقرائی اور تجربی حاصل نہیں اس لئے اس کے حدوث و قدم پر بحث کرنا ہی فضول ہے مگر بغرض محال اگر زمانہ کا کوئی وجود مان بھی لیا جائے تو قدیم تو کسی طرح نہیں مانا جا سکتا اور جب اسے قدیم نہیں مانا جا سکتا تو اس کے ساتھ لپٹی ہوئی دنیا کو بھی قدیم نہیں مانا جا سکتا اور پھر اس کرۂ ارض پر انسان کی قدامت بھی ایک تخیل محض ہی سمجھی جا سکتی ہے اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

۳۲۔ بلاشبہ تمام نظام عالم ایک مرتب سلسلۂ علت و معلول ہے اور اس سلسلے کی ہر درمیانی علت تحریک ایک اعتبار سے علت ہے اور دوسرے اعتبار سے معلول جس طرح کسی مرتب و متحرک مشین کا ہر پرزہ اپنے سے سابق متصل پرزے سے حرکت میں آتا ہے اور دوسرے لاحق پرزے کو حرکت میں لاتا ہے یہی صورت اس سلسلہ علت و معلول کی ہے جس کو متحرک نظامِ کائنات کہتے ہیں۔ مگر اس سلسلہ علت و معلول میں علتِ تام ایک ہی ہے جو علّتِ تحریک اولیٰ ہے معلول نہیں۔ یہ کوئی خلافِ نظام امر نہیں، مطابقِ نظام ایک حقیقتِ ثابت شدہ ہے۔ ہر نظام کی علت تام و کامل وہ ایک ہی ہوتی ہے جس پر اس نظام کے تمام اعمال مبنی ہوتے ہیں۔ انسان جس مصنوعی نظام متحرک کا موجد ہے اس کی

علت تام خود اس کی ذات ہی ہے، اگر اس کی ذات کو اس کے کسی نظام متحرک سے جدا کر لیا جائے تو وہ سارا نظام بے معنی ثابت ہوگا کائنات متحرک بھی ایک مکمل نظام فعل و انفعال کا ایک مرتب سلسلہ علت و معلول ہے جس کی علت تام و کامل بھی ایک ہی سمجھی جا سکتی ہے، وہی علت تام علت تنظیم و تدبیر بھی ہے اور علت تحریک بھی، اس نظام کا پورا تعلق اسی سے ہے۔ یہ حقیقت کائنات فطرت میں آپ کے پیش نظر ہے کہ ہر درخت کی علت تام ایک ہی ہوتی ہے اگرچہ درمیانی روابط جن کو علل و سطانی کہتے ہیں (آب و ہوا و غذا) جو اجزائے نشو و نما تو ہوتے ہیں مگر ان کی حیثیت ثانوی اسباب ہی کی ہوتی ہے، ان میں سے کوئی شے بھی نظام شجر کی علت تام نہیں ہوتی ہے۔ اگر تخم درخت واحد وجہ نشو و نما نہ ہو تو کسی درخت کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔

یقیناً اس نظام عالم کی علت تام ذات خدائے واحد ہے اس حقیقت کے اعتراف کے بعد، زمانہ ہو کہ زمانہ کے ساتھ کوئی دنیا دونوں کا وجود موخر ماننا ہوگا، اس کے یہی معنی ہیں کہ صرف ذات واحد ہی کو قدیم مانا جا سکتا ہے اور تمام عالم ماسوی کو مسبوق بالعدم خدا کو ماننے کے بعد کسی دوسری شے کو قدیم سمجھا ہی نہیں جا سکتا اگر وہ

Marfat.com

علت تام ہوتیں تو دو نظامِ کائنات یا دو کائناتیں بھی ہوتیں، حالانکہ کائنات جس کا تصور کلی جمیع موجودات پر حاوی ہے ایک ہی ہے اس تحقیق کے بعد انسان کو اور اس کے ساتھ اس کی آراگون کو قدیم یا غیر محدود نہیں مانا جا سکتا۔ ذات خدا کو تمام کائنات سے مقدم ماننے کے بعد انسان کو بھی حادث ہی ماننا ہوگا۔ اس سلسلہ آفرینش کے پیش نظر یہ سوال ہوتا ہے کہ جب سے بھی انسان اس عالم میں پایا گیا ہو اس میں کسی انسان کی روحِ سابقہ کہاں سے آئی، حالانکہ اس انسان اول سے پہلے کوئی انسان عالم موجودات میں کبھی تھا ہی نہیں؟

(د) حوادث کائنات کی قسمیں ہیں ان میں سے کچھ حوادث وانقلاب ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کی لپیٹ میں انسانی آبادی کا ایک بڑا حصّہ آجاتا ہے (مثلاً عالم گیر جنگیں)، اور مبتلائے مصائب ہو جاتا ہے ہمارے زمانہ میں پہلی جنگ عظیم میں جو ملک جنگ کی زد میں براہ راست گئے ان کے باشندوں کی تباہی میں تو کوئی کسر باقی نہیں رہی مگر بعد اختتامِ جنگ ان ملکوں میں جو شریک جنگ نہیں تھے انفلوانیزا کی تباہ کاریاں الاماں، الحفیظ ہزاروں گھر بے چراغ ہو گئے، لاکھوں انسانوں نے تڑپ تڑپ کر جان دی اس کے بعد دوسری جنگ عظیم سامنے آئی اور ایک جدید دور انقلاب لائی اس کے نتائج تا حال اپنی

پوری اثر انگیزیوں کے ساتھ محیط شرق و غرب ہیں۔ یہ تو بڑے بڑے حوادث انقلابات کے نتائج ہوتے ہیں، چھوٹے چھوٹے حوادث یعنی زلزلے اور طوفان تو اکثر انسانی آبادی کے مختلف حصوں پر ٹوٹتے رہتے ہیں اور ان کی زد میں بھی، سو پچاس نہیں کبھی کبھی لاکھوں انسان آجاتے ہیں۔ سوال یہ ہوتا ہے اگر دنیاوی مصائب یا تکلیفوں اور دکھوں کو پچھلی زندگی کی بداعمالیوں کا نتیجہ سمجھ لیا جائے تو اثرات یعنی آلام و مصائب میں یکسانیت کے کیا معنی ہیں۔ کیا نسل انسانی کا ایک بڑا حصہ کسی ایک ہی زمانے میں ایک ہی قسم کی بدکرداری کا مرتب ہوتا ہے کہ جس کے نتائج اگلی زندگی میں ایک ہی سے بھگتنے پڑتے ہیں اور پھر ان تمام بداعمال انسانوں کا ایک وقت میں مرنا بھی ضروری تاکہ وہ پہلے لاکھوں حیوانی قالبوں سے ایک ساتھ اور مسلسل گزرتے ہوئے اور سزائیں منازل حیوانیت طے کرتے ہوئے ایک ساتھ ہی ایسے انسانی قالبوں میں آئیں جن میں رہ کر سب کے سب بوقت واحد یا بزمانہ واحد ایک ہی طرح کی مصیبت میں مبتلا ہو کر دم توڑیں۔ یہ سوال انفرادی تناسخ سے متعلق نہیں، اجتماعی تناسخ سے متعلق ہے۔ ہمارے نزدیک عقیدۂ تناسخ کی بنا ثنویت یعنی روح اور مادے کے تصور پر مبنی ہے۔

خشت اول چوں نہد معمار کج　　تا ثریا می رود دیوار کج

Marfat.com

روح اور مادّہ؟

۳۳-۱ اصل یہ ہے کہ جب تک یہ نہ ثابت کیا جائے کہ روحِ انسانی کوئی ایسی شے ہے جو اجسام میں داخل بھی ہو سکتی اور باہر بھی علیٰ حالہ آسکتی ہے تناسخ کا مسئلہ بے بنیاد ہی رہتا ہے، اہلِ ثنویت نے جو روح اور مادے کو دو مستقل جوہر سمجھتے ہیں، روح اور مادے کی جو تعریف کی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک جو تعریف مادے کی ہے، روح کی تعریف اس کے قطعی برخلاف ہے یعنی مادہ نقیض و منافی روح ہے اور روح نقیض و منافی مادہ ہے۔ مادہ جسمانی ہے روح غیر جسمانی، مادہ لایعقل ہے، روح عاقل، مادہ بہر صورت کوئی جگہ گھیرتا ہے مگر روح کسی حال میں نہ کوئی جگہ گھیرتی ہے نہ کسی جگہ اس کا کوئی مستقر و مقام ہے، مادہ قابلِ تجزیہ و تقسیم ہے، روح ناقابلِ تجزیہ و تقسیم غرض کہ ہر تصور جو مادّے کے متعلق آپ کے ذہن میں پیدا ہو روح

Marfat.com

ہیں اس کا کوئی شائبہ بھی نہیں مانا جا سکتا ہم جیسا کہ پہلے بھی کہہ چکے ہیں صرف ایک امر وجود میں دونوں مشترک ہیں یعنی دونوں کا وجود اپنی جمیع کیفیات و حالات کے ساتھ ایک دوسرے کا نقیض ہے غور فرمایا آپ نے ؟

پھر جب یہ مسلم ہے کہ روح اور مادہ ایک دوسرے کے نقیض ہیں تو آپس میں متحد بھی نہیں ہو سکتے اگر دونوں میں حال و محل کا تعلق مانا جائے تو بھی غلط اس لئے کہ جب محل جسم ہو تو حال غیر جسمی نہیں ہو سکتا ہے اور اگر محرک و متحرک کا تعلق مانا جائے تو بھی غلط اس لئے دو نقیض اور مستقل جوہر ایک دوسرے کے معلول نہیں ہو سکتے، علت و معلول میں کوئی مناسبت ہونی ضرور ہے اور یہاں مناسبت کا کوئی امکان ہی نہیں ہے اس لئے کہ دونوں ایک دوسرے کے نقیض ہیں فلسفہ کا ہر ادنیٰ طالب سمجھتا ہے کہ اجتماعِ نقیضین محال ہے۔ اس صورت میں روح کا کسی جسمانی قالب میں سمانا یا داخل ہونا اور باہر آنا بجز ایک خیالِ خام کے اور کیا معنیٰ رکھتا ہے؟

اس طرح تو یہ عمارت تناسخ اپنی بنائے غلط پر شروع ہی سے مسمار معلوم ہوتی ہے مگر تخیل و توہم کے عالم میں بڑی گنجائش ہے ایسی انوکھی چیزوں کا تصور بھی کیا جا سکتا ہے جن کا دنیا میں کہیں بھی وجود

Marfat.com

نہ ہو اس مسئلہ کی نوعیت بھی اس قسم کی ہے ۔ یہ تمام سوالات روح انسانی کی اس تعریف کے پیش نظر پیدا ہوتے ہیں جو اہل ثنویت وثنائیین تناسخ نے کی ہے اگر یہ تعریف صحیح نہ سمجھی جائے اور روحِ انسانی سے مراد حقیقت وجود انسانی ہو، تو فکر کا رخ بالکل تبدیل ہو جاتا ہے اور روح وجسم دو متناقص چیزوں کے اتحاد پر غور کرنے کے بجائے نفس وجود انسانی پر غور کرنا کافی ہوتا ۔[1]

---

[1] قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ اور نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ قرآن پاک کی یہ دونوں آیتیں ہمارے سامنے ہیں مگر ان سے روح کی وہ تعریف متعین نہیں ہوتی ہے جو اہل ثنویت اور بعض فلسفہ نواز اہل کلام نے کی ہے بروئے آیات مذکورہ روح نشان قدرت وراز ربوبیت ہے اور آدم میں قدرت کا اپنی روح پھونک دینے کا مفہوم یہ ہے کہ پروردگار نے اپنی شان قدرت و خلاقیت کا مظہر آدم کو بنا دیا۔ کیا نظروں کے سامنے انسان کی ایجادات واختراعات اقتدار وجہانگیری نہیں ہے؟ یہ سب کیا ہے پروردگار کی شانِ قدرت وخلاقیت کا جیتا جاگتا ظہور یا پرتو ہی انسان میں ہے ع ہر حجاب اٹھا ہوا ہے راز پھر بھی راز ہے

وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا (قرآن پاک)

Marfat.com

نیکی اور بدی

۳۴۔ بہرحال عقیدۂ تناسخ کو خلافِ مسلماتِ عقلی وجدانی مانتے ہوئے بھی اس امر سے تو انکار نہیں کہ اس عقیدہ کے لوگ بھی نیکی اور بدی کو یکساں نہیں سمجھتے ہیں اور یہ احساس ان کا جملہ مذاہب انسانیت میں مشترک ہے کہ نیکی، نیکی ہے، بدی، بدی اور دونوں کے نتائج بھی جدا جدا ہیں

لیکن کونسے اخلاق مستحسن ہیں اور کون سے غیر مستحسن، کس عمل کو نیک سمجھا جاسکتا ہے اور کس کو بد نیک و بد میں مابہ الامتیاز کیا ہے؟ اخلاقیین کے چند نظریات اس تنقیح کے فیصلہ پر روشنی ڈالتے ہیں۔

الف۔ بقاء و صیانتِ حیات یعنی زندگی رکھنے کے لئے جو اخلاق و اعمال معاون ہوں وہی مستحسن ہیں اور جو اس کے خلاف ہوں وہی غیر مستحسن ہیں اور زندگی کی بقا سے مراد خود غرض زندگی کے

پورے ماحول کی بقا ہے فلسفہ اخلاق کا یہ وہ نقطہ نظر ہے جس کو بالفاظ دیگر نظریۂ نفسانیت بھی کہا جا سکتا ہے اور جب خود غرضی اور زندگی ایک ہی ہو جائے تو اخلاق و اعمال میں روا اور ناروا کی بحث باقی نہیں رہ سکتی ہے ایک کام اگر مطلب براری کے لئے ضروری ہے تو نیک ہے اور اگر غیر ضروری ہے تو وہی بد ہے اس طرح نیک و بد کا کوئی امتیاز باقی نہیں رہ سکتا۔ اس اعتبار سے وہ لوگ جو مصیبت زدوں کے مفاد کے لئے جان دیتے ہیں احمق اور دیوانے ہیں۔ انسان کا دل تو اگر اس پر ہوا و ہوس کا غلاف نہ چڑھ گیا ہو کبھی اس طریق زندگی کو صحیح نہیں سمجھ سکتا ہے اگرچہ آج عملی فلسفہ اخلاق میں علی الاکثر یہی جزو حیات پایا جاتا ہے

ب۔ وہی اخلاق و اعمال مستحسن جن سے امن عامہ پر کوئی برا اثر نہ پڑتا ہو یعنی جو فتنہ و فساد کا سبب نہ ہوں۔ اگر معیار اخلاق و عمل یہ صحیح تسلیم کر لیا جائے تو وہ تمام فواحش و محرمات جن کا مجموعہ بدکاری سمجھی جاتی ہے بدی کی تعریف میں نہیں آتے ہیں اسلئے کہ ان کا براہ راست امن عامہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے اور جو شے بد نہیں، وہ نیک ہی ہے اس لئے یہ معیار اخلاق و عمل بھی ناقص ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جو اخلاق و اعمال محافظ

امن عامّہ ہوں گے وہ یقیناً عام طور پر اچھے سمجھے جائیں گے
مگر انہیں پر حسنات کا انحصار صحیح نہیں۔

ج ۔ افادیت یعنی جو اخلاق و اعمال تمام نسلِ انسانی کے مفاد کے مطابق ہوں، وہی اچھے ہیں اور جو ان کے خلاف ہوں وہی برے ہیں مگر اس برائی کی تعریف میں وہ اعمال نہیں آتے ہیں جو کسی شخص کی بدکار زندگی کا مشغلہ، عیش و آرام ہوتے ہیں۔

د ۔ وہ اخلاق و اعمال جن سے کسی کا کوئی حق زائل نہ ہوتا ہو وہی نیک ہیں اور جو اس کے خلاف ہوں بد ہیں مگر اس نظریہ میں حدود اور حقوق کی تفصیل نہیں اور یہ مسئلہ حقوق ایک ایسا مسئلہ ہے جو مختلف فیہ ہے افراد میں بھی اور جماعتوں میں بھی اقوام و ملل عالم میں اپنے اپنے مفاد قومی و ملّی کے اعتبار سے دوسری قوموں کے مقابلہ میں حقوق بھی یکساں مسلم نہیں۔ ایک دوسرے کو متجاوز سمجھتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عقل سے حقوق کا تقرر، جذبات شخصی و ملی سے جدا ممکن نہیں۔ ہم کسی مسئلہ پر اپنے جذبات سے کنارا کش ہو کر عقلاً غور ہی نہیں کر سکتے ہیں پھر حقوق کا صحیح تعیّن کیونکر ممکن ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ حق و ناحق کی ایک غیر مختتم بحث نسلِ انسانی میں مدت سے جاری ہے اگر کچھ حقوق جملہ

Marfat.com

اقوام میں مشترک ہیں تو بہت سے مختلف بھی ہیں۔

ہ۔ ان چاروں عقلی اخلاقی نظریوں کا مکمل جائزہ لینے کے بعد حق و ناحق کے امتیاز کے لئے ہمیں وجدان ہی سے کام لینا چاہیئے۔

ے عقل ہے فانوس و وجدان شمع نور

فہم سے ہیں نور کے اسرار دور

بے بصیرت آنکھ کھل سکتی نہیں

محرم اسرار مرد خود شعور

Marfat.com

معیارِ نیک و بد

۳۵۔ جب تک ہمارے سامنے کوئی قدرتی معیارِ نیک و بد نہ ہو ہمارے تمام فیصلے، نیک و بد، حسنات و سیات یا حق و ناحق کے متعلق شبہات سے خالی نہ ہوں گے اس تنقیح کو کہ معیارِ نیک و بد کس شے کو سمجھا جا سکتا ہے۔ فیصلے کے لئے ان فطری اور نوعی احساسات کو نفس کے سامنے پیش کیجئے جو تمام افرادِ انسانی میں مشترک ہیں اور جو بہ استثنائے بعض ان افراد کے جن کی فطرت مسخ یا ناقص ہے جبلّی طور پر سب میں پائے جاتے ہیں۔

ایک بچے کے پاؤں میں کانٹا لگ گیا ہے اور وہ آپ کے سامنے تکلیف سے تڑپ رہا ہے، آپ سے اس کی تکلیف دیکھی نہیں گئی اور آپ پوری کوشش اس کے پاؤں کا کانٹا نکالنے کی کر رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔ کیا اسے ایسا نیک کام سمجھکر جس کا اجر آپ کو

Marfat.com

آخرت میں ملے گا یا اس لئے کہ دوسرے آپ کو ایک اچھا آدمی سمجھیں غالباً ایسا نہیں ہے۔ آپ کا خود دل اس بچے کی مصیبت پر دکھا ہے اس لئے آپ بغیر کسی غور و فکر اور کسی مقصد کے چاہتے ہیں کہ خود اپنے دل کی تکلیف و خلش کو دور کریں یا خود اپنے دل کا کانٹا نکالیں۔ مگر آپ کا دل کیوں متاثر ہوا؟ اس سوال کا ایک عام جواب فطرت انسانی ہے یقیناً انسان کے تمام احساسات نفسی، انسان کی فطرت کے شارح ہوتے ہیں مگر اس جواب سے آپ احساسات نفس کے اس مخفی نقطہ کو نہیں پہنچ سکتے جہاں سے نیک و بد کا فطری امتیاز پیدا ہوتا ہے۔

Marfat.com

ضمیرِ انسانی

۳۶۔ وجدانِ نفسی جہاں تک اس کا تعلق انسان کی عملی زندگی سے ہے ضمیرِ انسانی کے نام سے امتیازاً موسوم کیا جاتا ہے۔ اس نقطہ امتیاز سے آپ آسانی سے نیک و بد کا امتیاز کر سکتے ہیں جن اخلاق و اعمال سے آپ کا ضمیر مطمئن ہو وہ یقیناً پسندیدہ ہیں اور جن کے احساس و ارتکاب سے آپ کا ضمیر خجل ہو اور آپ کو ملامت کرے ان کے بد ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

شرم آتی ہے کیوں گناہ کے بعد ہم نہیں کچھ تو پھر گناہ کہاں

لیکن کیا ان لوگوں کا ضمیر بھی انہیں ملامت کرتا ہے جن کا ذریعہ معاش ہی قتل و غارت گری ہوتا ہے یا بہیمیت و درندگی جن خونخوار انسانوں کی زندگی بن جاتی ہے؟ ضمیر ہی پر کچھ منحصر نہیں ہے نفسِ انسانی کے تمام احساسات فطری مخالف اعمال کی وجہ سے جو بہ تقاضائے حرص و ہوس، غلط تعلیم و تربیت یا ابلیسیّت عمل میں آتے رہتے ہیں ضعیف ہونا شروع

Marfat.com

ہو جاتے ہیں اور اگر اس قسم کے اعمال کا صدور مسلسل جاری رہے تو بالآخر احساساتِ نفس[1] مردہ ہو جاتے ہیں اور ان کی جگہ اضداد لے لیتے ہیں مثلاً شرم کی جگہ بے حیائی یا شجاعت کی جگہ بزدلی اسی کا نام فطرت کا مسخ ہو جانا ہے۔ قتل و غارت گری یا بہیمیت و درندگی جن لوگوں کی زندگی بن جاتی ہے ان لوگوں کا ضمیر بھی مردہ ہو جاتا ہے۔ زندہ ضمیر کبھی اس قسم کے اعمال سے مطمئن نہیں ہوتا اس طرح معلوم ہوا کہ معیار احساس نیک و بد ضمیر انسانی ہی ہے اور حق و ناحق کا فیصلہ خود ضمیر ہی کرتا ہے بشرطیکہ ضمیر زندہ ہو۔ اس امتیاز کے بعد ہمیں اخلاق و اعمال نیک کی جزا اور برے اخلاق و اعمال کی سزا کی حقیقت پر غور کرنا ہے۔

---

[1] احساسات نفس کی مکمل بحث فلسفہ نفس میں ہے۔

Marfat.com

جزا و سزا

وجدان انسانی الحاد کے اس احساس کو مکمل بے بصری سمجھتا ہے کہ نیک و بد انسان دونوں مر کر خاک میں مل جاتے ہیں نہ کچھ نیکی کا نتیجہ مابعد ہے نہ بدی کا۔ اگر بفرضِ محال ملحدین کے اس احساس کو صحیح بھی مان لیا جائے کہ زندگی کے تمام امتیاز بعد مرگ نسیاً منسیاً یا معدوم و فنا ہو جاتے ہیں، اس لئے کہ جب زندگی ہی باقی نہیں رہی تو کسی زندگی کی کوئی علامت کیونکر باقی رہ سکتی ہے، تو سوال یہ ہوتا ہے کہ پھر زندگی کا مقصد ہی کیا ہے اور جب زندگی کا کوئی مقصدِ فطری ہی نہیں تو کیوں کوئی شخص حق و ناحق کے امتیاز کرنے کے لیے شاہراہ زندگی میں پھونک پھونک کے قدم رکھے نتیجہ کے اعتبار سے حق کا لحاظ اور ناحق کا ارتکاب دونوں ایک، ہمدردِ خلائق اور غارت گر مخلوق مآل کارِ حیات کے اعتبار سے دونوں ایک مگر یہ احساسات مطلقاً غلط ہیں۔

Marfat.com

نہ فطرت نے زندگی کو فضول (بے مقصدِ آخری) پیدا کیا ہے نہ فرائضِ اخلاق و عمل کی نگہداشت کرنے والا کوئی انسان ایسا سمجھتا ہے

از مکافاتِ عمل غافل مشو گندم از گندم بروید، جو ز جو (عارف رومی)

جزا و سزائے اعمال کوئی غیر معمولی و غیر قدرتی شے نہیں ہے اعمالِ بالقصد اور ان کے نفسی نتائج پر نظر کیجیے کچھ اعمال ایسے ہوتے ہیں کہ جن کی مداومت سے مجرمانہ ذہنیت انسانی زندگی کا جزو ہو جاتی ہے اور اسی کے مطابق تمام ملکاتِ نفس انسانی طبیعت سے وابستہ ہو جاتے ہیں اور کچھ اعمال ایسے ہوتے ہیں جن کی مداومت انسانی زندگی کو مقدس سے مقدس تر بنا دیتی ہے لیکن یہ نفسی نتائج اعمال کا سلسلہ اسی حد پر ختم نہیں ہوتا ہے، مجرمانہ ذہنیت اور پاک نفسی کے کچھ جدا جدا نتائج مابعد بھی ہیں۔

ہر فرد بعد مرگ بقائے شخصیت کے نتائج مابعد کا مشاہدہ کرے گا یعنی حیاتِ حال کی نسبت سے اعمال کے نتائج کی نوعیت بعد مرگ پیدا ہو گی اور اس کے چاروں طرف ہو گی جس کو مجرم اپنی اگلی زندگی کا دوزخ یا عذاب الیم محسوس کریں گے اس زندگی میں بھی شعلہ و نار کی ایذا بغیر احساس نہیں ہے اور اگلی زندگی میں بغیر احساس نہیں بلکہ یہ احساس سخت و اشد ہی ہو گا، رَبَّنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ اس گروہ کے

Marfat.com

برخلاف پاک و مطمئن نفوس وہ فضا اپنے چاروں طرف پائیں گے جس کو لسان مذہب میں جنت، فردوس نعیم کہا گیا ہے۔

مگر ان امور کا یقین، تجربات و مشاہدات حواس یا غور و فکر عقلی سے جس کا ماخذ حواس محدود ہوتے ہیں ممکن نہیں اس لئے کہ جب عقل و حواس بعد مرگ بقائے شخصیت کا کوئی امکان نہیں سمجھتے تو نتائج اعمال مابعد کا اعتراف کس طرح کر سکتے ہیں؟ البتہ وجدان و بصیرت نفسی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا کوئی عمل بالقصد ایسا نہیں ہوتا ہے جس کا کوئی اثر نفس قبول نہ کرتا ہو اگرچہ معمولی طور پر تو ہمیں ان اثرات کا علم نہیں ہوتا ہے مگر جب کوئی عمل ہم سے ایسا ہو جاتا ہے جو قطعاً خلاف ضمیر ہوتا ہے تو ہم ایک شدید قسم کی ندامت و ملامت کی کیفیت بھی اپنے نفس میں نمایاں پاتے ہیں اسی طرح جب ہم سے کوئی کام ایسا ہو جاتا ہے جو خلوص کے ساتھ غیر معمولی قربانی و ایثار یا حق پرستی کی مثال ہو تو ہم اپنے نفس میں ایک غیر معمولی بشاشت و مسرت و اطمنان کی لہر پاتے ہیں جو عرصہ تک نمایاں رہتی ہے یہی وہ وجدانی حقائق ہیں جن پر وجداناً نظر ڈالنے کے بعد انکار عقل و حواس پر کبھی کبھی تعجب سا ہوتا ہے کہ ہمارے تجربات و مشاہدات عقلی کی دنیا کس قدر محدود ہے باایں ہمہ انکار حقائق الہیہ میں منکرین

کس قدر غیر محتاط ہیں زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے تھے کہ عقلاً اس قسم کے حقائق تک انسان کی نظر نہیں پہنچ سکتی ؎

ہر پیڑ میں خود اسکا ہی پھل آتا ہے
کانٹا ہو کہ ہو پھول نکل آتا ہے
تو بوئیگا جو کچھ بھی وہی پائے گا
گل آگ میں پانی میں کنول آتا ہے

بہر حال اعمال کے قدرتی عواقب و نتائج کا انکار نظام اعمال و نتائج قدرتی سے انتہائی بے خبری اور مقصدِ حیات کو بھلا دینا ہی ہے۔

Marfat.com

قرآن پاک اور حیات مابعد

۲۸۔ انہیں لوگوں کے متعلق قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے
یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ لَغٰفِلُوْنَ یعنی وہ دنیا کی ظاہری زندگی ہی کو زندگی سمجھتے ہیں اور آخروی زندگی سے غافل ہیں قرآن پاک عقیدہ توحید کے بعد جس حقیقت کی طرف بار بار نوع انسانی کو متوجہ کرتا ہے، وہ حیات بعد الممات ہے۔

بر وئے تعلیم و تدریسِ قرآن، وہ توحید مکمل توحید نہیں جو کائنات و حیاتِ انسانی کو ایک بے کار و بے غایت و مقصد شے بتائے اس لئے کہ وہ خدائے حکیم و کارساز پروردگار ہی نہیں جسکی شانِ تخلیق انتہائی حکمت پر مبنی نہ ہو یا جسنے ایسی کائنات و حیات پیدا کی ہو جو محض عبث شے ہو۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے :۔
اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا

Marfat.com

وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۔ ارض و سما کی تخلیق میں اہل و بصیرت فہم سلیم کے لئے قدرت کی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں ۔ جو لوگ کھڑے بیٹھے اور اپنی ہر کروٹ پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور تخلیق ارض و سما پر غور کرتے ہیں (کہتے ہیں) کہ پروردگار یہ (کائنات) تو نے بیکار پیدا نہیں کی ہے ان آیات میں تو کائنات کی تخلیق اور مقصد تخلیق کی طرف انسان کو متوجہ کیا ہے مگر وجہ تخلیق کائنات چونکہ انسان ہے اس لئے فرمایا ہے۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ ہم نے تمکو عبث پیدا کیا ہے اور تمہاری بازگشت ہماری طرف کو نہیں ہو گی ؟ جب نظام کائنات کی تخلیق بے مقصد و مرام نہیں ہے تو حاصل نظام کو یا اس کے وجود ہی کو جو مقصد نظام ہے ایک بیکار شے کس طرح سمجھا جا سکتا ہے یقیناً اس کی تخلیق کا کوئی خاص مقصود ہے اور وہ بازگشت سوئے ذات واحد ہی ہے مبدا و معاد کا تجسس یعنی انسانی حقیقت آغاز و انجام انسان وہیں سے معلوم کرنا چاہتا ہے جہاں سے اس کو اپنی ہستی و ذات کا ہوش یا شعور نفس ہوتا ہے یہی آغاز بازگشت یا ابتدائے عرفان ہے لیکن انسان اپنے نفس (SELF) کا شعور رکھنے کے ساتھ ذی فہم بھی ہے اس لئے بہ تقاضائے عقل وہ یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ بعد مرگ جب انسان کا نظام جسمانی برہم ہو جاتا ہے زندگی کیونکر باقی

Marfat.com

رہے گی اور آیا علم و عرفان میں ترقی کرے گی یہی وہ اہم سوال ہے جس کا نام مسئلہ بقائے روح ہے عقل انسانی جس تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ کا حل چاہتی ہے وہ وہی اصولِ فکر و نظر ہے جس طرح وہ دوسری اشیاء کا علم حاصل کرتی ہے یعنی بہ تجربہ و مشاہدہ یا بذریعہ حواس، مگر اصلِ حیاتِ انسانی چونکہ کسی دوسری شے کے مماثل نہیں ہے یعنی اس کی طرح کوئی شے بھی عالم موجودات میں نہیں پائی جاتی، اس لئے فہم انسانی علم حقیقتِ حیات و حیات مابعد (حیاتِ بعدِ ممات) سے قاصر ہے۔ ان تمام شبہات کا آغاز جو حیاتِ بعد الممات کے ممکن الوقوع ہونے کے خلاف پیدا ہوتے ہیں اسی مقامِ قصورِ فہم سے ہوتا ہے۔ ان شبہات کے ازالہ کے لئے قرآنِ پاک نے اہلِ بصیرت و فہم سلیم کو زندگی کے ارتقائی مدارج پر غور کرنے کی ہدایت فرمائی ہے ارشاد ہوتا ہے۔

۲۹۔ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ ہم اس امر سے عاجز نہیں ہیں کہ تمہارے امثال حیات یعنی مظاہرِ زندگی کو بدل کر تم کو ایسے عالم میں اٹھائیں جس سے تم واقف نہیں ہو معلوم ہوا کہ حیاتِ بعد الممات امثال و مظاہرِ حیات کی تبدیلی ہی ہے اسلئے غور کرنا یہ ہے کہ کیا حیات بعد الممات ہی امثالِ حیات کی تبدیلی ہے یا آغاز آفرینش سے پورا سلسلۂ حیات تبدّلِ امثال کے ساتھ درجہ بدرجہ

Marfat.com

ترقی کرتا ہوا یعنی انواعِ موجودات سے گزرتا ہوا انسان کی زندگی تک پہنچا ہے۔ زندگی انسان میں حساس و متحرک بالارادہ اور اسکے ساتھ مدرک جزئیات و کلّیات و خود شعور ارتقائے ماقبل بغیر دفعتہً نہیں ہوئی ہے حیوانات میں وہ صرف حساس و متحرک بالارادہ تھی اور حیوانات سے پہلے نباتات میں قوتِ نشو و نما اسی طرح تمام درجاتِ ارتقائے ماقبل میں مظاہر و امثالِ حیات میں ارتقائی تبدیلی ہوئی ہے پھر جب درجات ماقبل میں مفہومِ ارتقائے حیات، تجددِ امثال ہی ہے تو درجۂ مابعد یعنی حیات مابعد میں کیوں اس کے خلاف کچھ اور سمجھا جائے اب رہا یہ امر کہ ارتقائے ماقبل کے تمام امثال (صورتیں) اعراضِ کم و کیف کا مجموعہ ہیں یعنی ہر نوع موجودات اعراض کم و کیف ہی کے ساتھ حاملِ حیاتِ نوعی ہے مگر حیات بعد الممات کے معنی ارتقائے ماقبل سے مختلف ہیں یعنی انسان کی حیات مستقبل (بعد ممات) امثال کم و کیف کے ضمن میں نہ ہوگی بلکہ اس کے امثالِ حیات مماثل انائے جزوی یا نفس انسانی ہونگے یا الفاظ دیگر انسانی حیات مابعد یا ارتقائے نفس ایسے امثال حیات کے ساتھ ہوگا جو مناسب ارتقا ہوں گے۔ ضروری نہیں ہے کہ ہر مرحلہ ارتقا کے لئے امثالِ کم و کیف حاملِ ارتقا ہوں جیسا کہ کہا جا چکا ہے کہ امثال یا اعراض کی قسمیں ہیں اس لئے مسئلہ تجددِ امثال کو جو منہاجِ ارتقائے نفس

یا ارتقائے حیات ہے ذرا تفصیلی طور پر ذہن نشین کر لینا ضروری ہے۔

؎ موجِ حیات آگے نکلتی ہے ہر نفس
اک سلسلہ کے ساتھ ہی چلتی ہے ہر نفس
خود آخرت بھی ایک کڑی ارتقا کی ہے
امثالِ زندگانی بدلتی ہے ہر نفس

اپنے کو ہمیں پڑھنا ہے رفتہ رفتہ
ہستی کی طرف بڑھنا ہے رفتہ رفتہ
ہیں موج کے ارتقا میں لاکھوں وہ نقوش
دامن پہ جنہیں کڑھنا ہے رفتہ رفتہ

Marfat.com

تجدّد امثال

۴۰۔ الفاظ اعراض، مظاہر، امثال، صور اور انگریزی میں FORMS کے ہم معنی ہیں اعراض کی ماہیّت کیا ہے اور ان کی کتنی قسمیں ہیں مقالہ ہٰذا کی ابتدا یعنی مقدمہ ہی میں ظاہر کر دیا گیا۔ جو ہر فرد ایٹم سے لے کر ترتیب وار انسان تک اس کرہ ارض پر جس قدر انواع موجودات ہیں مسئلہ نشو و ارتقا کے اعتبار سے اصل واحد ہی کی تدریجی ترقیوں کے جملہ سلسلہ وار مظاہر و امثال ہیں۔ ہر نوع کائنات کی صورت نوعیہ مختلف ہے جو نوعِ ماقبل ہی کے امثال کی تبدیلیوں کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح انواع کی تبدیلیوں کی مانند افراد میں بھی اعراض و مظاہر یا امثال کی تبدیلی مسلسل جاری ہے استقرار حمل سے کسی جنین[1] انسان کی تکمیل رحم مادر

---

[1] رحم مادر میں جب تک پرورش پاتا رہتا ہے اس کو جنین ہی کہتے ہیں۔

Marfat.com

ہیں پھر ولادت شیر خوارگی سے بڑھاپے تک بہر لحظہ انسانی ہستی
جو شکلیں بدلتی رہتی ہے ان کا نہ پورا مرقع (البم) کسی انسان کے سامنے
آتا ہے نہ ان مسلسل تبدیلیوں کا احساس ہی ہوتا ہے لیکن اگر کسی
انسان کے سامنے اس کے جرثومۂ حیات SPERMATOZOA کو
لیکر اس کے بڑھاپے تک کی بہر لحظہ تدریجی تبدیلیوں کا فلم لایا جائے تو
وہ معلوم کر سکتا ہے کہ وہ کیا سے کیا ہو گیا ہے۔ جزئیات و کلیات یا افراد
و انواع ہی میں تغیر تبدل امثال بہر لحظہ نہیں بلکہ پوری کائنات آغازِ
آفرینش سے اسی صورت سے ہر وقت تبدیل ہوتی رہتی ہے حضرت
ابن عربی کی کتاب فصوص الحکم کے شارح مولانا جامیؒ فرماتے کہ
ابن عربیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ تمام عالم مجموعہ اعراض ہے جو بہر لحظہ بدلتے
رہتے ہیں اور پچھلے اعراض کی جگہ ایک حد تک ان کے مماثل اعراض
بلا تاخیر بنتے ہیں اس لئے دیکھنے والے یہ سمجھ ہی نہیں پاتے کہ آیا عالم میں
کوئی تبدیلی ہر لحظہ ہوتی رہتی ہے یا ایک ہی عالم ہمیشہ دنیا کا رہتا ہے
کائنات تو خیر ایک بہت وسیع شے ہے خود انسان کی ہستی کے اندرونی
و بیرونی مظاہر و امثال میں جو مسلسل تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں اسے ان کا
تو احساس و شعور ہوتا ہی نہیں۔

اگر ہم تجددِ امثال کے معنی متعین نہیں کر سکتے ہیں تو مسئلہ ارتقائے

Marfat.com

حیات کو بھی نہیں سمجھ سکتے اس لئے کہ راہ بطریق ارتقائے مسلسل تو تجدد امثال دا امثال کی تبدیلی ہی ہے۔ لیکن ارتقائے حیات کو اگر انسان کی حیات موجودہ ہی پر (بعد مرگ) ختم سمجھ لیا جائے تو نہ صرف افسانہ حیات نامکمل رہتا ہے بلکہ مقصود ارتقا فوت ہو جاتا ہے تجدد امثال کے نظریہ کے تحت ہم صرف یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ ارتقا کس طرح ہو لیکن کس لئے ہوا یعنی مقصود ارتقا کیا ہے؟ اس سوال کا کوئی جواب اس وقت تک ممکن نہیں جب تک بایقین ہم یہ نہ سمجھ لیں کہ موت انسانی زندگی کو ختم نہیں کرتی ہے بلکہ نئی راہ حیات سامنے لاتی ہے۔ حاصل ارتقا جو ابتک انسان کے سامنے ہے وہ حیات انسانی میں ایسی استعداد کی ترقی ہے جو ذی بصیرت و ادراک ہے مگر انسان کا موجودہ علم و ادراک علم و ادراک کی نامحدود وسعت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے اسلئے اسی مرحلہ پر ارتقا کو ختم سمجھ لینے کے یہی معنی ہیں کہ مقصود ارتقا کچھ بھی نہیں ہے مگر ایسا کس طرح سمجھا جا سکتا ہے جب خود روش ارتقا سے اس غلط فہمی کی تردید ہوتی ہے نیز ملاحظہ ہو د، ۵، و، د، د، مقالہ بذا کی "بہ عنوان" خلاصہ فعل ارتقائے نفس۔

تجدّد امثال کی روشن مثال

الم۔ فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ۔ (قرآن پاک سورۂ واقعہ)

شاہد ہے شفق اور شب اور جس کو شب جمع کرتی ہے یعنی ظلمتِ شب اور چاند جب عقب ظلمت سے نمودار ہو کہ ہم تم کو اسی طرح طبقاً عن طبق درجہ بدرجہ منتہا و مقصود حیات کی طرف) لے جائینگے۔

اس مثال ارتقائے حیات کی معنویت پر غور فرمائے اپنی پوری رنگینیوں کے ساتھ نمود حیات انسان کی موجودہ زندگی ہے جس کو شفق کی سی رنگینیوں سے تشبیہ دی گئی ہے ظاہر ہے کہ شفق کا خود اپنا کوئی جداگانہ وجود نہیں ہوتا ہے وہ آفتاب کی شعاعوں کے رنگوں کا مجموعہ ہی ہوتی ہے اور اس کی رنگینیوں کا دور بہت مختصر ہوتا ہے اس کے بعد اس طرف سے آفتابِ حیات غروب ہو جاتا ہے اور نگاہوں پر اندھیرا

چھا جاتا ہے۔ موت اسی طرح کا عارضی اندھیرا ہے اس لئے اس کے بعد چاند نمودار ہو کر ہمیں یہ بتاتا ہے کہ آفتاب معدوم نہیں ہو گیا ہے اس کے سینے میں آفتاب ہی کا ظہور و نور ہے، یہی ہے حیات حال، موت اور حیات مابعد کی مثال بتایا یہ گیا ہے کہ جب وہ حقیقت جو اصل ہے جملہ مظاہر حیات کی کسی مظہر کی تبدیلی سے معدوم و فنا نہیں ہوتی ہے تو یہ گمان کہ بعد مرگ زندگی ختم ہو جاتی ہے گمان فاسد ہی ہے جو دراصل حقیقت سے بے خبری پر مبنی ہے ارشاد ہوتا ہے کہ ھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُم یعنی تمہاری حقیقت تم سے دور نہیں ہے صاحب بصیرت ہو تو اپنی حقیقت کا خود اپنی ذات میں مشاہدہ کر دے

منطق ہے تری فلسفی دہر عجیب — ہم زیست عناصر کا ظہور ترتیب؟
پہچان لے خود کو تو یہ باتیں نہ کر — خود تیری حقیقت ہے بہت تجھ سے قریب

شفق کے بعد اندھیرے کا دور ہوتا ہے
نکلتا ہے پھر اندھیرے ہی کے غضب سے چاند
یہیں ہیں درجہ بدرجہ منازل ہستی
ہیں منکرین حقیقت کی کتنی عقلیں ماند

Marfat.com

کائنات و حیاتِ انسانی کوئی عبث شے نہیں ہے

۲۴۔ مَا خَلَقْتَ ہٰذَا بَاطِلًا، یہ عالم تخلیق بے کار شے نہیں اس کا کوئی اہم مقصدِ تخلیق ہے یہی مفہوم، متعدد آیاتِ قرانی سے مترشح ہوتا ہے جملہ صحائف انبیا میں قرآن پاک ہی وہ کتاب حقائق ہے جو نظام کائنات و حیات اور مقصدِ نظام پر کامل غور کرنے کے لئے اہل بصیرت و فہم سلیم کو بار بار متوجہ کرتی ہے۔ اگرچہ انبیائے سابقین کے سب صحائف تو آج پائے نہیں جاتے مگر مجموعہ توراۃ و زبور و انجیل تو موجود ہے (اگرچہ اس میں تحریف شامل ہوگئی ہے)، شروع سے آخر تک پڑھ جایئے کہیں بھی طریق عرفان، نظام عالم کی ترتیب و تنظیم، حکمت تخلیق یا شان ربوبیت پر مکمل غور کرنے کو نہیں بتایا ہے۔ ایسا کیوں ہے۔ اس بحث کا یہ محل نہیں ہے۔ محققین اسرار تخلیق کا یہ انکشاف کہ اعراض یا اشکال کائنات ہر وقت بدلتے رہتے ہیں اور ان کی جگہ ان کے مماثل جدید

اعراض لیتے رہتے ہیں اس حقیقت کو روشنی میں لاتا ہے کہ اس کلیہ سے مناظر و مرایا اور کیفیات گرم و سرد کے علاوہ جسم و حجم بھی مستثنیٰ نہیں وہ بھی بہر لحظ محل تغیر و تبدل رہتے ہیں۔

اتنا تو جدید سائنس بھی تسلیم کرتی ہے کہ ذرات جسمانی ہر وقت بدلتے رہتے ہیں یعنی پرانے ذروں کی جگہ نئے ذرے لیتے رہتے ہیں یہاں تک کہ کچھ عرصہ میں بالکل ایک نیا جسم بن جاتا ہے مگر باوجود اس مسلسل تغیر کے شخصیت افراد علیٰ حالہ رہتی ہے یعنی زید اپنے آپ کو زید سمجھتا اور عمر، عمر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مظاہر جسمانی کی تبدیلی سے افراد کی شخصیت نہیں بدلتی ہے۔

قرآن پاک میں یہی فرمایا گیا کہ تمہارے امثال حیات کی مسلسل تبدیلی تم کو ایک ایسے مقام پر پہنچائے گی جس کی تم کو ابھی واقفیت نہیں ہے۔ امثال کی تبدیلی شخصیت کی تبدیلی کو مستلزم نہیں انسانی اناہ EG جس کا اثر ہر فرد میں اس کے نظام کے مطابق ہے ہر فرد کی شخصیتِ انفرادی ہے وہ امثال و اعراض جسمانی کی تبدیلی سے بدلتی نہیں ہے اتنا تو ہر شخص خود اپنے آپ پر غور کر کے سمجھ سکتا ہے کہ باہوش ہونے کے بعد سے تا دمِ غور و فکر وہ وہی شخص ہے جس کو اپنی انفرادیت و شخصیت پر کبھی دوسرے فرد و شخص کا گمان نہیں ہوتا ہے اب رہا یہ

امر کہ اعراض و امثال کی اس تبدیلی کے ساتھ جس کو عرف عام میں موت کہتے ہیں اس کی شخصیت باقی رہے گی یا نہیں رہے گی؟ اس مسئلہ کا حل ہر شخص زندگی کے مسلسل انقلابات کے باوجود بقائے شخصیت سے بآسانی کر سکتا ہے۔ اس اجمالی تبصرہ سے آپ نے اندازہ کیا ہوگا کہ مسئلہ تجدد امثال کیا ہے اور کس قدر کاشفِ اسرار حقیقت ہے

وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ

علمی ترقیوں کے عصرِ حاضر میں بعض مبصرین کا مشاہدہ یہ ہے کہ ہر ذرہ میں ایک نظام شمسی پایا جاتا ہے۔ یہ مشاہدہ تجربی ہو، نظری ہو کہ خیالی اس حقیقت کے اعتراف میں تو کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ تمام ثوابت و سیّارکی طرح ہر ذرہ کائنات بھی اپنی حقیقت کلی کا ایک روشن ستارہ ہے۔ اس حقیقت کی ترجمانی صاحب گلشنِ راز اس طرح فرماتے ہیں ؎

دلِ یک قطرہ را گر بر شگافی
بموج آید ازو صد بحرِ صافی

یہ تو رہا ذرہ و قطرہ کا معاملہ مگر انسان کا وہ خود شعور جوہر جس کو نفس یا اَنائے انسانی کہتے ہیں وہ تو اپنے اندر اتنی بڑی اور وسیع کائنات رکھتا ہے کہ یہ دنیا جو ہمارے احساس و ادراک کی محدود دنیا ہے اس کے مقابلہ میں کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی کیونکہ وہ جوہر

Marfat.com

جس کو ہم یا میں کا مشارٌ الیہ کہتے ہیں اپنی حقیقت کا ایسا مخصوص مظہر ہے کہ جملہ مظاہر جسمی کہ تغیرات مسلسل کا وہ اثر قبول نہیں کرتا ہے جیسا کہ کہا جا چکا ہے۔ غور فرمائیے۔

۴۵۔ اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْشَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاکِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَیْهِ دَلِیْلًا ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَیْنَا قَبْضًا یَّسِیْرًا

کیا تو نے اپنے رب کی شانِ ربوبیت کی طرف نہیں دیکھا کہ کس طرح سائے کو پھیلایا ہے اگر وہ چاہتا تو اسے ساکن کر دیتا یعنی نہ پھیلاتا پھر ہم نے آفتاب کو اس کے وجود کی دلیل ٹھہرایا پھر اسے اپنی طرف آہستہ آہستہ سمیٹ لیا یا واپس لے لیا۔

سایہ سے مراد ظہور ہے۔ حیات انسانی کے وجود کی دلیل خود اس کی حقیقت یا وہ آفتاب ہے جو انسان کے خود شعور نجم انا میں منور ہے۔ انسان میں اپنے حقیقت کی طرف واپسی کا آغاز ابتدائے شعور ہی سے ہو جاتا ہے پھر زندگی کے مظاہرِ جسمانی کے مسلسل تغیرات اس حد پر ختم ہو جاتے ہیں جس کو موت کہتے ہیں لیکن یہ اختتام حیات نہیں ہے۔ اصل حیات انسانی نفس شاعرہ کا بتدریج اپنی حقیقت کی طرف واپس جانا ہے تاکہ بعد کشف حجاب مکمل شاہد حقیقت ہو سکے وہ حیات جس کے بالمقابل موت ہے، وہ نظام جسمانی کا ہر لحظہ تغیر پذیر

Marfat.com

قیام ہے کہ جس کا انجام مکمل برہمیٔ نظامِ جسمانی ہے اسی حیات وموت کا مفہوم یہ ہے ؎

زلیست کے ساتھ ہی قالب میں قضا بھی آئی
شمع آئی میرے گھر میں تو ہوا بھی آئی

کوئی زیست تربت میں سوتی نہیں ہے
حقیقت کبھی خاک ہوتی نہیں ہے

Marfat.com

رہروِ منزلِ حیات کی آمد و واپسی

۴۲۔ راہ حیات کو اگر متنا ہی نہ سمجھا جائے اور انسان اپنی نگاہ کو ماضی غیر محدود کے مشاہدہ کے لئے وسیع کرے تو یہ سمجھنا دشوار نہیں کہ اس کی زندگی کا آغاز نہ استقرار حمل ہے نہ ولادت، موجِ حیات اپنے سرچشمۂ آغاز سے خدا جانے کب پیدا ہو کر رفتہ رفتہ سیلاب کی طرح آگے کو بڑھی اور درمیان میں اس عارضی کنارے سے ٹکرائی جس کو انسان کی موجودہ زندگی کہتے ہیں۔

اس حقیقت کی ترجمانی دوسرے لفظوں میں یوں کی جا سکتی ہے کہ انسان وہ مسافرِ ازل ہے جو بے شمار مراحلِ حیات کو طے کرتا ہوا موجودہ منزلِ حیات پر پہنچا ہے اور یہ تمام سفر اس کی راہ آمد بتاتا ہے۔ اس منزل سے اس کی واپسی شروع ہوتی ہے مگر کس طرف کو؟ سمت و جہت سے مادری یعنی اپنے مبدۂ آغاز کی طرف کہ وہی اس کی زندگی کی

Marfat.com

ابتدا ہے اور وہی منتہا ہے۔

قرآن پاک میں انسانوں کو مخاطب کرکے پوچھا گیا ہے اِنَّآ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْن کیا تمہاری واپسی ہماری طرف کو نہ ہوگی؟ درآں حالیکہ تم اپنے آغاز کو بھلا نہیں سکتے ہو؟ خود اس سوال قرآنی میں یہ دوسرا سوال مضمر ہے جملہ مظاہر جو اپنی حقیقت سے برآمد ہوتے ہیں ان کی مثال امواجِ دریا کی سی ہوتی ہے کہ دریا سے برآمد ہو کر دریا ہی میں محو ہو جاتے ہیں، اسی طرح جملہ مظاہر حقیقت کی بازگشت اپنی حقیقتِ مطلق کی طرف یقینی ہے۔

بروئے تعلیم قرانی تخلیق انسانی کا راز یہ ہے کہ خدا نے انسان کو اپنے پہچاننے کے لئے پیدا کیا ہے اور اس پہچان کی ابتدا اس طرح کی ہے کہ انسان پہلے کائنات میں اپنے آپ کو پہچانے علم سے بھی اور عمل سے بھی اسی پہچان میں جس حد تک وہ ترقی کریگا اتنا ہی خدا کو پہچانے گا اور اگلی زندگی میں اس کو معلوم ہوگا کہ اس نے خدا کو کتنا پہچانا ہے یعنی کس درجہ صاحب بصیرت ہو کر اس نے دوسری منزلِ حیات میں جو منزل امتحان علم و عمل ہے قدم رکھا ہے۔ اس عقیدے میں سب سے بڑا حائل حواس و عقل کا یہ مغالطہ ہے کہ زندگی بعد موت ختم ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس امر کا کوئی امکان ہی نہیں کہ اگلی زندگی پچھلی زندگی کی کوئی پیوستہ کڑی ہو سکے۔ اصل میں منکرِ حیات مابعد صرف منکرِ حیات مابعد ہی نہیں

Marfat.com

ہوتے ہیں اس سے پہلے وہ منکر خدا بھی ہوتے ہیں اس لئے قرآن پاک نے اپنی تدریس میں عقیدۂ حیاتِ بعد الممات سے پہلے عقیدۂ توحید کی طرف نوع انسان کو بار بار متوجہ کیا ہے۔

خدا کو ماننے کے بعد، عقیدۂ حیات بعد الممات کہ ضمنی عقیدہ ہے محتاج ثبوت ہی نہیں اس لیے کہ وہ خدا جس نے کائنات کو پیدا کیا وہی خالق حیات بھی ہے، اور اس کی حکمت بے پایاں، انسان کے محدود دائرہ فکر و نظر سے ماورئ ہے، پھر کوئی صاحب بصیرت منکرین کے ان سوفسطیا نہ دلائل کی طرف غور کرے جو ان کی خام خیالی کا نتیجہ ہیں یا قدرت کے نامتناہی علم کو اپنا مقصود مطالعہ بنائے، قدرت کے بحر نامتناہی میں انسان کس گنتی میں ہے ؎

اک گھاس کا تنکا دریا کی موجوں میں بہتا جاتا تھا
اور بہتے بہتے دریا کی موجوں سے کہتا جاتا تھا
سنتے ہیں کوئی دریا ہے کیا تم نے دریا دیکھا ہے
موجوں نے کہا دیکھا تو نہیں البتہ سنا تو ایسا ہے
خود دریا محو تبسم تھا ان باتوں پر نادانوں کی
تھا عین حقیقت آپ مگر نظروں سے تھا دیوانوں کی

حقیقتِ حیات بعد الممات کے شواہد جو قرآن پاک نے اہل بصیرت

Marfat.com

وفہم سلیم کے سامنے رکھے ہیں وہ تمام تر نفسیاتی و وجدانی ہیں اس لئے کہ قدرت نے انسان کو رموزِ کائنات معلوم کرنے کے لئے عقل عطا کی ہے اور بصیرتِ نفسی حقائقِ ماورائے کائنات کے ادراک کے لئے، اسلئے وہ شواہد ہی جو بصیرت نفسی میں معاون ہوں، کاشف حقائق ہو سکتے ہیں اور وہ وجدانی یا نفسیاتی ہی ہو سکتے ہیں۔ قرآنِ پاک کی ہر ایک آیت اس سلسلہ میں گوہرِ معارف ہے، ارشاد ہوتا ہے۔

۲۴۔ لَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ اُلخ (معاصی پر ملامت کرنے والا نفس شاہدِ حیاتِ بعد الممات ہے)۔

نظامِ جسم انسانی مجموعہ ہے پوست استخواں اعضا و جوارح اور باریک باریک ہزار ہا اعصاب و شرائیں و ورید اور رگوں اور عضلات (پٹھوں) کا یوں سمجھئے کہ بڑی سے بڑی مشین میں جتنے پرزے ہوتے ہیں اس سے بہت زیادہ اس چھوٹے سے انسانی جسم کے اجزا یا آلاتِ کار ہیں انسان کے سانس لینے کے یہ معنیٰ ہیں کہ ایک بہت بڑی مشین یا کارخانہ متحرک ہے نظام جسم انسانی تو خیر ایک بڑی شے ہے۔ انسان کی آنکھ جو اس نظام کے مقابلہ میں ایک بہت چھوٹا سا حصہ معلوم ہوتی ہے اس کے نظام کی بھی یہ صورت ہے کہ تصویریں جو آنکھ کے پہلے پردے پر الٹی اترتی ہیں ان کو سیدھا کر کے ذہن انسانی تک پہنچانے کے لئے تقریباً تین لاکھ

خوردبین سے نظر آسکنے والی پلیٹیں آنکھ میں ہوتی ہیں اس پر قیاس کیجئے باقی نظامِ جسمِ انسانی کی حیرت انگیز میکانکی وسعت کو۔ نظامِ جسمانی کی طرح، نظام ذہنی کا بھی یہی عالم ہے۔ منخ (بھیجے) کا ہر ذرہ ایک دنیائے احساس اپنے اندر رکھتا ہے نہ معلوم کتنی دنیائیں دماغ کے اندر بسی ہوئی ہیں اس کے بعد اس نظامِ علم و ادراک و قصد اور ارادے پر نظر ڈالئے جس کا مرکز خاص نفس انسانی ہے!!

اس نظام کو بحث مجموعی سامنے لانے کے بعد یا اس کا تصور کرنے کے بعد یہ قطعی ناممکن ہے کہ ہم اس کے کسی جزو یا کسی پرزے کو غیر ضروری اور بے کار قرار دیں۔ یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ انسان کی نفسی، ذہنی اور جسمانی ساخت اپنے اندر کوئی زائد اور بے کار شے نہیں رکھتی ہے، ہر شے کا کوئی فطری مقصود ہے اور بحیثیت مجموعی تمام مقاصدِ اعمال کسی مقاصدِ حیات کے مبادی ہیں اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نفس انسانی میں حاسۂ ضمیر قدرت نے کس لئے پیدا کیا ہے، ضمیر انسانی انسان کو اس کی غلط کاریوں پر کیوں ملامت کرتا ہے اور ادائیگی فرائض سے کیوں مطمئن ہوتا ہے اگر اعمال و اخلاق میں حسن و قبیح ایک اضافی احساس ہوتا اور بذات نہ کوئی عمل اچھا ہوتا ہے نہ برا تو ملامت و مسرتِ ضمیر کے کیا معنی ہیں ہم

Marfat.com

کیوں کسی مظلوم اور مصیبت زدہ شخص کی حالت دیکھکر متاثر ہوتے ہیں اور کیوں ایک ہمدردی کا جذبہ اپنے دل میں محسوس کرتے ہیں اور کیوں اس کے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ کرتے ہیں اس کے ساتھ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ہمارا ضمیر ہمارے اس کام سے کیوں مطمئن و مسرور ہوتا ہے برخلاف اس کے اگر ہم کوئی ایسا کام کرتے ہیں جس سے ہم اپنے ذاتی مفاد کے لئے کسی دوسرے شخص کو جانی اور مالی نقصان پہنچاتے ہیں تو کیوں ہمارا ضمیر ہم کو ملامت کرتا ہے اور کیوں ہم ایک انفعالی کیفیت یا ندامت اپنے نفس میں محسوس کرتے ہیں۔ ۹

اگر ہم نیکی اور بدی یا حسنات و سیات کا کوئی وجود مانتے ہیں تو ہمیں ان سوالات کا جواب دینا کچھ بھی دشوار نہیں آپ کہتے ہیں کہ ضمیر انسانی ارتکاب معاصی پر انسان کو ملامت کرتا ہے اور اچھے کاموں سے مسرور و مطمئن ہوتا ہے۔ لیکن یہ کہدینے سے اصل سوال اپنے مقام پر قابلِ حل ہی رہتا ہے کہ ہمارا ضمیر کس طرح بغیر غور و فکر دفعتہً نیک و بد میں امتیاز کرتا ہے؟

۴۵۔ وجدان کی بحث میں آپ یہ معلوم کر چکے ہیں کہ تمام وجدانی احساسات غور و فکر سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ بے رحمی سے دل کو تکلیف ہوتی ہے، بے حیائی سے نفرت، دردمندوں کی مخلصانہ امداد سے

Marfat.com

دل خوش ہوتا ہے اور بے دردی سے مغموم یہ اور اس قسم کے تمام جذبات واحساسات وجدانی ہی ہوتے ہیں جو جزوِ فطرتِ انسانی ہوتے ہیں شرمندہ غور وفکر نہیں ہوتے ہیں اور اس قسم کے احساسات کا جامع حاسہ ضمیر ہی ہوتا ہے۔

مانا کہ یہ احساسات فطری وجدانی ہوتے ہیں مگر فطرت نے یہ تفریق نیک وبد انسان میں کیوں پیدا کی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ نیک وبد دونوں طرح کے انسان مرکر یہیں زمین کا پیوند ہو جاتے ہیں نہ کچھ نیکی کا نتیجہ مابعد معلوم ہوتا ہے نہ بدی کا۔ اگر ضمیر کے یہ امتیازات نیک وبد محض بے نتیجہ ہی ہیں تو سوال یہ ہوتا ہے کہ پھر اس حاسہ کا فطری مقصد کیا ہے؟ وجدانِ صحیح جن حقائق کا ادراک کرتا ہے وہ وہی ہوتے ہیں جن کا علم انسان کے لئے لازمی وضروری ہے مثلاً وجدان ایک حقیقت مطلق کا جو واجب الوجود ہے یقین کامل اہل بصرت میں پیدا کرتا ہے اور یہ یقین شاہراہِ حیات انسانی کے لئے شمع راہ ومنزل ہے انسانیت کی تمام رفعتیں اسی یقین کامل کی رہین منت ہیں یہ اگر نہیں تو انسان چاہے کتنا ہی زیرک اور ماہرِ عقلیات ہو گرفتارِ محسوسات وناواقفِ مقصودِ حیات ہی رہتا ہے یہی صورت دوسرے وجدانی امور کی ہے۔ نیکی وبدی کے امتیازات بھی حقائق وجدانی

Marfat.com

ہیں جن کا امتیاز موجودہ زندگی میں نہایت ضروری ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ضمیر انسانی انہیں اخلاق واعمال کو مذموم بتاتا ہے کہ جن کا مآل کار انسان کو اگلی زندگی میں عذاب الیم ہوگا اور انہیں کو مستحسن بناتا ہے جو مستقبل میں بنائے جنت فردوس اپنے نتائج اخروی کے اعتبار سے ثابت ہوں گے اس طرح ضمیر انسانی حیات بعد الممات کا شاہد ومخبر ہے نہ کہ محض ایک فضول شے

اگر یہ کہا جائے کہ ضمیر کوئی فطری حاسہ نہیں، تعلیم وتربیت اور گرد وپیش کے اثرات سے ایک ثانوی حاسہ پیدا ہو جاتا ہے جو بعض انسانوں میں ہوتا ہے، سب میں نہیں اس لئے اس حاسہ کی بنا پر کسی خلق وعمل کو مستحسن وغیر مستحسن قرار نہیں دیا جاسکتا

اگر یہ خیال صحیح تسلیم کر لیا جائے تو ضمیر انسانی سے پہلے وجدان وبصیرت انسانی کا انکار لازمی ہوگا اس لئے کہ ضمیر تو جزوِ وجدان کی ایک جہت وجدانی ہی کا نام ہے جس کا تعلق انسان کی عملی زندگی کی پرکھ سے ہے یا یوں کہئے کہ عملی زندگی میں حق وناحق میں فرق کرنے والے وجدان ہی کو ضمیر انسانی کہتے ہیں مگر جس طرح عقل وفہم کے وجود کا انکار کوئی عاقل نہیں کر سکتا اسی طرح وجدان کے وجود کا انکار بھی کوئی ذی بصیرت انسان

Marfat.com

نہیں کر سکتا اس لئے کہ اس انکار کے خلاف تو سب سے پہلے
اپنی ہستی کا اعترافِ بے دلیل و قیاس ہے جو تمام تر وجدانی ہے[1]

؎ جہل کو اپنے چھپاتے ہیں جو دانائی سے
بچ نہیں سکتے کبھی عقل کی رسوائی سے

منکرِ علم کے انکار سے کیا ہوتا ہے
خود ٹپکتا ہے نظر سے جو چھپا ہوتا ہے

---

[1] اس حقیقت سے انکار محض تنگ نظری ہے کہ ضمیر انسان کے ساتھ بعض شخصی احساسات بھی شامل ہو جاتے ہیں ان کی بنا پر بھی اچھائی اور برائی کا ایک محدود دائرہ ہوتا ہے جو ہر شخص کا جداگانہ ہوتا ہے مگر ان کی بنا پر کوئی عام حکم کسی عمل کے اچھا یا برا ہونے کا نہیں لگایا جا سکتا ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فلسفہ نفس کی فصل احساسات نفس۔

Marfat.com

ربوبیّت کی تفسیر جاری یا مسلسل ارتقا

یہ عالم فصلِ اول ہے وہ عالم فصلِ ثانی ہے
مسلسل لکھی جاتی گو کتابِ زندگانی ہے

۴۶۔ قرآنِ پاک کی تعلیم سے ثابت ہے کہ پروردگار نے اس عالم آفرینش کو تدریج (خلق السمٰوٰتِ والارض فی ستۃّ ایام) پیدا کیا ہے اور اسکی تخلیق کا متمم اس عالم مابعد کو بنایا ہے جس کو عرش حقیقت فرمایا ہے اور چونکہ انسان ہنوز اپنی منزلِ تکمیل سے کہ وہی اس کی منزلِ مقصود ہے بہت دور ہے اس لئے یہ ارتقا مسلسل جاری ہے ؎

ہے بعد حیات ہی حیاتِ مابعد ہستی کے نہیں غیر مسلسل درجات

استنادِ عقیدہ حیاتِ بعد الممات کے لئے یہ چند آیات قرآنی ہی بہت کافی ہیں، تفصیلی علم تو ان محرمِ اسرارِ حیات و کائنات ہی کا مقام ہے جن کے دلوں کو پروردگار نے اپنے مخفی بھید و رح کے علم کے لئے کھول دیا

Marfat.com

خدا اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے علم غیب کے لئے انتخاب فرما لیتا ہے (قرآن پاک) اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کیا ہم نے تمہارے سینے کو علوم مخفی کے لئے نہیں کھول دیا ہے (قرآن پاک)

* ——— *

سہ علم باری کا نہ مفہوم زمانہ سمجھا

کامل انسان ہی توحید کے معنیٰ سمجھا
ہر طرف پاتی ہے جس کو نگہِ نامحرم
ہے فقط علم کے اندر ہی وہ بزم عالم
وحدتِ علم کی تفسیر ہے سارا عالم
یعنی ہے شاہدِ معنی کا اشارا عالم
علم باری کی تجلی ہی کا ہے نام انسان
ازلی بادۂ توحید کا ہے جام انساں

Marfat.com

باب چہارم

انسان و انسانیّت

۴۷۔ اگر انسان و انسانیت کا صحیح مفہوم سمجھ میں آجائے تو جملہ غلط فہمیوں کا ازالہ جو وجود انسانی کے متعلق پیدا ہوتی ہیں خود بخود ہوسکتا ہے محسوسات ہی کو واحد ذریعہ علم و ادراک اور منتہائے علم سمجھنے والے انسان کو بھی منجملہ دیگر حیوانات کے ایک ترقی یافتہ حیوان ہی سمجھتے ہیں ان میں جو نشو و ارتقا کے بھی قائل ہیں وہ بھی ارتقا کی انتہا ترقی یافتہ شکل حیوان ہی سمجھتے ہیں۔ ڈارون کے نظریہ ارتقا ہی کی خصوصیت نہیں ہے انسان کی تعریف 'حیوانِ ناطق' بہت پرانی تعریف ہے۔ مگر انسان کو قرآنِ ناطق سمجھنا قرآنِ ناطق ہی کا وہ انکشاف ہے جس نے تعریف و تعارف کی دنیا کا رخ بدل دیا۔

معنی قرآنِ ناطق کے ذیل میں مفہوم انسان سمجھ لیجئے انسانیت کی

تعریف خود بخود ذہن میں آجائے گی :-

اَتَزْعَمُ اَنَّکَ جِرْمٌ صَغِیْرٌ وَفِیْکَ انْطَوَی الْعَالَمُ الْاَکْبَرُ امام العرفا

حضرت علی مرتضیٰ، تو اس خیال خام میں مبتلا ہے کہ تو ایک ذرا سا جرثومہ ہے، در ال حالیکہ تجھ میں عالم کبیر یعنی تمام کائنات مخفی ہے ؎

تو بہ معنی جان جملہ عالمے

ہر دو عالم خود توئی بنگر دمے (حضرت فریدالدین عطارؒ)

تمام کائنات کی تو جان ہے دونوں عالم خود تو ہے ذرا غور کر!

مقام آدمِ خاکی سے تو واقف نہیں ناداں !!

سمجھ انسان عالم میں ہے یا عالم ہے انساں میں ؟

عالم محسوس ہو کہ معقول، عمرانی ہو کہ وجدانی، ظاہری ہو کہ باطنی ماقبل ہو کہ مابعد، وجود انسانی ہی کا شارح ہے۔ اگر انسان مقصود آفرینش نہ ہوتا تو نہ یہ عالم ہوتا نہ وہ عالم جو اس کا متمم ہے علم باری تعالیٰ میں مقصود آفرینش نقشۂ تعمیر آفرینش سے مقدّم تھا ؎

تعمیر کے مقصد سے تعمیر نہیں پہلے دنیا سے بہت پہلے دنیا میں بشر آیا

یہ تخیلاتِ شاعرانہ نہیں، غور فرمائیے کہ آیا کائنات اور فطرت ایک ہی چیز ہے یا دو جداگانہ چیزیں اور اگر فطرت و کائنات میں کوئی مابہ الامتیاز ہے تو کائنات و فطرت میں باہمی تعلق کیا ہے اس

Marfat.com

مسئلہ پر غور کر لے کے بعد ممکن ہے کہ آپ اس نظریہ سے متفق ہو سکیں کہ فطرت ہمہ گیر قوتِ تدبیر و تنظیم ہے اور کائنات حاصلِ تدبیر و تنظیم اب سوال یہ حل طلب رہتا ہے کہ مقصدِ تدبیر و تنظیم کیا ہے؟ فطرت کے کسی عمل کو ہم عبث اور بے کار تو سمجھ نہیں سکتے، جب ہر ذی فہم انسان کے تمام اعمالِ بالقصد مقاصد پر مبنی ہوتے ہیں تو فطرتِ عالم و عالمیاں کو مصروف عمل بے معنیٰ کیوں کر قرار دیا جا سکتا ہے۔ یقیناً کوئی مقصودِ تدبیر و تنظیم ہے اور ہونا بھی چاہیئے کہ تصورِ تدبیر و تنظیم سے مقدم طور پر تصور غایت مقصد ذہن انسانی میں آتا ہے۔

مخلوقات ارضی میں، اشرف المخلوقات تو انسان کو سب صاحبِ امتیاز مانتے ہیں مگر کیا تعمیرِ وجود انسانی جاری ہے یا مکمل ہو چکی ہے یا شجرِ انسانیت ہنوز منزلِ نشو و ارتقا میں ہے یا اس کی بہار یہی ہے جو چاروں طرف جنگ و جدال یا حق و حقوق سے تجاوز کے عملی مظاہروں کی صورت میں رونما ہے پھر اگرچہ انسان نے از منۂ سابقہ کے مقابلہ میں علوم و فنون میں بہت زیادہ ترقی کر لی ہے مگر کیا یہ ترقی منتہائے علم و ادراک سمجھی جا سکتی ہے؟ ایک طرف تو علم کا لامتناہی سمندر ہے اور دوسری طرف گرفتارِ قید و بندِ حواس، انسان، اس قسم کے تمام مشاہدات یہی یقین دلاتے ہیں کہ فطرتِ تعمیرِ انسان نے ابھی اپنا کام مکمل

نہیں کیا ہے تکمیل تعمیر کے لئے ایک ایسے عالم کی ضرورت ہے جس میں انسان تمام مانع علم و ادراک قیدوں سے بری ہو۔ شجرِ انسانیت کی اس درمیانی منزل نشو و نما کو منتہائے ارتقا نہیں سمجھا جا سکتا اور نہ یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ درخت کسی صورت سے آگے کو ترقی نہیں کر سکتا ہے یعنی فطرت ربی کے پاس بجز ان ذرائع کے جو محدود عقل و حواس کو حدود میں بند کرتے ہیں کوئی اور ذریعہ تکملۂ انسانیت کا نہیں ہے

قوانین فطرت کا علم انسان کو جتنا بھی ہے وہ اپنی موجودہ حدِّ علم و ادراک ہی تک ہے مگر چونکہ انسان بالعموم ہنوز طالبِ تکمیل ہے اس لئے اس کے قوانین فطرت کا علم بھی قطعی محدود و نا مکمل ہے اسلئے اس علم محدود کی بنا پر نا مکمل تعمیر انسانیت کو ناقابلِ تکمیل یا مکمل سمجھ لینا تو کسی طرح صحیح نہیں ہے اس ادعائے علمی سے تو اعتراف لاعلمی بہت زیادہ بہتر ہے۔

تعمیر کائنات انسان کے وسیع ترین مسئلہ کو نہ چھیڑئے آپ اپنے کسی معمولی سے معمولی حاضرالوقت کام پر نظر ڈالئے اس کا سلسلہ مکان و زماں کی تمام حد بندیوں سے گزرتا ہوا آپ کو ازل سے شروع ہوتا ہوا معلوم ہوگا اگر ایسا نہ معلوم ہو تو سمجھ لیجئے آپ کی نظر سلسلہ علت و معلول پر نہیں آپ کوئی سانس بھی نہیں لے سکتے اگر پورا نظام کائنات

معاونِ تنفس نہ ہوا ور نظام عالم کی کڑیاں ازل سے ایک دوسرے سے پیوستہ یا ملتی ہوئی وہاں تک نہ چلی آئی ہوں جس مقام پر آپ اپنے آپ کو ذی قصد وارادہ پا رہے ہیں اور آپ زندگی کی سانس لے رہے ہیں یا کوئی اور کام کر رہے ہیں مگر کیا یہ سلسلہ علت ومعلول اسی حد پر ختم ہو جاتا ہے جہاں آپ اپنے کسی کام سے فارغ ہو جاتے ہیں، یقیناً ایسا تو نہیں ہے ہر ہر ارادی عمل کا ایک نفسی نتیجہ مابعد ہوتا ہے چاہے آپ کو اس کا شعور وادراک ہو یا نہ ہو اس طرح فطرت کے اس عملِ تعمیر کو جس کو حیاتِ انسانی یا وجود انسانی کہتے ہیں ازل سے شروع ہوتا ہوا پا کر اس ناتمام منزل پر جو آج انسان کے علم وعمل کی ہے ختم نہیں سمجھا جا سکتا۔ چاہے ہمیں اس کے ارتقائے مستقبل کا علم فی الحال براہ راست بذریعہ وجدان و بصیرتِ نفسی حاصل ہو یا نہو انسان وانسانیت کے اس تصور کلی کے لحاظ سے جو مقصود تخلیق کائنات ہے، انسان مکمل ہر دو عالم کے حقائق کا جامع ہے اور انسانیت کبریٰ ظاہر و باطن کی تمام صفات پر حاوی ہے علم تصوّف کی اصطلاح میں اسی جامعیّت کبریٰ کو حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اصل مظاہرِ دو عالم کہا گیا ہے اور یہ نقطہ نظر حدیث اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَکُلُّھُمْ مِنْ نُوْرِیْ کا شاہد ہے میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام موجودات میں میرے نور کا ظہور ہے،۔

یہی جامعیتِ انسانی جو مقصودِ تخلیق ہے وہ گوہرِ علم و عرفان وامانتِ الٰہیہ ہے جس کی حامل و امین انسان کے علاوہ کوئی دوسری مخلوقِ عالم نہ ہو سکی، اور یہی جامعیت مشرفِ نیابتِ الٰہیہ ہے اور اسی جامعیت کے قدموں پر وہ تاجداری ہے جس کے تابع زمین و آسمان ہیں بمصداق سَخَّرَ لَکُم مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ تمہارے تابع ارض و سما کی ہر شے کو کر دیا گیا۔

ازمنہ سابقہ کے مقابلہ میں انسان کی ذہنی و فکری ترقی اور اس کے تحت روز افزوں ایجادات و اختراعات گوناگوں سب کے سامنے ہیں، ہوا و فضا غاشیہ بردار انسان ہے۔ سمندر اس کی باربرداری کا سفینہ تمام فاصلے اس کے قدموں کے نیچے، وقت کا حاکم، برق اس کے نام و پیام کی خدمت پر مامور جن چیزوں کا پہلے تصور بھی خواب و خیال تھا آج وہ ہر وقت کا بہت معمولی مشاہدہ ہے مگر ایجادات و اختراعات کی یہ ترقی اور بعض اسرار طبیعات کی دریافت انسان و انسانیت کی معراجِ ترقی تو نہیں ممکن ہے کہ کبھی انسان سیاروں پر بھی اپنے اقتدار کا سکہ جمالے لیکن یہ اقتدار و غلبہ نیابت الٰہیہ نہیں، نیابت الٰہیہ کی شرط اولیں، علم الاسما یعنی معرفت ذات و صفاتِ باری تعالیٰ ہے۔ خدا کو بھول جانے والی فرعونیت کو آدمیتِ ابراہیمی و محمدی سے کیا نسبت

Marfat.com

اسی طرح علوم مادی کو منتہائے علم بشری سمجھنے والے انسانوں کو معارفِ الٰہیہ سے کیا تعلق۔ علم و اشیا کی جہانگیری مسلم مگر یہ جہانگیری خدا کو بھول کر شرفِ انسانیت نہیں ننگِ انسانیت ہے ہر انسان اپنی عرفانی ترقیوں اور مکارم انسانیت کے فروغ سے یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ کس حد تک انسان ہے لیکن انسان چونکہ علی الاکثر ہنوز اپنی منزلِ مقصودِ حیات سے دور ہے اور تشنۂ تکمیل ہے اس لئے اس کی تکمیل یعنی ارتقائے بصرت کے لئے ایک ایسے عالم کی ضرورت ہے جس میں اِس عالم کی خامیاں انسان سے دور ہو جائیں۔

ؔ رب کو رب مان کر دل نادان
پوچھتا ہے کہ آخرت کیا ہے
زیست کی جو نہ کر سکے تکمیل
وہ مکمل ربوبیّت کیا ہے

Marfat.com

عدم و وجود

۴۸۔ گذشتہ فصل یعنی قرآن پاک اور حیات مابعد اور اس کی تفصیل کے دوران میں مسئلہ مبدأ و معاد پر حتی الامکان پورے تجزیہ کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے بعد اب ہم مادیین اور طبیعیین منکرین و ملحدین کی اس تنگ نظری پر بھی غور کرتے ہیں کہ اعادۂ معدوم عقلاً محال ہے اور حیاتِ انسانی بعد مرگ معدوم ہو جاتی ہے اس لئے اس کا اعادہ یعنی حیات بعد الممات ناممکن ہے۔

اس سے پہلے کہ ہم مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر غور کریں ہمیں یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ عدم و وجود کی حقیقت و اصلیت کیا ہے اور عدم وجود میں اگر کوئی مناسبت و تعلق باہمی ہے تو کس قسم کا ہے؟ عدم مطلق کا تو کوئی وجود ہی نہیں ہے یعنی جو شئے نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے اس کا وجود کہاں۔ البتہ ایسی چیزیں جن کا خود اپنا کوئی

Marfat.com

مستقل وجود نہیں اور وہ اصل وجود کے اعراض غیر مستقل ہیں وہ معدوم یعنی محوِ اصل ہوتی رہتی ہیں اور یہی اصل وجود کی وہ عارضی صورتیں (FORMS) ہیں جن کا محوِ اصل ہوتے رہنا تصورِ فنا و عدم پیدا کرتا ہے مگر اس فنا و عدم کا اصل وجود پر کوئی اثر نہیں ہے یہ قول تجربہ ومشاہدہٗ استقراء و قیاس ہر نقطۂ نظر سے بالکل ترجمانِ حقیقت ہے کہ موجود مطلق کبھی معدوم نہیں ہوتا اور معدوم مطلق کبھی موجود نہیں ہوتا بعض صورتیں عدم کی بالمقابلِ وجود کی ایسی بھی ہیں جو صرف التباس حواس کا نتیجہ ہیں مثلاً نگاہوں میں تاریکی کا بھی کوئی وجود ہے حالانکہ اخفائے نور کا اثرِ اضافی ہی ظلمت ہے ورنہ ظلمت کا کوئی جداگانہ وجود نہیں اسی طرح فاصلہ اور وقت یا زمانہ کا وجود اضافی ہے کہ متخیّل ہے مگر حقیقتاً تصور بے وجود ہے۔ اس لئے یہ سمجھنا غلط نہیں کہ اصلِ عدم عارضی مظاہر وجود کا مخفی یا محوِ اصلِ وجود ہونا ہی ہے ہم کوئی بات سوچتے ہیں اور پھر اس پر کسی وجہ سے غور کرنا ترک کر دیتے ہیں لیکن کچھ دیر کے بعد پھر اسی بات پر غور کرتے ہیں۔ سمجھنا یہ ہے کہ جب ہم نے اس پر غور و فکر کو ملتوی کر دیا تھا تو وہ نقطۂ نظر جو ہمارا کسی بات پر غور کرنے کے لئے تھا اور وہ مقصود غور و فکر کیا حالت التوا میں معدوم و فنا ہو گیا تھا یا بالفعل سے بالقوت ہو گیا تھا۔ یہی سوال سکوت کلام کے پیش نظر ہوتا ہے کہ

جب ہم بالقصد خاموش رہتے ہیں تو کیا ہماری قوتِ کلام واستعدادِ تکلم معدوم وفنا ہو جاتی ہے یا بالفعل سے بالقوت؟ پھر یہی صورت ان تمام استعدادوں کی ہے جو قوت سے فعل میں اور فعل سے قوت میں کسی نظام کے تحت تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ حواس مظاہرِ وجود کے مجموعہ کو اصل وجود بتاتے ہیں یعنی ان کے نزدیک کسی شے کا جسمانی ہونا ہی اس کے مستقل وجود کے مرادف ہے ورنہ وہ اصل وجود جو حاملِ جمیع مظاہر واعراض ہے اپنی انتہائی بساطت ولطافت کی وجہ سے نہ محسوس بالحواس ہے نہ مدرکِ بالعقل۔ اسی بساطتِ محض کا جس کے مظاہر جملہ اعراض وامثال ہیں ایک مظہرِ خصوصی انائے انسانی ہے جو نہ محسوس بالحواس ہے نہ مدرک بالعقل۔ ہم صرف وجداناً وجودِ نفسِ انسانی یا انائے جزوی کے معترف ہیں اپنی اصل ہستی کا اثبات کسی دلیلِ عقلی ومشاہدہ تجربی سے نہیں کر سکتے۔

اس بحث کے بعد ہم یہ کہتے ہیں کہ جب حواس اصل وجود ومظاہر ہی میں امتیاز نہیں کر سکتے تو منافی ونقیض وجود یعنی عدم کا کوئی صحیح مفہوم کیونکر سمجھ سکتے ہیں مگر حواس یہ تمیز تو رکھتے ہی نہیں البتہ عقلِ انسانی کو اکثر مغالطات میں مبتلا کر دیتے ہیں، بواسطہ، حواس ہمارا عدم و وجود کا غلط تصور التباس حواس ہی کا نتیجہ ہے۔

Marfat.com

اصل وجود وہ حقیقت ہے جو مستقل اور قائم بالذات ہے جس کا ظہور تمام مظاہرِ کائنات میں ہے صورتیں بدلتی رہتی ہیں حقیقت کبھی نہیں بدلتی تمام اضافات وجود یعنی اعراض کو حذف کرنے کے بعد جو حقیقت حذف نہیں کی جا سکتی وہی اصل وجود ہے اور وہی قائم بالذّات وغیر مبدل ہے ؎

ہر لحظہ ایک حقیقت کے افسانے بدلتے رہتے ہیں
ہے غیر مبدّل شمع ازل پر ولنے بدلتے رہتے ہیں

بہر حال، اصل وجود کی جملہ وجودی صلاحیتیں جو بالقوت سے بالفعل ہوتی ہیں، نہ عدم سے عرصہ وجود میں آتی ہیں نہ موجود سے معدوم محض ہوتی ہیں۔ انائے انسان بھی جس کے اعمال و کیفیات کا مجموعہ انسانی حیاتِ شاعرہ ہے کوئی مستقل بالذات شے نہیں۔ انائے کلی ہی افراد و اشخاص کی انائے شخصی و انفرادی کی صورت میں متمائز ہے یعنی اسکی یہ صلاحیتِ وجودی جب بالقوت سے بالفعل ہوتی ہے تو افراد و اشخاص کی شخصی و انفرادی زندگی بن جاتی ہے اور اس کے بعد جب وہ بالفعل سے بالقوت ہو جاتی ہے تو اس صورت میں حواس شخصی حیاتِ انسانی کے معدوم و فنا ہو جانے کا تصور ذہن انسانی میں پیدا کر دیتے ہیں حالانکہ شخصی حیاتِ انسانی جو شخصی انائے جزوی کے اعمال و کیفیات کا

Marfat.com

مجموعہ ہوتی ہے بجائے خود اصلِ وجود یا انائے کلی کی ایک صلاحیت یا استعداد وجودی کا ظہور بالفعل ہوتی ہے جو بالفعل سے بالقوت ہوجاتی ہے بالفعل سے بالقوت ہوجانا کسی صلاحیت کا معدوم و فنا ہوجانا نہیں مثلاً اگر برقی رو کو کسی متحرک مشین سے روک دیا جائے یا کسی مشین کی خرابی سے رک جائے تو کیا اس کے یہ معنی سمجھے جاسکتے ہیں کہ قوت محرکہ کا کوئی وجود باقی نہیں رہا اور وہ معدوم و فنا ہوگی.

حاصل کلام یہ ہے کہ شخصی حیات انسانی، برہمی نظام جسمانی یا موت کے ساتھ معدوم نہیں ہوتی ہے بالقوۃ ہوجاتی ہے اس لئے حیات بعد الممات کے معنی صرف دوبارہ کسی دوسرے نظامِ اعراض کے مناسب ارتقا کے ساتھ بالقوت سے بالفعل ہوجانے کے ہیں جو اعادہ معدوم کو مستلزم نہیں یقیناً اعادہ معدومِ محض محال ہے اور اعادہ ہی محال نہیں شروع سے معدوم محض کا تصور بھی محال ہے جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں۔

Marfat.com

وجود کی دو قسمیں وجود بالاصالت اور وجود بالاتباع

۹۴۔ عدم و وجود کے صحیح نہ سمجھنے میں بڑی حد تک ہماری یہ لاعلمی بھی حائل ہے کہ ہم وجود کی نوعیتیں نہیں سمجھتے ہیں ؎

ہر مرتبہ وجود حکمے وارد گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی۔

یعنی ہر درجۂ وجود کے احکام جدا ہیں (حضرت جامیؒ)

فرق مدارج نہ کرنا الحاد محض ہے

ہر غنچہ میں جب گل نے جگہ لے لی ہو

ہر جام میں جب مل نے جگہ لے لی ہو

آساں نہیں اُس دور میں عرفانِ وجود

ہر جزو میں جب کل نے جگہ لے لی ہو

وجود کی دو قسمیں ہیں، قائم بالذات و مستقل اور قائم بالغیر و غیر مستقل، وجود بالاصالت سے ہماری مراد وجود قائم بالذات ہے اور

Marfat.com

وجود بالاتباع سے مراد وجود غیر مستقل تابع وجود مستقل ہے۔ عالم محسوسات کی ہر صورت غیر مستقل و حادث ہے اور اپنے پائے جانے یا عارضی بقا میں وجود مستقل کی محتاج ہے۔ دریا کی کسی موج کا خود اپنا کوئی مستقل وجود نہیں ہوتا ہے تموّجِ دریا ہی کے تشخصات امواج دریا کی شکلیں ہوتی ہیں ع ہے مشتمل نمود صور پر وجود بحر اسی طرح ایک وجود واحد ہی تمام کثرت مظاہر کی اصل ہے جملہ تعینات فصل و نوع و جنس اور جنس الاجناس کو حذف کرنے کے بعد ہر شے کی ماہیت صرف وجود رہ جاتی ہے وہی وجود ہے جو عالم عطف و اضافات میں فرد و فصل و نوع جنس ہوتا ہے اور وہی جنس الاجناس یعنی وجود زید ہے وہی انسان ہے وہی حیوان ہے اور وہی جسم نامی ہے اور وہی مجموعہ جملہ اعراض جسمی و مادّہ ہے اور یہ سب عارضی تعیّنات وجود ہیں جن پر اطلاق وجود بہ معنی ثانی ہے نہ بہ معنی اول یعنی ان کا وجود تابع اصل وجود ہے اصل وجود نہیں نمود و بود میں جو فرق ہے وہی اصل و مظاہر میں ہے۔

کہنا ہم یہ چاہتے ہیں کہ نفس انسانی یا انائے جزوی کا بھی خود اپنا کوئی جداگانہ وجود نہیں ہے نفسِ کلی کی جو اصل وجود ممکنات ہے ایک خاص صلاحیت وجود کی کا مظہر انائے جزوی یا نفس انسانی ہے

Marfat.com

جو تعیناتِ افراد و اشخاص ہیں زید و عمر کی حیاتِ شخصی ہے نفس وجود جو ایک حقیقتِ کلی ہے اپنے عالمِ تجرید میں تمام تعیناتِ صور و اشکال سے بری ہے اور فضائے تکثیر میں وہی ذرہ ہے وہی آفتاب یعنی ہر فرد کے امتیازِ انفرادی اور ہر شخص کے تصورِ شخصی میں اسی کی نمود ہے۔

اس لیئے ہم فنا و بقائے حیاتِ شخصی و انفرادی پر اس کی اصل و حقیقت کو بھلا کر کبھی صحیح غور کر ہی نہیں سکتے۔

Marfat.com

آئنسٹائن کا نظریۂ اضافیت

۵۰۔ آئنسٹائن صرف زمان و مکاں یا وقف اور فاصلہ کا ہی ایک اضافی وجود مانتے ہیں یا اضافی شے سمجھتے ہیں لیکن اگر مسائل کا اس نقطۂ نظر سے جائزہ لیا جائے کہ عالم محسوسات کی ہر شے جو محسوس بالحواس ہے وہ نتیجہ ثالثہ ہوتی ہے اعراض موثرِ حواس اور تاثر و انفعال اعصابِ احساس کا تو پھر ہر شے کا وجود ہی اضافی قرار دینا پڑے گا آگ کی گرمی کیا ہے؟ شعلوں کا فعل اور اعصاب جس کا انفعال حواس نفس انسانی میں پیدا کرتا ہے وہ ایک کیفیت ثالثہ ہے اسی کا نام گرمی ہے یہی حالت برف کی سردی کی ہے ورنہ نہ آگ میں بجستہ وہ کیفیت ہے جس کو ہم گرمی کہتے ہیں نہ برف میں بجستہ وہ کیفیت ہے جس کو سردی کہا جاتا ہے باالفاظ دیگر نہ آگ گرم ہے نہ برف سرد البتہ یہ دو طرح کے موثر اعراض ہیں یہ انسان کا نظام احساس ہے جو اپنی تنظیم کے مطابق

Marfat.com

ان احساسات کی تقسیم گرم و سرد میں کرتا ہے مزید غور فرمائیے، آنکھ سے ایک چیز ہم کو چھوٹی محسوس ہوتی ہے مگر جب عینک لگاتے ہیں تو وہی چھوٹی سی چھوٹی چیز ہم کو بہت بڑی معلوم ہونے لگتی ہے خوردبین ایک طرح کی عینک ہی تو ہوتی ہے۔ اگر ہمارا آنکھ کا نظام بصر وہی ہوتا جو خوردبین کے استعمال کے بعد ہو جاتا ہے تو ہم آنکھ سے بھی ہر چھوٹی سی چیز کو اتنا ہی بڑا محسوس کرتے جتنی وہ خوردبین کی امداد سے معلوم ہوتی ہے اس کے صاف معنی یہی ہیں کہ چھوٹائی اور بڑائی کسی شے میں بذات موجود نہیں صرف اعراض موثرہ بصر اور تاثر اعصاب بصر کے فعل و انفعال باہمی کا نتیجہ ہے جس کو ہم چیزوں کی چھوٹائی اور بڑائی کہتے ہیں یعنی نہ کوئی چیز بذات چھوٹی ہے نہ بڑی اس اصول تحقیق سے جملہ محسوسات حواس کا جائزہ لیجئے آپ اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ تمام عالم محسوسات کا وجود اضافی ہے وہ اصل وجود ایک ہی ہے جس کے مختلف ترکیبی مظاہر کا مجموعہ عالم محسوسات ہے یقیناً اگر موجودہ نظام احساسات بدل جائے تو یہ کائنات بھی حسب نظام جدید اپنے کچھ اور ہی معنی بتائے اور ہمیں کچھ اور ہی محسوس ہو اور ایسا ہی مستقبل میں ہوگا کہ حیات بعد الممات نظام احساسات انسانی کی تبدیلی ہی کا نام ہے حقائق کا مشاہدہ اضافہ بصیرت ہی چاہتا ہے جو بغیر تجدید نظام احساسات ممکن نہیں۔

Marfat.com

باب پنجم

عقیدۂ حیاتِ بعد الممات کے خلاف
چند دیگر قدیم و جدید اعتراضات

۵۱۔ بجز ان جرائم پیشہ افراد کے جو سنگدل اور خوگرِ قتل و غارت گری ہو جاتے ہیں کوئی نرم دل انسان ایسا نہ ملے گا جس کا دل ابنائے جنس کی بربادی و تباہ حالی مصائب و تکلیف پر نہ دکھے ظلم اور بیدردی کے مظاہر دیکھکر اسے دلی تکلیف ہوتی ہے اور رحم و کرم کا برتاؤ اسکے دل کو مسرور و مطمئن کرتا ہے۔ لیکن ہر شخص یہ نہیں سمجھتا ہے کہ یہ غم و مسرت، انقباض و انبساط کی متضاد کیفیتیں کس انجام کا آغاز ہیں یا کس پیش آنے والے واقعہ کی تمہیدیں البتہ شاہدِ حقیقت پیغمبرانِ انسانیت نے نوع انسانی کو بار بار یہ بتایا ہے کہ حسنات و سیات سے والبستہ، خط و الم علامت ہے اس امر کی حیات کے مستقبل میں حسنات کا مآل جنت فردوس

Marfat.com

نفسی ہے اور مآلِ سیات، دوزخ قلبی۔

اعمالِ نیک و بد کا اگر انجام مآل کار کچھ نہ مانا جائے اور یہ سمجھ لیا جائے کہ ہمدرد خلاق و ظالم و سفاک قسم کے انسان بعد مرنے کے ایک ہی منزل میں ہوتے ہیں وہ بھی خاک میں مل کے خاک ہو جاتے ہیں اور یہ بھی نہ ہوئے ایک دیر و حرم کے مسافر

کچھ اس راہ چل کر کچھ اس راہ چل کر

تو انسان کی زندگی کا مقصود ہی اور کیا قرار دیا جاسکتا ہے بجز اس کے کہ جس طرح ممکن ہو اپنی خواہشوں کو پورا کیا جائے حرام و حلال روا و ناروا کا فرق و امتیاز محض حماقت ہے۔ فرائض اخلاق و اعمال کا تعین اور بد اخلاقی و بدکرداری کا احساس تو مقصود حیات ہی کے پیش نظر ہوتا ہے پھر جب مقصود ہی کچھ بجز تن پروری و ہوسنا کی نہ مانا جائے تو حسنات و سیات، روا و ناروا ستم و کرم یکساں نہ حسنات کا کوئی نتیجہ مابعد نہ سیات کا۔ سوال یہ ہوتا ہے اگر حیاتِ انسانی ایسی لغو شئے ہے جس کا کوئی مقصود فطری ہی نہیں تو کائنات تو بدرجہ اولیٰ محض عبث و بے کار شئے ہے، اس لئے کہ حاصل نظامِ کائنات تو حیاتِ انسانی ہے، اگر یہ محض لغو شئے ہے تو وہ اس سے زیادہ لغو و عبث ہے مگر کیا کسی نظامِ مکمل کو لغو و بے کار شئے سمجھا جاسکتا ہے

Marfat.com

اور فطرت مدبرۂ عالم کو مصروفِ لغویات دراں حالیکہ کوئی ذرہ کائنات بھی ایسا نہیں ہے جس کا اپنے مقام پر کوئی مقصود آفرینش نہ ہو۔ جب انسان کی بنائی ہوئی کسی مشین میں کوئی پرزہ بھی بے کار نہیں ہوتا ہے تو کارگاہ فطرت کے کسی جزو اور تمام اجزا کے متفقہ نتیجۂ کار و عمل کو کس طرح لغو سمجھا جاسکتا ہے مگر یہ کہ اس قسم کے نتائج نکالنے میں خود ہمارے قیاسات و افکار ہی لغو محض ہیں۔؟

غایت و مقصد کا سوال ہر قدم پر انسان کے سامنے رہتا ہے اس کا خیال زندگی سے جدا ہی نہیں ہو سکتا اس لئے یہ سمجھنا غلط نہیں کہ زندگی اور مقصد ایک ہی شے ہے، حیات انسانی جب اپنی اصل میں بالقوۃ ہوتی ہے تو مقصد بالقوۃ ہوتا ہے اور جب بالفعل ہوتی ہے تو کل مقصد بالفعل ہوتا ہے اسی طرح جس طرح ہم اپنی خاموشی میں متکلم بالقوۃ ہوتے ہیں اور ہنگام کلام متکلم بالفعل۔

مقصد حیات ایسے مقصدِ حیات کا انکار کبھی توغیر ذمہ دارانہ زندگی کراتی ہے اور کبھی مغالطات عقل و حواس گرد۔ مقصدِ حیات انسانی کیا ہے جسکے تحت ہم اعمال اخلاق میں نیک و بد کی تفریق کر سکتے ہیں؟ ہمارے نزدیک مقصد حیاتِ انسانی خودشناسی ہے عقلاً بھی اور وجداناً بھی جملہ علوم و فنون عقلی میں انسان عقلاً خودشناس ہے اور وجدانیات میں وجداناً۔ عقل کے واسطے سے انسان کائنات میں اپنے آپ کو

Marfat.com

پہچاننا چاہتا اور وجدان کے راستے سے کائنات کو اپنے آپ میں گم پاتا ہے۔ عقل انسان کی خودشناسی کی آخری منزل موت بتاتی ہے اور وجدان انسانی زندگی کی ابتدا اس کے عرفان وجدانی خودشعوری کے بتاتا ہے انتہا کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہے یعنی منتہائے عرفان وجدانی معرفت ذات وصفات باری تعالیٰ ہے جس کی کوئی حد نہیں ہے، اس لئے حیات انسانی کو محدود نہیں سمجھا جا سکتا۔

فرائض اخلاق واعمال کا علم وجدانی خودشناسی سے متعلق ہے عقلی خودشناسی نہیں اس لئے کہ ضمیر انسانی جیسا کہ کہا جا چکا ہے، وجدان ہی کا وہ شعبہ ہے جو عملی زندگی میں حق و ناحق یا نیک و بد کا امتیاز کرتا ہے۔ ضمیر انسانی ہی انسان کو اس حقیقت سے خبردار کرتا ہے کہ نیکی اور بدی کے عواقب و نتائج کا سلسلہ دور تک چلا گیا ہے موت اس سلسلۂ پیوستہ میں کوئی شکست نہیں پیدا کرتی ہے ؎ از مکافاتِ عمل غافل مشو

گندم از گندم بروید جو ز جو (عارف رومیؒ)

مگر اس عقیدۂ حیات بعد الممات کے خلاف، مادیئین و ملحدین کا یہ بہت پرانا اعتراض ہے کہ حیات انسانی نتیجہ ہے ترکیب عناصر کا اور اثر ترکیب کے زائل ہوتے ہی یہ کیفیت حیاتِ معدوم و فنا

ہو جاتی، اس لئے حیاتِ بعد الممات کسی طرح ممکن نہیں ہے چکبست نے اس مفہوم کو اپنے ایک شعر میں اس طرح ادا کیا ہے ؎

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے انہیں اجزا کا پریشاں ہونا

اس شعر پر تبصرہ ملاحظہ فرمایئے

منطق ہے تری فلسفی دہر عجیب ہے زیست عناصر کا ظہورِ ترتیب؟
پہچان لے خود کو تو یہ باتیں نہ کرے خود تیری حقیقت ہے بہت تجھ سے قریب

آیئے ہم اور آپ مل کر اس مسئلہ پر غور کریں کہ عناصر و ترکیب عناصر کا صحیح مفہوم کیا ہے۔

؎ نظروں کی بھول بھلیوں میں خود دل کو ہم کھو بیٹھے ہیں
تنکوں کا سہارا طوفاں میں ساحل کو ہم کھو بیٹھے ہیں۔

Marfat.com

عناصر و ترکیب عناصر

۵۱/۲ - دو چیزوں یا چند چیزوں کی باہمی ترکیب، امتزاج یا فعل وانفعال سے جو ایک تیسری کیفیت (کیفیت ثالثہ) پیدا ہو جاتی ہے مثلاً دو چیزوں کے آپس میں رگڑ کھانے سے حرارت پیدا ہو جاتی ہے جو ایک تیسری کیفیت ہوتی ہے یا سوڈے اور گندھک کے تیزاب کی آمیزش سے شعلہ پیدا ہو جاتا ہے جو ایک تیسری نئی کیفیت ہوتا ہے سوال یہ ہے کہ یہ تیسری کیفیت آ کہاں سے جاتی ہے؟ ظاہر ہے کہ خارج سے تو آ نہیں جاتی ہے، لامحالہ یہ ماننا ہوگا کہ خود عناصر ہی میں بالقوۃ استعداد ان کیفیات کی ہوتی جو ایک مقررہ نظام فطرت کے ماتحت قوت سے فعل میں آ جاتی ہے۔

اس اصول سے جب ہم حیاتِ انسانی پر جو مخصوص طور پر حیات شاعرہ یا انائے انسانی کے اعمال و کیفیات سے عبارت ہے نظر ڈالتے ہیں

Marfat.com

تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اَنائے انسانی بھی[1] جو اصلِ حیات شاعرہ ہے[2] یقیناً ترکیب و امتزاج عناصر ہی کا نتیجہ ہے یعنی عناصر ہی میں بالقوۃ استعدادِ انانیت تھی جو ایک مخصوص نظام فطرت کے ماتحت قوت سے فعل میں آگئی۔ لاریب مگر یہاں تنقیح طلب دو امر ہیں:۔

۱۔ عناصر میں استعداد انانیت ماننے کے کیا معنی ہیں؟

۲۔ عناصر کیا ہیں اور ان کا اپنی اصل سے کیا تعلق ہے؟

پہلے تنقیح نمبر ۲ پر غور کیجئے

جب بقول مانیین یہ مسلم ہے کہ تمام کائنات مادی کی اصل مادہ ہے تو عناصر کے متعلق بھی یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ عناصر بھی مطلق مادہ نہیں مادی ہیں یعنی مادے کی بعض متعین صورتیں (FORMS) ہی ہیں یہی عناصر کی ماہیت ہے۔ تمام عناصر کا تجزیہ یہ مادے ہی پر منتہی ہوتا ہے یہ مشاہدہ تجربی ہے تنقیح نمبر ۱ اب اگر عناصر میں بالقوۃ استعدادِ انانیت مانتے ہیں تو دراصل اس کے یہی معنی ہیں کہ ہم ان کی

---

[1] اَنائے انسانی نفس، اصل شخصیت ہر فرد انسانی جسے انگریزی میں SELF اور EGO کہتے ہیں اس مقالہ میں بار بار اس کی حقیقت پر تبصرہ کیا جا چکا ہے [2] حیاتِ شاعرہ وہ زندگی جسکے اعمال بالقصد اور کیفیات کا شعور براہِ راست ہر وقت انسان کو ہوتا ہے۔

Marfat.com

اصل واحد یعنی مادہ ہی میں بالقوۃ استعداد انانیت مانتے ہیں بالفاظ دیگر مادے کو بالقوۃ ذی شعور وارادہ سمجھتے ہیں، ظاہر ہے کہ اگر مادے میں شعور اور ارادے کا وجود نہیں تھا تو پھر ہم میں یا انائے انسانی میں کہاں سے آگیا؟

۵۲۔ مگر مادہ فی نفس کیا ہے؟ یہ مسئلہ جو فلسفیانہ غور وفکر کے آغاز سے اب تک محلِّ تحقیق رہا ہے ایسا نہیں ہے کہ اس کی صراحت کے لئے صرف چند صفحے ہی کافی ہوں مگر یہاں ہم اس تحقیقِ جدید ہی کو پیش کرینگے جو مشاہدات تجربی کا یقینی نتیجہ تسلیم کی جاتی ہے۔

دیمقراطیس سے لے کر اب تک اکثر طبیعین اور مفکرین نے مادّے کو اجزائے لایتجزّی (ناقابلِ تقسیم وتجزیہ ذرات مادّی) کا مجموعہ سمجھا ہے مگر عصرِ حاضر میں جب جوہرِ فرد ایٹم کا بھی تجزیہ ہو چکا ہے کسی ذرہ مادی کو بھی ناقابلِ تجزیہ نہیں سمجھا جاتا ہے اور تمام اجسام کی تحلیل چاہے وہ پہلے بسیط سمجھے جاتے ہوں یا مرکب ایک ایسی بساطت محض پر منتہی ہوتی ہے جس میں جسم وحجم کا کوئی شائبہ بھی نہیں پایا جاتا تحلیل کیمیاوی اجسام کو وہاں تک لے جاتی ہے جہاں آخر میں تمام اجسام کی اصل صرف چند طرح کی لطیف شعاعیں معلوم ہوتی ہیں مگر شعاعیں جس طرح کی بھی ہوں قائم بالذات شے تو نہیں ہوتی ہیں یقیناً شعاعوں کی

حامل شعاعوں سے بھی زیادہ لطیف کوئی شے ہوگی اور پھر جب شعاعوں میں کوئی وزن و مقدار، جسم و حجم نہیں تو پھر اسے ان کے حامل میں بھی کسی طرح مانا نہیں جا سکتا۔

۵۳۔ انہیں مشاہدات کا نتیجہ ایک بسیط قوت (انرجی) کا تصور کلّی پیدا کرتا ہے، بالفاظ دیگر بردے تحقیق جدید غیر جسمانی انرجی ہی تمام اجسام کی اصل واحد ہے، عناصر کا شمار بھی اجسام ہی میں ہے۔ مگر اس مشاہدہ کے صحیح تسلیم کرنے میں دو بڑی دشواریاں حائل ہیں۔ پہلی یہ کہ ایک غیر جسمانی بسیط جسمانیت کی اصل کس طرح مانی جا سکتی ہے، غیر جسمانیت تو نقیض جسمانیت ہے، دوسری دشواری یہ ہے کہ تمام نظام کائنات و حیات تو ایک مرتب شے ہے اور کوئی ترتیب و تنظیم بغیر شعور ممکن نہیں مگر انرجی میں (اگر انرجی کو جملہ مظاہر و کائنات کی اصل مانا جائے) مشاہدات تجربی سے شعور کا وجود معلوم نہیں ہوتا ہے اس لئے سائنس ان مسائل کے حل سے قاصر ہے۔

اصل یہ ہے کہ جسم جسمانیت کا پردہ خود ساختہ ہے، وہ مجموعۂ احساساتِ حواس ہی ہے جس کو ہم جسم و حجم، وزن و مقدار، ظرف و زماں، وقت اور فاصلہ سمجھتے ہیں یہ سب چیزیں اعراض موثرہ اور متاثرات حواس کا نتیجہ ہیں اور ٹھیک اس صورت میں جیسا کہ حواس

Marfat.com

انہیں محسوس کرتے ہیں، خارج میں ان محسوسات کی صورتیں کہیں نہیں پائی جاتیں بلا شبہ تمام کائنات عطف و اضافات نفس کلی کی آباد دنیا ہے۔

اس لئے نفس کلی کے تصور سے دونوں طرح کی دشواریاں خود بخود حل ہو جاتی ہیں۔ تمام اجسام محسوسات حواس و مظاہر نفس کلی ہی ہیں اس لئے نفسِ کلی کا محسوساتِ حواس یعنی اعراض کی صورتوں میں متشکل ہونا، منافی بساطت نہیں اور چونکہ نفس کلی، بخلاف لایعقل انرجی کے ذی شعور ہے اور وجداناً یہ امر محتاج ثبوت نہیں ہے (ہم خود اپنے شعور کے اغاز کا انکار نہیں کر سکتے ہیں) اس لئے مسئلہ تنظیم کائنات بھی بہ آسانی حل ہو جاتا ہے کہ مدبر تنظیم ایک قوت ذی شعور ہی ہو سکتی ہے۔

۵۴۔ اس صراحت کے بعد اب اس مسئلہ پر پھر غور فرمائیے کہ عناصر کی اصلیت کیا ہے اور ان میں بالقوۃ استعداد انانیت ماننے کے کیا معنی ہیں۔ جب تمام کائنات مجموعہ ہے مظاہر و اعراض نفسِ کلی کا تو عناصر بھی اس میں داخل ہیں یعنی عناصر بھی نفسِ کلی کی بعض اعراض ہی ہیں، اب اگر ہم عناصر میں کوئی استعداد بالقوۃ مانتے ہیں تو اس کے یہی معنی ہیں کہ ان کی اصل یعنی نفس کلی ہی وہ استعداد مانتے جو اصل حیات شاعرہ ہے غور فرمایا آپ نے؟

Marfat.com

اس نقطۂ نظر سے ترکیب عناصر کے معنی، بعض اعراضِ نفس کی ایک تنظیم کے سمجھے جا سکتے ہیں یعنی اس نظام اعراض کے ذیل میں ایک تنظیم جو نفس کلی کی ایک صلاحیت وجودی 'نفس انسانی' کو قوت سے فعل میں لے آتی ہے نفس کی یہ استعداد نفس انسانی یا آنائے انسانی قوت سے فعل میں آجاتی ہے' اسی صلاحیت و استعداد نفس کلی کا قوت سے فعل میں آنا ہی انسانی حیات یا حیاتِ شاعرہ ہے پھر ایک دوسرے نظام اعراض کے ساتھ جسے نظام استحالۂ عناصر یا مرگِ افراد کہا جاتا ہے یہی استعداد انانیت بالفعل سے پھر بالقوہ ہو جاتی ہے سوال یہ ہے کہ قوت و فعل کی اس فطری ترتیب میں کونسی ایسی صورت ہے جس کی بنا پر یہ کہا جا سکے کہ موت نام ہے حیات انسانی کے معدوم و فنا یا نسیاً منسیاً ہو جانے کا زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مرگ افراد نام ہے انائے جزوی یا افراد کی حیات شخصی کے بالقوۃ ہو جانے کا نہ کہ معدوم محض ہو جانے کا جیسا کہ ترکیب و تحلیل عناصر کے مغالطہ میں مبتلا ہو جانے والے گمان کرتے ہیں' نہ عناصر کی ماہیت وہ ہے جو ان کی سطحی نظر میں ہے' نہ ترکیب عناصر کے وہ معنی ہیں جو ان کی دہریت و الحاد و انکار حیاتِ بعد الممات کی بنا ہیں۔

۵۵۔ جو استعداد کسی نظام فطرت کے ساتھ ایک مرتبہ بالقوت

بالفعل ہو سکتی ہے اس کا اپنے کسی دوسرے نظام کے ساتھ بالفعل سے بالقوۃ ہو جانا کوئی محال امر نہیں ہے۔ یہ مسئلہ عقلی بھی ہے اور وجدانی بھی تجربات ومشاہدات سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے اور استقرا وقیاس سے بھی کہ حقیقت کبھی نہیں بدلتی صرف صورتیں بدلتی رہتی ہیں اور وہ بھی خلافِ نظام فطرت نہیں، اعراض میں تبدیلی یا امثال میں تجدّد بہر لحظہ جاری ہے کیفیات و قویٰ میں تغیر کمیات میں استحالہ ممکن ہے جو ہوتا رہتا ہے لیکن اس کا نفسِ وجود پہ کیا اثر ہے؟ انانیت انسان کے بالفعل سے بالقوۃ ہو جانے کے یہ معنی تو کسی طرح نہیں سمجھے جاسکتے کہ وہ اصل وجود جس کی ایک مخصوص وجودی صلاحیت کا ظہور بالفعل، انانیت انسانی ہے انانیت کے بالفعل سے بالقوۃ ہو جانے پر معدوم ہو جاتا ہے اگر کوئی متموّج دریا کسی وقت بظاہر ساکن معلوم ہو تو اس کے یہ معنی تو نہیں کہ اس کی استعداد تموّج زائل ہو گئی اور وہ آئندہ کبھی متموج نہیں ہو سکتا۔

۵۶۔ قوت وفعل کے ترتیب وار ربط پر پھر غور فرمائیے دو چیزوں کے رگڑ کھانے سے جو حرارت پیدا ہوتی ہے وہ اتفاقی طور پر کہیں باہر سے تو آ نہیں جاتی البتہ اپنی اصلی سطح ہی سے ایک مقررہ نظام فعل وانفعال کے مطابق برآمد ہوتی ہے یہ ہے قوت سے فعل میں آنے کی مثال پھر ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ برآمد شدہ حرارت رفتہ رفتہ

Marfat.com

زائل ہونا شروع ہو جاتی ہے یہاں تک کہ بالآخر بالکل زائل ہو جاتی ہے سوال یہ ہے کہ وہ حرارت جاتی کہاں ہے کیا بالکل معدوم و فنا ہو جاتی ہے نہیں وہ پھر اس سطح میں منتقل ہو جاتی ہے جس سے کہ پہلی مرتبہ برآمد ہوئی تھی، یہ ہے بالفعل سے بالقوۃ ہو جانیکی مثال اگر مناسب اسباب مفقی ہوں تو یہ حرارتِ مخفی ہزار بار نہاں سے عیاں اور عیاں سے نہاں ہو سکتی ہے۔ قانون فطرت کے تغیر و انقلاب کے کے تحت یہ تغیر و انقلاب اور ظہور و خفاے کیفیات و قوی ناممکن لوقوع نہیں ہوتا ہی رہتا ہے۔

انانیت افراد بھی جس کے اعمال و کیفیات کا مجموعہ افراد کی حیات شخصی ہوتی ہے، بہ تقاضائے قانونِ فطرت اسی طرح بالقوۃ سے بافعل اور پھر بافعل سے بالقوۃ ہو جاتی ہے موت حیات کی اتنی ہی اصلیت ہے اب رہا مسئلہ حیاتِ بعد الممات تو اس کی حقیقت دوبارہ استعداد نفس کلی دانائے انسانی، کا بالقوت سے بالفعل ہو جاتا ہے اور وہ بھی ایک دوسرے نظامِ اعراض کے ساتھ جو ارتقاے مستقبل کے مناسب ہو جو لوگ اپنی محدود اور ناقص معلومات کو قوانین فطرت سمجھتے ہیں وہ نہ قوانین فطرت کا مفہوم سمجھتے ہیں نہ وہ قوانین فطرت کی وسعتوں کا اندازہ کر سکتے ہیں پھر اگر نہ یہ کہیں کہ حیات

Marfat.com

بعد مرگ، خلاف قانون فطرت ہے تو ان کا یہ قول جہل مرکب ہی پر مبنی سمجھا جا سکتا ہے۔

؎ گلستاں جہاں کی ہر فضا میں بہاریں ہیں گزشتہ زندگی کی
متاعِ زیست تو سمجھا ہے انکو کوئی حد بھی ہے تیری مفلسی کی
نگاہِ حال ہے مسرور ماضی ادا بیگانۂ خود ہے کلی کی۔
نظر جو چار جانب آ رہا ہے ہے رستے میں یہ منزل بیچ ہی کی

حیاتِ حال کے اگلے قدم پر
بہاریں ہیں تیری دیدہ وری کی

Marfat.com

علمِ فعال اعضا (PHYSIOLOGY) کی بنا پر ایک اعتراض

۵۷۔ نظامِ حیات انسانی میں کس عضو کا کیا فعل ہے یہ معلوم کرنے کے لئے (PHYSIOLOGY) کی بہت سی کتابوں کی ورق گردانی ضروری نہیں ہے۔ یہ معلوم کرنے کا بہت آسان طریقہ یہ ہے کہ جس عضو کی خرابی سے جو فعل رک جائے یا ناقص ہو جائے، اس فعل کا تعلق اس عضو سے سمجھنا چاہیے۔ مثلاً معدہ کی خرابی سے ہاضمہ میں نقص پیدا ہو جاتا ہے دل کی خرابی کا دوران خون پر اثر پڑتا ہے۔ ضعف جگر کا نتیجہ قلت تولید دم ہوتا ہے۔ آنکھ کی خرابی سے کم نظر آتا ہے یا بالکل نظر نہیں آتا۔ اگر آنکھوں کا پورا انتظام بے کار ہو جائے، کانوں کے پردۂ سماعت میں اگر کوئی نقص ہو جائے تو عارضۂ ثقل سماعت یا بہرا پن پیدا ہو جاتا ہے وقس علیٰ ہذا۔ دماغ میں اگر ورم ہو جائے جسے سرسام کہتے ہیں، تو مریض اپنے آپ کو بھی نہیں پہچانتا کسی دوسرے کی پہچان کا تو ذکر ہی کیا ہے

معلوم ہوا کہ خود شعوری صحت دماغ ہی کا نتیجہ ہے۔

اگر شعورِ ذات جزوِ اَنائے انسانی ہے تو جنون میں جب نظام دماغی میں خلل ہو جاتا ہے انسان کا شعور ذاتی کہاں جاتا ہے انسان کیوں کپڑے پھاڑتا ہے اور کیوں اینٹیں بجاتا ہے؟ کوئی بڑے سے بڑا صاحب شعور متفکر بھی اگر مبتلائے خلل دماغی (جنون) ہو جاتا ہے تو وہ بھی وہی حرکتیں کرتا ہے جو ایک جاہل دیوانہ کرتا ہے۔ اس تجربہ کے پیش نظر یہ سوال بے محل نہیں کہ جب اختلال دماغی میں انسان کی یہ حالت ہو جاتی ہے تو بعد مرگ جب نظامِ دماغی بالکل برہم و پراگندہ ہو جاتا ہے بقائے شعور ذاتی یا قیام اَنائے انسانی کیونکر ممکن ہے اور سلسلۂ حیاتِ موجودہ کو کس طرح نامتناہی سمجھا جا سکتا ہے؟

یہ اعتراض نتیجہ ہے حیاتِ انسانی میں نظم کی اہمیت نہ سمجھنے کا، نظام حیات انسانی تدبیرِ نفسِ کلی ہی کا نتیجہ ہے یعنی نفس کلی ہی حیات انسانی میں حسب نظام حساس و مدرک و خود شعور ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ نفسِ کلی کا کوئی وجود نہیں ہے۔ حیات انسانی ہی پر منحصر نہیں تمام کائنات مظہر نظام اعراض نفسِ کلی ہے۔ یقیناً موجودہ حیات انسانی میں اگر دماغ معاون شعور نہ ہو تو شعور اَنانیت بھی معطل ہی ہو جائے جیسا کہ حالت دیوانگی یا دوسرے امراض، فالج وغیرہ میں ہو جاتا ہے

مگر یہ تعطل نہ اُنائے جزوی (نفس انسانی) کی حجیت کا انکار ہو سکتا ہے نہ اُنائے کلی (نفس کلی) کا بلاشبہ دماغ کا کام، احساس کرنا محسوسات کے تصورات کو محفوظ رکھنا، سوچنا سمجھنا یا غور و فکر کرنا اور انسان کو باہوشِ شخصیت رکھنا ہے مگر دماغ بغیر اس کے کہ انسان بالقصد دماغ سے کام لے اور بالارہ کسی امر پر غور کرے نہ دماغ خود بخود کچھ غور و فکر کرتا ہے نہ نتائج غور و فکر سے خود کوئی فائدہ اٹھاتا ہے یہ تمام اعمال دماغ تابع نفس انسانی ہوتے ہیں اور نفس انسانی یا انسان اپنے نتائج فکر سے خود فائدہ اٹھاتا ہے اس طرح ہمیں نفس انسانی اور دماغ کا فرق و امتیاز معلوم ہوتا ہے لیکن اگر دماغ بے کار ہو جائے تو نفس انسانی بھی علم و ادراک سے محروم ہو جائے اور ایسا ہونا خلاف نظام نہ ہوگا۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ بعد موت جب شیرازۂ دماغ بالکل بکھر جاتا ہے تو کیا صورت ہو سکتی ہے نفس انسانی کے شعور مستقبل کی؟ اگر ہم موجودہ نظام اعراض پر حیات انسانی کو منحصر نہ سمجھ لیں تو بعد الممات ایک ایسے جدید نظام اعراض کے ساتھ جو مناسب ارتقائے حیات مابعد ہو نفس انسانی کا اپنے شعور میں ترقی کرنا محال نہ قرار دیں گے۔

یہ کہا جا چکا ہے کہ نفس انسانی کا خود اپنا کوئی جداگانہ وجود نہیں ہے وہ نفس کلی ہی کا مظہر مخصوص ہے اور جملہ انواع موجودات میں

Marfat.com

اعمال نفس کی حسب نظام درجہ بدرجہ ترقی کرتے گئے ہیں نباتات میں عمل نفس، نشو و نما ہے تو حیوانات میں حس و حرکت ارادی اور انسان میں نشو و نما اور حس و حرکت ارادی کے ساتھ ساتھ تعقل و ادراک و خود شعوری اور اعمال نفس کا یہ ارتقائی تنوع بغیر نظام نہیں جس نوع کا نظام اعراض جس قسم کے اعمال کا اہل ہے اسی قسم کے اعمال اس نوع کی زندگی ہیں نباتات کی مخصوص زندگی نشو و نما حیوانات کی حس و حرکت ارادی اور انسانی حیات تعقل و ادراک و خود شعوری ہے لیکن موجودہ حیات انسانی میں ذرائع علم و ادراک کے حواس میں محدود ہونے کی وجہ سے انسان کا علم بھی محدود ہے مگر علم و ادراک نا محدود کی وسعت ایسا نظام اور ذہنیت چاہتی ہے جو حواس کی قید و بند سے آزاد ہو علم ہو مگر براہ راست۔ اگرچہ اس قسم کے علم کی ابتدا انسان کی براہ راست خود شعوری ہی ہے لیکن موجودہ نظام حیات میں اس کی مثال ایک کرن ہی جیسی ہے وہ آفتاب نصف النہار نہیں، ارتقائے غیر محدود کے لئے ایسا نظام احساس و ادراک درکار ہے جو مقید اعراض کم و کیف نہ ہو اور درجات ارتقائے نفس پر سلسلہ وار نظر کرنے سے یہ بعید از قیاس نہیں کہ بعد موت انسان کی زندگی عبارت ہو براہ راست اور بلا قید علم و ادراک سے یعنی ارتقائے مابعد کے ایک مناسب نظام کے ساتھ

Marfat.com

عمل نفس کی نوعیت ایسی ہو کہ علم و ادراک براہ راست و بلا قید ہو اور اسی کا نام کشفِ حجاب و ارتقائے بصیرت ہے اور یہ ارتقا ممکن الوقوع ہے محال نہیں اس لئے کہ نفسِ کلی، مرگ افراد یا کسی دوسرے قسم کے تغیر اعراض سے معدوم و فنا نہیں ہو جاتا ہے انقلاب اعراض بہر لحظہ تو خود فطرت نفس کلی ہی کا تقاضا ہے۔

؎ بے وجہ حشرگاہ نہیں بزمِ کائنات
ہے وجہ انقلابِ مسلسل کوئی تو بات

ہر شکل کائنات میں ہستی ہے بے قرار
روزِ ازل سے بار ہے قید تعیّنات

Marfat.com

عالمِ حیات بعد الممات حسیّات تحت الشعور کا پس منظر یا حیاتِ حال کا تتمہ ہے

۵۸۔ نفس انسانی کچھ نوعی و فطری احساسات بھی رکھتا ہے جو تمام افراد میں مشترک ہوتے ہیں[1] اور وہی نوعی احسات ہر فرد کے مخصوص شخصی احساسات کی بنا ہوتے ہیں اور انہیں شخصی احساسات سے ہر شخص کی شخصی سیرت ممتاز ہوتی ہے جذبات و اعمال مخصوص ہی وہ ملکات پیدا کرتے ہیں جن کو انفرادی اخلاق کہتے ہیں، اس طرح شخصی سیرت و کردار یا اخلاق و اعمال مبنی ہوتے ہیں احساسات شخصی ہی پر مگر مشترک احساسات نوعی، شخصی سیرت و کردار نہیں پیدا کرتے مثلاً کسی لاوارث اور یتیم بچے پر ظلم کرنا کسی صحیح الفطرت انسان کو گوارہ نہیں ہوتا اگر یہ احساس ہر شخص میں ہو تو

---

[1] شرح مزید کے لئے فلسفہ نفس کی فصل احساساتِ نفس ملاحظہ فرمایئے

کسی شخص کا یہ شخصی امتیاز نہ سمجھا جائے گا اور اس کی شخصی زندگی کا جزوِ مخصوص نہ ہوگا۔

بہر حال نہ شخصی احساسات کا انکار کیا جا سکتا ہے نہ شخصی سیرت و کردار کا کہ ہر شخص کی شخصیت نفسی، اس کے انفرادی احساسات و جذبات و اخلاق و اعمال کی جامع ہوتی ہے اور یہی جامعیت ہر شخص کی شخصی زندگی ہوتی ہے حسیّات تحت الشعور کی ماہیت کیا ہے؟ آج سے تقریباً ۲۸ سال پہلے فلسفہ نفس کی فصل، ارتقائے نفس کی صراحت کے ضمن میں، مقالۂ پیش نظر کی ضرورت کا احساس ہوا تھا اور اس کے مضامین کا ایک اجمالی خاکہ ذہن میں آیا تھا۔ مگر چونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ مقالہ ہذا کے جملہ قارئین کرام کی نظر سے فلسفۂ نفس گزر چکا ہو۔ اس لئے فصل ارتقائے نفس کا خلاصہ گذشتہ سے پیوستہ سلسلۂ افکار کو سمجھنے کے لئے پیش کیا جاتا ہے[1] اور کچھ مزید وضاحت

---

[1] مشرق و مغرب کی تخصیص نہیں متقدمین و متاخرین مفکرین میں کم ایسے اہل فکر ہونگے جو کسی نہ کسی صورت سے ارتقا کے قائل نہ ہوں ارسطو نے حیوانات کی درجہ بندی اسی مسئلہ پر غور کرنے کیلئے کی تھی مفکرین اسلام میں صرف مولانا رومی ہی نہیں ..... ابن مسکویہ اور غزالی بھی اسی مسلک کے اپنی بعض تصانیف میں معلوم ہوتے ہیں مغرب جدید میں تو ڈارون کی تخصیص نہیں کرتے مفکرین بغیر اتباع ڈارون اس مسئلہ پر غور کیا ہے اور کسی نہ کسی صورت سے مسئلہ ارتقا کو مانا ہے جو لوگ ڈارون کو اس مسئلہ کا موجد سمجھتے ہیں غالباً وہ مطالعہ کو زحمت سمجھتے ہیں۔

Marfat.com

کے ساتھ۔

گو جزیات ارتقا ہمارے پیش نظر نہ سہی لیکن نوعیتِ ارتقا پر نظر رکھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ نفس کائنات آفرینش کی روش ارتقا کیا ہے دور نہ جائیے اجسام مرکبہ ہی سے اس تحقیق کی ابتدا کیجئے سلسلہ ارتقا کی درمیانی کڑیاں موالید ثلاثہ یعنی جمادات و نباتات حیوانات اور نوعِ انسان کے نام سے موسوم ہیں۔ آغاز ترکیب ہوتا ہے جمادات سے پھر بعض اقسامِ جمادات میں اضافہ ہوتا ہے نمو کا اس طرح نباتات کا آغاز ہوتا ہے اور یہ آغاز مسلسل ترقی کر کے ایک وسیع اور نوع بہ نوع کائناتِ شاخ و شجر بن جاتا ہے پھر بعض اجسامِ نامی میں حس و حرکت کا اضافہ ہوتا ہے اس طرح آغازِ حیوانات ہوتا ہے اور آخر میں جسمِ نامی و حساس متحرک بالارادہ یعنی حیوان میں، نطق یعنی استعدادِ ادراکِ جزئیات و کلیات کا اضافہ ہوتا ہے اور یہ تخصیص انسان کی خصوصیت سمجھی جاتی ہے۔

یہ ترتیب ارتقا بتاتی ہے۔ پہلے درجہ کا امتیاز صرف جسم و جسامت تھا جسامت میں نمو کا اضافہ ہوا تو نباتات پیدا ہوئے' امتیازِ نباتات نمو تھا نمو میں احساس و حرکتِ ارادی کا اضافہ ہو تو حیوانات پیدا ہوئے حیوانات کا امتیاز حیات' احساس حرکتِ ارادی تھا' احساس حرکت ارادی میں اضافہ استعداد ادراکِ جزئیات و کلیات سے انسان کی

Marfat.com

تشکیل ہوئی۔ اس تدریجی ترقی سے معلوم ہوا کہ ہر درجہ ماقبل کا امتیاز خصوصی ہی، درجہ مابعد کے لئے بنائے ارتقا ہے۔

انسان کا امتیازِ خصوصی علم و ادراک ہے اس لئے علم و ادراک ہی کو حیاتِ انسانی کے ارتقائے مابعد کی بنیاد قرار دیا جا سکتا ہے مگر انسان کا موجودہ علم و ادراک جو تمام تر بواسطہ حواس ہے حد بندی حواس کی وجہ سے اپنے منتہائے علم و ادراک کے مقابلہ میں بہت سی محدود ہے علم و ادراک کی غیر محدود وسعت انسان کے سامنے ہے مگر جب اپنی بے پر و بالی پر نظر جاتی ہے تو خاموش رہ جاتا ہے۔ تڑپ ہے رسائی نہیں شوق منزل ہے مگر پائے رفتن نہیں بے شمار اسرار فطرت ایسے ہیں جن کی ہوا بھی انسان کو ابھی نہیں لگی صد ہا حقائق جن کو ہم سمجھنا چاہتے ہیں مگر نہیں سمجھ سکتے، انتہائے تنگ نظری ہے کہ نظر میں خود اپنی ہستی کی بے پردہ حقیقت نہیں کبھی ہم اسے مجموعۂ آب و گل سمجھتے ہیں کبھی وہم مستقل ہم یہ نہیں کہتے کہ از منہ قبل تاریخ کے مقابلہ میں انسان نے علوم و فنون میں بہت زیادہ ترقی نہیں کی ہے، کتابوں سے کتب خانے کے کتب خانے بھرے پڑے ہیں مگر اس انبار میں غور طلب یہ ہے کہ حقیقت کے دانے کتنے ہیں، ظنی علوم کو جانے دیجئے قیاسی نظریات سے بحث نہ کیجئے مشاہدات تجربی سے انسان جو نتائج نکال سکا ہے کیا وہ تمام کے تمام حقائق مشتبہ

Marfat.com

ہیں اور ہر شک سے منزہ؟

حقیقت علم، علم حقیقت ہے اس اعتبار سے دیکھئے تو کائنات تو بڑی شے ہے انسان ابھی تک ایک ذرہ کی بھی حقیقت نہیں معلوم کرسکا ہے ورنہ اس کی نظر میں ذرہ و کائنات کا یہ فرق نہ ہوتا جو آج بھی سمجھبر تو
ع جو ذرہ جس جگہ ہے وہیں آفتاب ہے مسائل الٰہیات میں تو انسان آج سے چار ہزار پہلے جہاں ریب وشک میں گرفتار تھا آج بھی وہیں ہے فلسفہ کی تاریخ میں مختلف نظریات کی چھان بین سے نتیجہ ایک ہی برآمد ہوتا ہے
ع اسرار ازل را نہ تو دانی و نہ من (خیامؔ)

لیکن اگر انسان کا مقصود حیات علم نا محدود یا ادراک حقیقت غیر مشتبہ ہے (اور یقیناً یہی ہے) تو موجودہ نارسائی کا رسائی میں تبدیل ہونا اور ایسے علم و ادراک کا حصول جو قیود سے آزاد ہو لازمی ہے ارتقائے مابعد کے یہی معنی ہیں کہ انسان آئندہ طلب علم و ادراک میں محدود ذرائع نہ ہوگا ادراک و علم ہوگا مگر بلا واسطہ و براہ راست (بغیر توسط حواس) رسائی ہوگی مگر بلا شرط مکان و زمان یہ ہے ارتقائے نفس مابعد) اور یہ خیالی امید موسوم ہی نہیں ترتیب روش ارتقا ہی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ارتقائے مابعد ممکن الوقوع ہے۔

۵۹۔ زندگی کے ہر درجہ ماقبل میں ترقی مابعد کے آثار ابتدائی

Marfat.com

پائے جاتے ہیں مثلاً حیوانات میں تصورات جزئیہ کی استعداد تھی انسان میں یہی استعداد تصورات کلیہ تک ترقی کر گئی اور تمام علوم عقلی کی جان تصورات کلیہ ہی ہیں وہ استقرائی ہوں کہ قیاسی۔ اسی طرح انسان میں ترقی مابعد کے بھی آثار ابتدائی پائے جاتے ہیں۔ بغیر غور و فکر کسی حقیقت کا علم میں آجانا یا یقین واثق ہونا یہی وہ علم ہے جو براہِ راست و بلا واسطہ ہے جس کا تعلق ذاتِ انسانی کے شعور ذاتی سے ہوتا ہے انسانی اپنے شعور وجدانی میں نہ محتاج دلیل وحجت ہوتا ہے نہ رہین گمان و قیاس خود اپنی ہستی کا شعور یقیناً بلاواسطہ علم و ادراک ہے اس کے علاوہ بعض دوسری حقائق کا بغیر غور و فکر ادراک بھی علم بلاواسطہ وہ تمام حقائق علمی جن کے غور و فکر بغیر دفعتاً علم میں آنے سے علم انسانی میں غیر متوقع اور اہم اضافہ ہوا ہے سب کے سب براہِ راست و بلاواسطہ علم ہی کے شواہد ہیں۔ نیوٹن کے دل میں دفعتہً حقیقت جذب و کشش کا وضوح ہوا اور اس مسئلہ ہی پر کیا منحصر ایجادات و اختراعات انسانی کے اسباب و علل پر نظر ڈالئے اکثر ایجادوں کا راز دفعتہً ہی موجدوں کے علم میں آیا ہے۔

اسی نوع کے علم و ادراک بلاواسطہ کو کشف و القا و الہام کہتے ہیں بہرحال اس حقیقت سے انکار تو کسی طرح ممکن نہیں کہ علم و ادراک بلاواسطہ کا وجود ہر انسان میں خود شعوری (SELF CONSCIOUSNESS) کی صورت میں ہے

اور یہی وہ ابتدائی آثار براہ راست علم کے ہیں جو ہر صحیح الفطرت انسان میں پائے جاتے ہیں اور یہی ابتدا ارتقائے حیات مابعد کی بنیاد ہے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ابتدا کب اپنے منتہا کو پہنچیگی؟ اصول ارتقا کے پیش نظر اسی سوال کا جواب' حیات بعد الممات ہے۔ حیات بعد الممات نام ہے اس ارتقائی زندگی کا جو درجہ حیات موجودہ کے بعد تکمیل انسانیت و رفع نقائص کا درجہ ہے یعنی جو نا محدود ارتقائے بصیرت و کشف حجاب کا درجہ ہے۔ ارتقائے بصیرت ہی سے انسان اپنی سابقہ دنیائے حیات کی بے پردہ حقیقت کو اپنے چاروں طرف محیط پائے گا۔ لیکن یہ کس طرح ہوگا؟ فلسفہ نفس کے اس سوال سے مقالہ ہذا کی ابتدا ہوتی ہے ؎

ہوتی جاتی تھیں ادھر بے نور آنکھیں نزع میں
اٹھتا جاتا تھا ادھر پردہ کسی تصویر کا (جوش ملیح آبادی)

بعض ترقی یافتہ حیوانات میں بھی استعداد تصورات جزئیہ کے ساتھ وجدان جزئیات کے بھی آثار ابتدائی نمایاں پائے جاتے ہیں اور غیر نمایاں تو ہر ذی حس حیوان میں ہوتے ہیں

اس صراحت کے ساتھ ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ حیات کا درجہ ماقبل اور اس کا امتیاز خصوصی ہی درجہ مابعد کی بنائے ارتقا ہے یعنی ہر درجہ ماقبل میں ترقی مابعد کے آثار ابتدائی پائے جاتے ہیں حیوانات میں تصورات جزئیات کے ساتھ وجدان جزئیات کی بھی صلاحیت پائی جاتی ہے مثلاً بیا ایک بہت چھوٹی سی چڑیا

Marfat.com

ہوتی ہے وہ اپنا گھونسلا اس طرح بناتی ہے جس پر کمال ہوشمند و دانائی کا گمان ہوتا ہے حالانکہ اس کا یہ عملِ نشیمن سازی بغیر فکر تردد اور بلا سوچے سمجھے ہوتا ہے یہی وجدان جزبات ہے اسی طرح شہد کی مکھیاں اپنا چھتا اس خوبصورتی سے بناتی ہیں کہ دیکھکر تعجب ہوتا ہے کہ چھتے کا ہر خانہ مساوی پیمائش اور متناسب زاویوں کا بہترین نمونہ ہوتا ہے اور اس کے ساتھ یہ تقسیم بھی قابل دید ہوتی ہے کہ بچوں کی پرورش کیلئے چھتے میں جداگانہ جگہ مقرر ہوتی ہے اور شہد و موم کے لیئے جداگانہ تمام مکھیوں کی ایک رانی ہوتی ہے جس کا کام مقرر ہوتا ہے اور تمام مکھیاں اڑکر ادھر ہی جاتی ہیں جدھر وہ جاتی ہے اور جہاں وہ بیٹھ جاتی ہے سب وہیں بیٹھ جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ مکھیوں میں یہ صلاحیت کا غور و فکر یا تجربہ و مشاہدہ کا نتیجہ نہیں صرف ان کا وجدان ہے (بغیر غور و فکر) جو ان کے تمام اعمالِ حیات کا محرک ہوتا ہے۔ بہر حال وجدان کے ابتدائی آثار تمام حیوانات میں پائے جاتے ہیں کہیں محسوس ہوتے ہیں اور کہیں غیر محسوس، حیوانات کی زندگی کا مطالعہ کیجیے تو آپ اسی نتیجہ پر پہنچیں گے

حیات انسانی کا امتیاز خصوصی شعورِ ذات ہے جو تمام حیوانات کے مقابلہ میں بہت ترقی یافتہ ہے لیکن غیر محدود علم و ادراک کی نسبت سے اس کو بھی آغاز و ابتدا ہی کا درجہ دیا جا سکتا ہے انہیں معنوں میں ہم نے

Marfat.com

یہ کہا ہے کہ حیات انسانی میں ترقی مابعد کے ابتدائی آثار پائے جاتے ہیں

اس صراحت کے بعد ہم اس مسئلہ پر غور کرتے ہیں کہ حسیات تحت الشعور کیا ہیں یعنی ان کی ماہیت کیا ہے؟ یہ تو ہم کہہ چکے ہیں کہ افراد کی حیاتِ شخصی ان کے مخصوص حسیّات شخصی و ملکاتِ نفسی کا مجموعہ ہوتی ہے اور اسی مجموعہ ہی میں افراد کی سیرتِ شخصی مضمر ہوتی ہے اور وہ سیرتِ شخصی ہی زید و عمر میں عنوانِ زندگی کے ماتحت مابہ الامتیاز ہوتی ہے سیرت افراد ہی یہ بتاتی ہے کہ کس شخص کی زندگی کا امتیاز کیا ہے۔

حسیّات تحت الشعور سے ہماری مراد حسیات شخصی و سیرتِ انفرادی کا وہ حاصل ہے جو کسی فرد کی زندگی کا کبھی ساتھ نہیں چھوڑتا اس حقیقت پر اس نقطہ نظر سے بھی غور کیجئے کہ ہر فرد کی حیات مابعد حیات ماقبل کا پس منظر ہوتی ہے حیات ماقبل و مابعد میں کوئی درمیانی خلا نہیں ایک سلسلہ کی دونوں کڑیاں ہیں۔ بہرحال حیاتِ انفرادی کی خصوصیتیں کبھی کسی حیاتِ شخصی سے جدا نہیں ہو سکتیں اس اجمال کی مزید تفصیل :۔

۵۹/۱ ہر شخص کی زندگی کے کچھ معمولی واقعات تو ایسے ہوتے ہیں کہ کچھ دن کے بعد یاد کرنے سے بھی یاد نہیں آتے ہیں اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جو کبھی بھلانے سے بھلائے نہیں جا سکتے مثلاً ظالم و مظلوم دونوں کے دل میں ظلم ایک جداگانہ تاثر مگر مستقل نقش پیدا کرتا ہے جو بغیر قصد زندگی میں

اکثر نظروں کے سامنے آتا رہتا ہے یہی وہ نقوش تاثرات اور نتائج اعمال ہیں جو دلوں میں نقش دوام پیدا کرتے ہیں۔ حافظہ سے ان نقوش کی حفاظت کا تعلق نہیں ہے حافظہ میں جو نقوش ہوتے ہیں وہ بالقصد سامنے لائے جاتے ہیں مگر تحت الشعور میں جو نقش ہو جاتے ہیں وہ بغیر ارادہ وقتاً فوقتاً سامنے آکر واقعات گذشتہ کی یاد دلاتے رہتے ہیں مرور زمانہ کا ان پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔ اس عمر کو پہنچکر جب انسان رفتہ رفتہ سب کچھ بھول جاتا ہے حد یہ ہے کہ پہچانے ہوئے لوگوں کو بھی نہیں پہچان سکتا ہے مگر ان واقعات کی یاد دل سے نہیں بھلا سکتا جن کے ارتکاب سے اس کا ضمیر کسی وقت کپکپا اٹھا تھا یا باغ باغ ہو گیا تھا کبھی سوتے میں غیر مربوط الفاظ میں ان داستانوں کا کوئی ٹکڑا اس کی زبان پر آجاتا ہے اور جاگتے میں تو اکثر وہ اپنے گذشتہ خطرناک اقدامات کی یکبارگی یاد سے گھبرا اٹھتا ہے۔ جن لوگوں کی جوانی قتل و غارت گری میں گزرتی ہے بڑھاپے میں ان کی زندگی کا مطالعہ سے سرتاپا اعمال سابقہ کا رد عمل ان پر چھایا ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حیات مستقبل کی بنا افراد کی شخصی حیات کے انکے مخفی بھیدوں پر ہوگی جن سے افراد کا دل اچھی طرح واقف ہوتا ہے حیات تحت الشعور کی جامع تعریف اسی تفصیل سے معلوم کیجئے حیات شخصی، ملکات نفس،

Marfat.com

اعمال کا ردِ عمل یا نتائجِ نفسی، علم و ادراک کی صحیح قدریں اور وجدان و بصیرت کی روشنی، یہی اجزائے تحت الشعور ہیں۔

؎ مٹ نہیں سکتا ہے بیٹے سو کوئی نقشِ ضمیر
مستقل ہوتی ہے فطرت کے قلم کی تحریر
نام ہے نامۂ اعمال اسی کا گویا
زیست کو جس میں نظر آتی ہے اپنی تصویر

Marfat.com

حیاتِ شخصی وبقائے شخصیت بعد مرگ

۶۰۔ مگر بہر حال اگر حیاتِ شخصی بعد مرگ ختم ہو جاتی ہے تو کسی صورت سے ارتقائے مابعد کا کوئی امکان نہیں اگر یہ داستانِ حیاتِ افراد کے آغاز سے شروع ہو کر حیات افراد کے انجام یعنی مرگ پر ختم ہو جاتی ہو تو اس کی متمم حیات مابعد کو قرار دینا محض ایک خیالِ خام ہوگا بعد مرگ جب وہ اعضا ہی آب وگل کی صورت میں منتقل ہو جاتے ہیں جن کے متحدہ اعمال کا حاصل حیات افراد ہوتی ہے تو حیاتِ مابعد کا کوئی امکان ہی باقی نہیں رہتا جو شے ختم ہو جاتی ہے وہ کیفیت حیات ہوتی ہے اور جو شے باقی رہ جاتی ہے وہ مجموعہ ہوتی ہے۔ ان چند عناصر کا جن سے جسم و حجم کا تصور کبھی جدا نہیں ہو سکتا پھر کیوں نہ سمجھا جائے کہ حیات ایک فانی کیفیت ہے اور مادہ ایک باقی حقیقت۔ جس طرح جملہ حیوانات کی حیات نظام کی برہمی کے بعد ختم ہو جاتی ہو اور آخر میں

Marfat.com

تھوڑی سی خاک باقی رہ جاتی ہے یہی صورت انسان اور اس کی زندگی کی نظر آتی ہے ؎

تا سحر وہ بھی نہ چھوڑی تو نے او بادِ صبا
یادگار رونقِ محفل تھی پروانے کی خاک

انسان کے حواس اس کو اس تخیل سے آگے نہیں لے جاتے ہیں نہ مشاہدات تجربی و قیاساتِ عقلی اس مرحلہ سے آگے قدم بڑھانے میں انسان کے معاون ہوتے ہیں اب صرف وجدان و بصیرت نفسی ہی سے ان مسائل کا کوئی قابلِ اطمنان حل تلاش کیا جا سکتا ہے حواس جو کچھ محسوس کرتے عقل جو کچھ کہتی ہے، صحیح وجدانِ بشری اس سے کبھی مطمئن و متفق نہیں ہوتا ہے۔ وجدان یہ بتاتا ہے کہ بعد مرگ حواس جس شے کو آب و گل یا عناصر کی صورت میں باقی پاتے ہیں وہ بھی کوئی مستقل اور قائم بالذات شے نہیں اس کی اصل بھی ایک بساطت محض یا نفس کلی ہے یعنی مادہ اور مادیت کا کوئی اپنا جداگانہ وجود ہی نہیں ہے جسم و جسامت یا مادہ اور مادیت کے جملہ مظاہر نفس کلی کے غیر مستقل اعراض ہیں یعنی جو شے باقی رہتی ہے وہ بساطتِ نفس ہی ہے اور اسی سے اور اسی کے نظام عضوی کے تحت اعراض حیات انسانی جو عبارت ہیں انائے انسانی کے اعمال و کیفیات سے بالقوۃ سے بافعل ہو کر جامع حیات

Marfat.com

اشخاص وافراد ہوتے ہیں اور اسی نفس کلی کے ایک دوسرے نظام کے تحت جس کو نظامِ استحالہ عناصر یا موت کہتے ہیں، حیات انسانی پھر بالفعل سے باقوۃ ہو جاتی ہے اس لئے بقائے شخصیت کے خلاف حواس وعقل کے جو مغالطات ہیں وہ وجدان و بصیرت کے نقطۂ نظر سے مطلقاً قابل التفات نہیں۔ اگر حیات انسانی کا انجام عقل و حواس کے فیصلہ کے مطابق خاک ہو جانا ہی تسلیم کر لیا جائے تو پھر نہ نظام اخلاق باقی رہتا ہے نہ انسانی کی کوئی اخلاقی ذمہ داری، اگر ایسا ہی سمجھ لیا جائے تو شرف انسانیت کیا ہے اور اس کے تحفظ کے کیا معنیٰ ہیں۔ حیوان و انسان حیات کے اعتبار سے دونوں برابر نیک و بد انسان ایک ہی سطح پر نہ اعزازِ نفس کی کوئی اہمیت، نہ خود داری کی۔ قربانی و ایثار، رحم و کرم اور خود غرضی و ہوسناکی، ظلم و ستم ایک ہی صف میں۔ کیا اس لغو احساس کو بصیرتِ انسانی کبھی اور کسی طرح صحیح تسلیم کر سکتی ہے۔

اگر ہم شخصیت جزوی (حیاتِ شخصی) کی حقیقت شخصیت کلی و نفس کلی کے تحت معلوم کریں تو شکوک و شبہات کے تمام سیاہ بادل خود بخود چھٹ جائیں اور آفتاب حقیقت بے نقاب سامنے ہو۔

اس تحقیق کی ابتدا، اعتقاد خدا یا اعتراف ہستی مطلق سے ہوتی ہے کہ جس کو بصیرت انسانی علیم بھی سمجھتی ہے اور حکیم بھی، اس مقام اعتراف

Marfat.com

ویقین سے اہل بصیرت کو یہ نظر آتا ہے کہ قدرت نے اس دنیا میں کوئی شے بے کار پیدا نہیں کی ہے ہر شے کا کوئی مقصدِ تخلیق ہے فعل الحکیم لا یخلو من الحکمتہ۔ جب انسانِ ذی فہم کا ہر کام کسی نہ کسی مقصد پر مبنی ہوتا ہے تو فطرتِ محیط کے کسی کام کو لغو و بحث سمجھنا انتہائے بے دانشی نہیں تو اور کیا ہے۔ انسان کی زندگی کا مقصد خود اس کی خود شعوری بتاتی ہے اور وہ علم و ادراک حقیقتِ نامحدود ہے اور علم و ادراک اس قسم کا جو براہِ راست و بلا واسطہ ہے، اس لئے کہ وہ علم جو انسان کے محدود حواس کے واسطہ سے حاصل ہوتا ہے نہ وہ غیر محدود ہوتا ہے نہ حقیقتِ غیر محدود کو پا سکتا ہے ؎ ذہن میں جو گھر گیا لاانتہا کیوں کر ہوا
جو سمجھ میں آگیا پھر وہ خدا کیوں کر ہوا (اکبر الہ آبادیؒ)

اگر ہم اس ذوق و وجدان توحید سے بیگانہ ہیں تو نہ کچھ حیات کے معنی ہیں نہ کچھ حیاتِ بعدِ ممات کی حقیقت۔ یعنی جب علیم و حکیم مطلق کوئی خدا ئے آفرینش ہی نہیں ہے تو نہ کوئی شے تنظیم ہے نہ ترتیب بالحکمت جو کچھ کائنات میں پایا جاتا ہے وہ بجز ثبوت بدنظمی اور کچھ نہیں، ایک غیر مرتب عالمِ انتشار و پراگندگی ہے جو ہر طرف چھایا ہوا ہے!! اسلئے عقیدۂ حیات بعد الممات پر غور کرنے سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے آیا کوئی خدائے نظام آفرینش بھی ہے یا یہ کائناتِ بے نظام بے خدا

Marfat.com

حیات بعدالممات کے منکر پہلے خدا کے منکر ہوتے ہیں پھر حیات بعد الممات کے وہ اقرار خدا بھی داخلِ انکار ہی ہے جو ایک ایسے خدا کا اقرار ہو جسکی آفریدہ کائنات کا کوئی مقصد ہی نہ ہو لیکن خدا کو علیم و حکیم مطلق ماننے کے بعد اس گمان باطل کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے کہ تمام عالم امکان بے مقصد و بے نظام ہے۔

ذرّے سے کائنات پیدا کر ــــ ذرّے کی کائنات دیکھا ہے

تفہم و تفہیم کے لیے اس آیتِ قرآنی کے معنی پر بار بار غور کیجیے، اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰکُمۡ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمۡ اِلَیۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ کیا تم اس گمان میں ہو کہ ہم نے تم کو عبث پیدا کیا ہے یعنی تمہاری زندگی کا کوئی مقصدِ انتہائی نہیں اور تمہاری بازگشت ہماری طرف کو نہ ہوگی۔ معلوم ہوا کہ بغرض معرفت حقیقت کی طرف رجوع مسلسل یا بازگشت ہی مقصودِ حیات انسانی ہے اور یہ بغیر بقائے شخصیت انفرادی بعدِ مرگ ممکن نہیں نارسا حواس اور منکر خدا ناواقفِ اسرار فطرت، فہم ناقص حاضر پر غائب کا قیاس کرتی ہے نہیں جانتی کہ بقائے شخصیت انفرادی بقائے نظامِ کم وکیف نہیں، برہمی نظامِ کم وکیف فنائے شخصیت افراد کو مستلزم نہیں۔ موت برہمی نظام کم وکیف ہے، فنائے حقیقتِ حیات نہیں، ظہورِ حیاتِ مابعد کے لئے اسی نظامِ کم وکیف کی شرط نہیں جو محدود حواس و عقل کا منتہائے

Marfat.com

علم وادراک ہو، ظہور زندگی کے اور بھی صد ہا نظام سینۂ فطرت میں مختفی ہیں
وہ نظام اگر کم وکیف کا مجموعہ نہیں ہیں تو کس قسم کا نظام ہیں؟ انائے
جزوی اور اس کے نظام یا نفس انسانی اور اس کے احساسات نفسی کو
سامنے لاکر اس مسئلہ پر غور فرمایئے، اس حقیقت کے اعتراف میں تو کسی
شک کی گنجائش نہیں کہ موجودہ نظام حیات میں آپ کی شخصیت کا
ایک ممتاز وجود ہے، احساسات وجذبات اور جملہ اعمال بالقصد کا پورا
نظام آپ کی ذات ہی کا تابع ہے، اگر اس حقیقت کے اعتراف میں آپ کو
کچھ تامل ہو تو اپنی ہستی کا انکار کرکے یہ دیکھئے کہ پھر آپ کی زندگی کے کیا
معنی ہو سکتے ہیں؟

یہ ہے وجود نفس انسانی کا وہ اعتراف جس کے آپ ہر وقت
معترف ہیں مگر کیا آپ بذریعہ حواس وعقل نفس انسانی کی ماہیت سے
بھی واقف ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ نہ مشاہدات تجربی سے اس مسئلہ
ماہیت نفس انسانی کا حل ممکن ہے نہ استقرا وقیاس سے البتہ وجدان وبصیرت ہی سے
اس حقیقت کی کچھ جھلک دل محسوس کرتا ہے معلوم یہ ہوتا ہے کہ اگرچہ اعراض کم وکیف کے ساتھ
نفس کلی کا یہ ظہور خاص یعنی نفس انسانی معرض وجود میں آیا مگر یہ مجموعہ اعراض کم وکیف نہیں یہ تو
ایک پرتو بساطت محض ہے اسی لئے ناقابل تجزیہ وتقسیم ہے نہ متوازن مقدارات نہ متحیز فی الخارج
ہے نہ متعین فی الباطن یہی وجہ ہے کہ بعد مرگ اعراض کم وکیف کی کسی تبدیلی کا اس پر

کوئی اثر نہیں پڑتا ہے کیا یہ حقیقت آپ کے علم میں نہیں آچکی ہو کہ ذرّات جسمانی ہر لحظہ بدلتے رہتے ہیں یہاں تک کہ کچھ عرصہ کے بعد بالکل ایک نیا جسم پرانے جسم کی جگہ لے لیتا ہے مگر اس تغیر و انقلاب مسلسل کا شخصیت افراد پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے زید ہمیشہ اپنے آپ کو زید پاتا ہے اور عمر ہمیشہ اپنے آپ کو عمر پھر موت کا جو درحقیقت ایک انقلاب اعراض کم و کیف ہی ہے شخصیت افراد پر ایسا اثر جو مرادف عدم و فنا ہو کس طرح پڑ سکتا ہے جب اسکی اصل وحقیقت باقی رہتی ہو البتہ بقائے شخصیت بعد مرگ افراد ایک ایسے نظام اعراض کی مقتضی ہے جس سے حیات بعد الممات کے مطالبات کی تکمیل ہو سکے یعنی جو رافع نقائص حیات موجودہ ہو اگر حیات مابعد کے لئے یہی نظام اعراض ہو اور یہی انضمامات جو آج لازمہ حیات ہیں تو کبھی موجودہ حیات انسانی کے نقائص رفع نہ ہو سکیں گے اور انسانی زندگی ہمیشہ منزل حقیقت شناسی سے بہت دور سرگرداں و مبتلائے قیاس و گماں رہے گی اس لئے کہ بقید حواس جستجوئے حقیقت قفس میں تلاش نشیمن کے مرادف ہے۔

نظام حیات مابعد اسی قسم کے بسیط اعراض کا مجموعہ ہوگا جس طرح کے غیر متغیر و لطیف و نوری اعراض کا جامع نفس انسانی ہے۔ مادّہ کو باقی اور صورت مادی کو فانی سمجھنے والے اگر مادے کی حقیقت غیر مادّی سمجھتے تو وجدان و عقل کے درمیان کوئی خلیج ہی باقی نہ رہتی مگر یہ منزل ہنوز بہت دور ہے

Marfat.com

مشاہدات تجربی کا ذوق رکھنے والے اگرچہ تجربی مشاہدات کی اس منزل پر ترقی کر کے پہنچ گئے ہیں کہ جہاں سے انہیں تمام کائنات مادی کی اصل صرف ایک غیر متجزبساطت یا ازجی معلوم ہوتی ہے مگر بایں ہمہ تصور جسم وجسمانیت ان کی نگاہوں سے پوری طرح زائل نہیں ہوا وہ انرجی کو بھی غیر مادی نہیں سمجھتے ہیں مگر جملہ مسائل الہیات کا کوئی صحیح حل (مسئلہ مبدأ و معاد کی تخصیص نہیں) اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک نگاہیں حجاب مادیت کو چاک کر کے عقب مادیت ایک نور بسیط کی شاہد نہ ہو جائیں یعنی جب تک مادہ کی اصل غیر مادہ بغیر ریب و شک نظر نہ آئے

۶۰ کائنات بقائے انواع کی فطری صورتیں تو سب کے سامنے ہیں ایک درخت سے اسی قسم کا دوسرا درخت ایک حیوان سے اسی نوع کا دوسرا حیوان پیدا ہو جاتا ہے انسانی نسل کی اسی صورت سے باقی ہے افراد انسانی کی اولاد قائم مقام نوع انسانی ہوتی ہے اسی طرح جملہ انواع مخلوق کی بقائے نوعی کا انتظام فطرت کی طرف سے ہے مگر زید و عمر کی مخصوص شخصیت کی بقا کا کیا انتظام فطرت نے کیا ہے زید و عمر کی اولاد اُس شخصیت انفرادی کا مثنیٰ تو نہیں ہوتی جو زید و عمر کے شخصی احساسات و ملکات نفسی نتائج اعمال قلبی اور مخصوص علم و شعور انفرادی کا مجموعہ ہوتی ہے سوال یہ ہے؟ پھر اگر یہ ممکن نہیں کہ شخصیت افراد بعد مرگ باقی رہے

Marfat.com

تو مقصود حیات افراد بھی کچھ نہیں مانا جا سکتا اور اس تخیل کے ساتھ، فطرت آفرینش کو بھی ناکامیاب مقصود آفرینش ماننا ہوگا مگر وجدان اس گمان باطل کو لغو ہی بتاتا ہے۔ تصور بقائے شخصیت کی بنائے محکم، یقین ربوبیت و حکمتِ حکیم مطلق پر ہے اگر سلسلہ علت و معلول پر بعدِ یقین توحید نظر کی جائے تو جملہ مظاہرِ کائنات کی حقیقت وہ اصل مظاہر معلوم ہوتی ہے، جس کو بساطتِ محض یا نفس کلی اصطلاحاً کہتے ہیں پھر نفسِ کلی کے اعتراف کے بعد نفسِ جزوی یا بقائے شخصیت کا مسئلہ کوئی ناقابل حل معما نہیں رہتا، جیسا کہ بوضاحت کہا جا چکا ہے غور فرمائیے

سہ وہ راز ہو تو جسکی بڑی ہے تفسیر ہر صفحہ عالم پہ ہے انساں تحریر
جو آپ کو پہچانے حقیقت اس کی انسان نہیں تا حد شکل و تصویر

کچھ شک ہی نہیں اگرچہ فانی ہوں میں
لیکن بہ بنائے جاودانی ہوں میں
کیوں موج مسلسل نہ ہو ہستی گویا
کس بحرِ وجود کی روانی ہوں میں

جرثومۂ حیات (SPERMATOZOA یا LIFEGERM)

۶۱۔ عقیدہ حیات بعد الممات کے خلاف طبیعات و مادیات کے نقطۂ نظر سے یا علم قوانین فطرت کو محدود عقل و حواس سمجھکر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں ان پر کسی تبصرہ مزید کی ضرورت نہیں اب ہم ان بعض شبہات کے ازالہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جن کا اگرچہ براہِ راست تو اس عقیدہ سے کوئی تعلق نہیں مگر بالواسطہ کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے۔

عصر حاضر میں حیاتیات کے ماہرین اس تحقیق کو اپنی جدید تحقیق علم حیات سمجھتے ہیں کہ استقرار حمل کے معنیٰ رحم میں استقرار مادۂ حیوانی یا نطفہ حیوانی کے نہیں بلکہ خلیّہ نسائی (OVUM) میں جرم حیات (SPERMATOZOA) کے داخل ہو جانے کے ہیں یہ جراثیم بکثرت نطفہ حیوانی میں ہوتے ہیں جن میں سے کوئی ایک جب بیضہ نسائی سے مل جاتا ہے تو حمل ٹھہر جاتا ہے جن لوگوں کی نظر میں آیتِ قرآنی "لقد خلقنا الانسان من علق" کی صحیح تفسیر ہے وہ اس تحقیق کو

Marfat.com

جدید نہیں سمجھتے ہیں علق سے مراد جرثومہ حیات ہی ہے۔ بہرحال یہ تحقیق قدیم ہو کہ جدید اس کے ماتحت شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ جب انسانی زندگی ایک جرم حیات کے طبیعی نشو و نما کا نتیجہ ہے تو نفس انسانی بھی جس کو جامع اعمال و کیفیات حیات سمجھا جاتا ہے کوئی جداگانہ شے نہیں بلکہ اوؤم OVUM[1] اور SPERMATOZOA کے باہمی فعل انفعال کا نتیجہ ثالثہ ہے۔ پھر جب صورتحال یہ ہے تو نفس انسانی کے بقائے بعد مرگ کے معنی کیا ہیں اور بقائے شخصیت کس طرح ممکن ہے جہاں تک اس جرثومہ کی فطری صلاحیتیں قوانین طبعی کے تحت میں ترقی کر سکتی ہیں ترقی کرتی ہیں اور جب اندرونی و بیرونی مزاحمتوں سے مغلوب ہو جاتی ہیں اسی وقت فنا ہو جاتی ہیں اس لئے حیات بعد الممات

---

[1] کچھ اوؤم AVUM اور اسپرمیٹوزوا SPERMATOZOA کے متعلق خوردبین کی امداد سے ۔۔۔۔ SPERMATOZOA ایک نہایت ہی باریک اور بہت ہی چھوٹا سا ایک متحرک جرثومہ معلوم ہوتا ہے OVUM کا جب دو ہزار گنا بڑا فوٹو لیا گیا تو ایک چھوٹے سے انڈے کی تصویر نظر آئی اس بیضہ نسانی میں جو براہ راست بغیر امداد خوردبین نظر بھی نہیں آسکتا ہو بالقوت وہ تمام صلاحیتیں مخفی ہوتی ہیں جنکے تدریجی نشوونما سے انسان کا پورا عضویاتی نظام پیدا ہوتا ہے یوں کہئے کہ جسطرح ایک رائی کے دانے میں پورا پیڑ رائی کا بالقوہ مضمر ہوتا ہے اسی طرح اس نقطہ اجمال میں پوری تفصیل زندگی کی مخفی ہوتی ہے اگر انسان اس نقطہ سے ہو کر اپنی زندگی کی ابتداء وہاں تک سلسلہ بسلسلہ دیکھے جہاں سے وہ ان مسائل پر غور کر سکتا ہے اور جو سراپا ایک نیا ذاتی احساس و ادراک ہے تو مسئلہ نشوو ارتقا کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہ رہے حالانکہ سلسلہ نشوو ارتقا کی یہ جزوی ارتقا ایک غتربود کڑی بھی ہے۔

کے کوئی معنی نہیں ہیں۔

ہم یہ کہتے ہیں اس نظریہ حیات سے تو بجائے انکار مسئلہ حیات بعد الممات کی تائید ہوتی ہے۔ سوال ہے زندگی کا دریافت طلب یہ ہے کہ اس جرثومہ میں زندگی کی یہ رو کہاں سے آئی جو آگے بڑھکر صد طوفان در آغوش ثابت ہوئی آغاز موجِ حیات اس جرثومہ سے تو نہیں ہوتا ہے لا محالہ ماننا ہوگا یہ موج اپنے کسی سرچشمہ سے برآمد ہوکر ابتداً اس قطرہ حقیر میں موجزن پائی گئی ہے اور آگے بڑھکر انسانیت کا سمندر بن گئی۔

علوم عقلی میں، انسان معلم اول وحدانیات میں سپہر علم و عرفان کا نیّر درخشاں فضا و ہوا بر و بحر کا حاکم اور اگر جامع جملہ صفات انسانیت ہو تو خدا کا نائب تاجدار ارض و سما کائنات کی ہر شے اس کے تابع۔ اگر اس کی زندگی کا آغاز اس جرثومہ ہی سے تسلیم کر لیا جائے تو حیرت انگیز شان ربوبیت کے ثبوت کے لئے کسی اور دلیل کی ضرورت ہی نہیں باقی رہتی ہے۔

فتبارک اللہ احسن الخالقین

حیات کے اس نقطہ نظر سے مسئلہ بقائے شخصیت کی اور بھی وضاحت ہوتی ہے زندگی کی جو رو بے شمار مدارج ارتقا سے گذرتی ہوئی اس قطرہ دریا میں موجزن پائی جاتی ہے یہ قطرہ اس کا ساحل منتہا نہیں ہے اب رہا یہ تجسس کہ یہ رو کس صورت سے آگے کو بڑھے گی تو غور کرنا چاہئے کہ

جمادات سے کس طرح نباتات ہیں وجہ نشو ونما ہوئی اور نباتات سے آگے بڑھکر کس صورت سے حساس و متحرک بالارادہ ہوئی اور انسان میں کس نظام ذہنیت کی حامل ہوکر وجہ علم وادراک ہوئی' انائے انسانی کی خصوصی خودشعوری ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرگِ افراد تا حد تغیر اعراض جسمانی ہی ہے ان اعراض غیر متخیر پر جن کی جامع اصل انائے انسانی ہے اعراض جسمانی کے تغیر کا کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔ جیسا کہ کہا جا چکا اصل انائے انسانی' اَنائے کلی ہے یعنی انائے کلی کی بساطت مخصوص کالقوۃ سے بالفعل ہو جانا ہی اصل انائے انسانی وحیات شخصی ہے اور چونکہ یہ سلسلۂ قوت وفعل حیات موجودہ پر ختم نہیں ہوتا ہے اس۔ لیے کسی دوسرے نظام کے ساتھ جو ارتقا کے مناسبت ہو اس بساطت نفس کلی اَنائے انسانی یا نفس انسانی کا' حیات بعد الممات کی تشکیل کے لئے پھر بالقوۃ سے بالفعل ہو جانا خلافِ قوانین فطرت نہیں۔

Marfat.com

حیاتِ مابعد دوسری ذی حیات مخلوق کیلئے کیوں نہیں ہے؟

۶۴۔ حیات بعد الممات کا تعلق، خود شعور انائے انسانی سے ہے اور اسی تخصیص سے انسان مکلّفِ فرائض اخلاق و اعمال ہے، ہر عمل، کارِ دعمل نفس انسانی ہی پر ہوتا ہے اور حیات شخصی، حسیات تحت الشعور، لکات نفس، نفسی نتائج اعمال اور شخصی علم و شعور کی جامع ہوتی ہے حیات مابعد الممات ارتقائے بصیرت سے اس پوری اندرونی دنیا کی حقیقت انسان کے سامنے ہوگی تاکہ ہر شخص یہ معلوم کرے کہ اس نے اپنی سابقہ زندگی کہاں تک مطابق مقصدِ حیات بسر کی اور کس حد تک مقصدِ حیات کو فراموش کیا ہے مقصود حیات مابعد، عرفان حقیقت ہے جس صورت سے ہو اہل حسنات مشاہدۂ نتائجِ حسنات کے ضمن میں شاہدِ حقیقت ہوں گے اور مرتکب سیّات، آلِ سیّات کے ضمن میں مگر خود شناش اہل باب معرفت کا مقام دونوں سے الگ براہِ راست غیر محدود شہود حقیقت ہوگا۔

؎ حیاتِ حال کے اگلے قدم پر بہاریں ہیں تری دیدہ وری کی

یہ شرحِ امکانات، مجموعہ خیالات نہیں مفسرِ وحدانیات و ترجمانِ آیاتِ الٰہیہ ہے

چونکہ حیوانات میں وہ خود شعوری نہیں جو بنائے حیات مابعد ہے، اس لئے کسی حیوانی زندگی سے حیات مابعد کا سوال متعلق نہیں ہو سکتا نہ حیوان خود شعور ہوتے ہیں نہ اپنے اعمال حیات میں حسنات و سیات کا کوئی امتیاز رکھتے ہیں نہ ان کی زندگی کا مقصود خود شناسی یعنی خداشناسی ہے اس لئے ان کا سلسلہ حیات بھی محدود ہے۔ ان کے تمام ارادے انکے وظائف طبیعی میں محدود ہوتے ہیں اور وہ اپنے دائرہ فطرت سے کبھی بھی متجاوز نہیں ہو سکتے برخلاف حیوانات انسان کی خواہش کی دنیا بہت وسیع ہے اور حق و ناحق کا لحاظ ہر قدم پر بمطالبۂ انسانیت اس کے لئے ضروری ہے یہ پابند لحاظ حقوق بھی ہو سکتا ہے اور متجاوز بھی اس لئے اسی کیلئے جزا بھی ہے اور سزا بھی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی

حیاتِ مابعد کا اخلاقی پہلو

۶۳۔ چمنستانِ عیش و عشرت کی بہاروں ہی کو جو منتہائے زندگی سمجھتے ہیں اور اس دنیا کے علاوہ جو سمت و جہت میں محدود ہے کسی ایسی دنیائے غیر محدود کا وجود محال و خواب و خیال سمجھتے ہیں جو دارالجزائے اعمال ہو اور وہ عقیدۂ حیاتِ مابعد کو مرادف قنوطیت سمجھتے ہیں ان کا خیال ہے کہ جو لوگ اس دنیا میں متاعِ زندگی یعنی ساز و سامانِ آرام و راحت، عزت و جاہ مرتبت میں ناکامیاب ہوتے ہیں وہی اگلی زندگی میں جنتِ فردوس کے خواب دیکھتے ہیں اگر انسان شروع سے اس زندگی کی کامیابیوں سے مایوس ہو کر حیاتِ مابعد ہی میں تکمیلِ تمنا و آرزو کے امکان سمجھتا تو یہ کرۂ ارض، جو پہلے دشت و بیاباں اور مہیب جانوروں کا مسکن تھا آج گل و گلزار اور ہر طرف زندگی کی رنگینیوں سے آباد نظر نہ آتا، شجر کائنات کو ہزاروں سال اپنے خون دل سے انسان نے سینچا ہے تو کہیں یہ شجر بار ور ہوا ہے فطرت نے رات

Marfat.com

پیدا کی انسان نے اس کو برقی شعاعوں سے دن میں تبدیل کر دیا۔ فطرت نے ناقابل عبور سمندر پیدا کیے انسان نے اس پر اپنے اقتدار کے سکّے جما دیے، سمندروں کو چیر کر جہازوں کی ساحلوں کی طرف روانی سب کے سامنے ہے بعد المشرقین والے فاصلے آسان مسافرت میں حائل تھے ہوائی جہازوں کی وساطت سے مہینوں کے فاصلے دنوں میں اور دنوں کے گھنٹوں میں آج طے ہو رہے ہیں ممکن ہے کہ آگے چل کر اعجازِ طے الارض عام ہو جائے اور ہر انسان ایک قدم میں مشرق سے مغرب کی حد پر کھڑا نظر آئے۔

یہ سب کیا ہے۔ اسی امر کا نتیجہ کہ انسان نے اس دنیا کو صرف گذرگاہ نہیں سمجھا اور راستے آرام دہ قابل رہائش بنانے کی کوشش کی مگر جن لوگوں کے دل میں یہ عقیدہ جم گیا کہ یہ دنیا جائے فرار اور اگلی دنیا جائے قرار ہے ان کی زندگی سے ہر شوق تعمیر اور ہر زندگی کا ولولہ رخصت ہو گیا۔ فرار یعنی اس دنیا کی ہر جہت سے گریز ایسا خطرناک اعتراف شکست ہے جو انسان کو دنیا سے بیزار ہی نہیں بے کار بنا دیتا ہے زندگی میں نہ زندگی کی کوئی جد وجہد باقی رہتی ہے نہ عزائم بلند رہتے ہیں قوائے عمل شل ہو جاتے ہیں اور بے دست و پائی جو جمود محض کا مجسمہ ہوتی ہے حیات مایوس کا قالب بن جاتی ہے اس کو وہ لوگ نفس کشی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ خودکشی ہوتی ہے۔ خدا کی بخشی ہوئی نعمتوں سے بیزاری انتہائے ناشکری نہیں تو اور کیا ہے خیر اس شے کو ناشکر گزاری تو

وہ کہتے ہیں جو خدا پرست ہوتے ہیں لیکن وہ لوگ جو کوئی مذہب نہیں رکھتے ہیں وہ تو اس قسم کی زندگی کو موت سے بدتر سمجھتے ہیں ان کے نزدیک اس رہبانیت کا ذمہ دار تنہا عقیدۂ حیاتِ بعد الممات ہے۔

دنیائے انسانیت میں عقیدۂ حیاتِ بعد الممات کی سب سے بڑی مبلغ تعلیم قرآنی ہے اس تعلیم سے بے خبری کا نتیجہ وہ اعتراضات ہیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا۔ اسلام اس دنیا کو دار العمل اور اگلی دنیا کو دار الجزا بتاتا ہے دار العمل میں عملی کامیابیوں کے نتائج دار الجزا میں نظر آئیں گے اس تعلیم کے ہوتے ہوئے تعطل و جمود خود کشی بمعنی النفس کشی اور رہبانیت کا کوئی جواز ہی نہیں ہے۔ قرآنی تعلیم یہ ہے کہ انسان کا کام صرف کوشش ہے لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ تمہاری کوشش کامیاب ہو گی (سعیکم مشکورا) تعجب ہے جس تعلیم کا جزو اعظم پیغام جہاد ہو اس کو لوگ درس بے علمی سمجھیں۔ جہاد کے معنی برائے جہانگیری جدال و قتال نہیں، مقصدِ حیات کے پیش نظر ہر شعبہ حیات انسانی میں کامیاب ہونے کے لئے مسلسل جد و جہد کرنا جہاد ہے ہاں اگر غلبہ حق کیلئے باطل کو شکست جدال و قتال ہی سے ہو سکتی ہو تو وہ بھی ایک نوع جہاد ہے

؎ مقصدِ زندگی ترقی ہے رہ کے لیکن حدود فطرت میں

اب رہا دنیا سے بیزاری کا سوال تو اسلام خدا کو بھول جانے حق سے غافل ہو جانے اور ناحق کوشی سے بیزار کرتا ہے تشکر نعمت کی دنیا سے بیزار نہیں کرتا ہے۔

Marfat.com

؎ چیست دنیا؟ از خدا غافل بُدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

غرض کہ تعلیم قرآنی کا حاصل ایمان اور مطابق ایمان عمل ہی عمل ہے

؎ عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ انسان اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے (علامہ اقبال)

عقیدہ حیاتِ مابعد انسان کے کسی ارادی عمل کو بے نتیجہ نہیں بناتا ہے ہر نیک و عمل کی جزا انسان دار الجزا میں پائے گا اور ہر بد عمل کی سزا نیک و بد کا امتیاز جزوِ عقیدہ حیاتِ مابعد ہے۔ منکرین حیاتِ مابعد کا یہ خیال ہے کہ یہ زندگی جس صورت سے گزاری جائے اس کا کوئی مآل کار نہیں ہے ستم و کرم چونکہ بے نتیجہ ہوتے ہیں اس لئے وہ دونوں یکساں ہیں قتل و غارت گری اور رد خلائق کا امتیاز محض ایک جذباتی چیز ہے ورنہ نہ قتل و غارت گری سے زندگی کو کچھ نقصان پہنچتا ہے نہ خدمتِ خلق سے کوئی فائدہ اس لئے کہ زندگی تو محض ایک عارضی چیز ہے نیک و بد دونوں طرح کے انسان مر کر خاک ہو جاتے ہیں۔

اب آپ خود غور فرمائیے کہ عقیدہ حیات مابعد مسلح اخلاق و اعمال انسانی ہے یا انکار حیات مابعد اور مسلسل عمل صالح کی تلقین کس عقیدے کا جزوِ لاینفک ہے اور کون سا عقیدہ شرف انسانی کا محافظ ہے۔

Marfat.com

ہاں اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آج جو قوم اس عقیدہ کی علمبردار ہے اس کے اخلاق و اعمال میں تو کوئی خاص بلندی نہیں معلوم ہوتی ہے بلکہ دیکھا تو یہ جاتا ہے کہ فرض ناشناسی میں اہل مذہب لامذہبوں سے بہت آگے ہیں پھر یہ کس طرح تسلیم کیا جائے کہ یہ عقیدہ اخلاق و اعمال کو بلند کر دیتا ہے اور شرافت انسانی میں بیش از بیش اضافہ کا سبب ہوتا ہے۔

اعتقاد بے عمل، اعتقاد ہی نہیں صرف ایک رسمی توہم ہے اس عقیدے کا جن لوگوں کے اعمال و اخلاق پر کوئی اثر ہی نہیں ہے وہ دراصل دل سے اس عقیدہ کے قائل ہی نہیں ہیں اس لئے ان کی بے عملی سے اس عقیدہ کے غیر موثر ہونے کا گمان غلط فہمی ہی ہے۔

؎ باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روئد و در شورہ بوم خس

یہ عقیدہ حیات مابعد جزا و سزائے اعمال ہی تھا جس کے یقین کامل نے اسلاف میں ہزار ہا مثالین مکارمِ اخلاق و اعمال کی ایسی پیدا کیں جن پر انسانیت بجا طور پر ہمیشہ فخر کرے گی اور وہی عقیدہ آج بھی زبانوں پر ہے مگر بے یقینی کے ساتھ، اسی کا نتیجہ ہے کہ ہماری زندگیاں یقولون مالا تفعلون کی مصداق ہیں ہم وہ بات کہتے ہیں جس پر

Marfat.com

خود عمل نہیں کرتے' اسی تخالفِ عقیدہ و کردار کا ردِ عمل ہے کہ ہم زمانہ کی نگاہوں میں ہدف طنز و ملامت ہیں ۔ اگر ہم تہ دل سے اپنے فرائض اخلاق کو محسوس کرنے لگیں اور مقصدِ حیات کو پیش نظر رکھیں تو ایک انقلاب عام ہماری زندگیوں میں ہو سکتا ہے مگر جب کسی ملت کے عقائد کی جگہ رسم و رواج لے لیتے ہیں تو کسی بہتر انقلاب کی امید بہت کم ہو جاتی ہے خدا کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے حال کو نہ بدلے (تعلیم قرآن پاک)

۶ قرآن کا پیغام ہے ایمان و عمل

Marfat.com

اس مقالہ کے مطالب کا خلاصہ

(۶۴)

ا ۔ عقیدہ توحید، سرچشمہ بصیرت و عرفان ہے جو مستلزم عقیدۂ حیات مابعد ہے۔

ب ، حیات بعد الممات کا مقصود ارتقائے بصیرت ہے۔

ج ، مقصود حیات انسانی مکمل خود شناسی ہے جو بغیر ارتقائے بصیرت ممکن نہیں۔

د ، تمام کائنات باستثنائے حیاتِ انسانی نفسِ کلی کے مظاہر عمومی کا مجموعہ ہے۔

ہ ، نفسِ انسانی، نفسِ کلی کا مظہرِ خصوصی ہے۔

و ، خود شعوری کسی دوسری نوع مخلوق میں نہیں پائی جاتی ہے اس لئے حیاتِ بعد الممات جو خود شعور حیات شخصی پر ہی مبنی ہے

اس کا تعلق انسانی حیات شخصی ہی سے ہے کسی دوسری نوعِ مخلوق سے نہیں۔

ز ، موت اعراض عمومی کا تغیر ہے اعراض خصوصی یعنی مجموعہ احساسات نفسی کا نہیں۔

ح ، یعنی نفس انسانی پر جو مظہر بساطت نفس کلی ہے اعراض عمومی کے کسی تغیّر کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔

ط ، عضویاتی نظام حیات مابعد کے لئے شرط نہیں ہے البتہ بلاواسطہ علم وادراک جو ارتقائے نظام علم وشعور کے مناسب ہوتا ہے وہ لازمۂ حیات مابعد ہے۔

ی ، بقائے شخصیت کے معنیٰ اَنائے انسانی کے بالقوہ سے دوبارہ (ایک اپنے نظام اعراض کے ساتھ جو مناسب ارتقا ہو) بالفعل ہو جانے کے ہیں۔

ک ، جسم وجسمانیت مادہ ومادیت کی اصل نفس کلی کی بساطت محض ہے،

ل ، حیات کے صدہا نظام ترتیب وار ہیں منجملہ ان سب کے موجودہ حیات انسانی کا بھی ایک نظام ہے اگلے نظام حیات کی بنیاد انائے انسانی کی خودشعوری پر ہے۔

م ، اس عقیدے کے خلاف تمام اعتراضات استقرائے ناقص وجہل

Marfat.com

مرکّب پر مبنی ہیں۔

ن : اس قسم کے حقائق کے ادراک کا ذریعہ وجدان ہی ہے فہم سلیم کا کام اعتراف عجز ہے، انکار و الحاد نہیں۔

"العجز عن الادراک، ادراک"

حقائقِ الہیات یا مسائلِ مابعد الطبیعات کے ادراک میں فہم انسانی کا اعتراف عجز انتہائے دانشمندی و رسائی ہے۔

ع ہم نے جانا کہ کچھ نہیں جانا

یہ ہے انتہائے دانائی اور یہ ہے علم کے بحرِ بے پایاں کے سامنے ایک کامل متفکر کا احساس۔

Marfat.com

باب ششم تتمہ

منصب نبوت و رسالت

۶۵- فہم انسانی کا کام حقائق کی جستجو ہے علم اشیا یعنی ماہیت و افعال و خواص تک یہ جستجو تجربات و مشاہدات، استقرار و قیاس کے ذریعہ سے روز بروز کامیاب ہوتی جا رہی ہے" معلومات انسانی کا ازمنہ قبل تاریخ سے زمانۂ حال تک جائزہ لیجئے تو زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا اسی طرح دوسرے علوم طبیعہ میں بھی انسان نے بہت ترقی کی ہے مگر الٰہیات یا حقائق ماورائے طبیعیات کے علم میں فہم انسانی جہاں آج سے چار ہزار سال پہلے تھی وہیں تقریباً آج بھی ہے۔ یہ تو نہیں کہ مفکرین نے ان مسائل ماورائے عقل و حواس پر غور نہیں کیا ہو فلسفہ کی تاریخ شاہد ہے کہ مسلسل غور کیا ہے مگر نتیجہ سے صرف جستجو ہی ثابت ہوتی ہے کوئی قابل اطمینان کامیابی نہیں بخشی بھی بہت سی کی ہیں دلائل کی بھی کمی نہیں ہو

Marfat.com

مگر منطقی دلائل سے مخاطبین کی زبانیں توساکت ہوجاتی ہیں مگر دل مطمئن نہیں ہوتے ہیں، فلسفیانہ نظریات کے صدہا اختلافات اور مختلف مدارس فکر کی بنیاد اسی بے اطمینانی پر ہے۔

معلوم ہوا کہ الٰہیات میں فکر انسانی بغیر معاونتِ وجدان حقائق کا یقین حاصل نہیں کر سکتی مگر ان مفکرین کے مسلک کے خلاف جو محض فکر ہی سے عقدۂ ہستی کو کھولنا چاہتے ہیں، ایسی ہستیاں بھی نوع انسان میں پائی گئی ہیں جنہوں نے فکر و وجدان دونوں سے ان کے صحیح مصرف کے لحاظ سے کام لیا ہے۔ حقیقتاً وہی تھے پیغمبران حقیقت۔ پھر جس طرح عقل و فہم کے کثیر درجات افراد انسانی میں پائے جاتے ہیں یہی صورت وجدان کی بھی ہے، کہیں تو وجدان کی روشنی اس قدر دھندلی کرن کی مثال ہو جو اس قدر غیر نمایاں ہو کہ اس کے وجود میں بھی شک ہو اور کہیں آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ منور۔ پیغمبرانِ حقیقت و انبیائے مرسلین کا قدم منزلِ ارتقائے وجدان کی آخری حد پر ہوتا ہے نگاہ شہود کی بلندی کی تو انتہا ہی نہیں ہے۔ وہی محرم اسرار حقیقت و راز دار فطرت انسانی تھے جنہوں نے متجسسِ حقیقت انسان کو سرگشتہ و حیران وادی طلب پاکر یہ بتایا کہ فکر سے صرف تفکر یعنی جستجو کا کام لیا جاسکتا ہے اور یقینی مشاہدۂ حقائق کا وجدان سے۔

Marfat.com

وہ حقائق جن تک براہ راست عقل و حواس کی رسائی ممکن نہیں لسانِ مذہب میں ان کو حقائق غیبی کہا گیا ہے۔ چونکہ مدرک یعنی ادراک کرنے والی استعداد اور مدرَک یعنی اس حقیقت میں جو علم و ادراک میں آئی ہو کوئی فطری مناسبت ضرور ہوتی ہے اس لئے غور کرنا یہ ہے کہ وجدان و حقائق غیبی میں کیا مناسبت فطری ہے؟ وجدان انائے انسانی بانفس انسانی کا شعور ذاتی ہے نتیجہ غور و فکر نہیں، یہ امر مسلم ہے کہ کوئی انسان بھی اپنے شعور ذات میں محتاج غور و فکر نہیں لیکن نفس انسانی جو جو مرکزِ شعور ذات ہے وہ نہ محسوسِ بالحواس ہے نہ مدرکِ بالعقل اسلئے وہ بھی منجملہ حقائق غیبی ایک شعاعِ حقیقت غیبی ہی ہے اسلئے وہی براہ راست مدرکِ حقائق غیبیہ ہو بھی سکتی ہے اور مناسبت ظاہر ہے۔

اس لئے انبیا علیہ السلام نے سرگشتہ غور و فکر اور مبتلائے اوہام وخیالات انسان کو وجدان ہی کی راہ سے حقائق غیبی کے یقین کی طرف بلایا ہے اور حقائق غیبی کے یقین ہی کے ذیل میں دستورِ حیاتِ انسانی مرتب فرمایا ہے۔ نبی کے لغوی معنی، خبر دینے والے کے ہیں اور خبر سے مراد اطلاع حقائق غیبی کے ہیں انبیائے مرسلین شاہدانِ حقائق غیبی یا مطلع علی الغیب ہوتے ہیں اور پھر رسولوں میں بھی خصائص نبوت کے درجات ہیں، ستارے بھی روشن ہوتے ہیں اور چاند بھی مگر فرق مدارجِ نور

ضرور ہوتا ہے پھر آفتاب رسالت کی اُس روشنی کو دیکھئے جس کی جھلک سے قلوب ماہ وانجم منور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

۶۶۔ انبیائے مرسلین کے پیغام ہائے توحید کا انکار اور ان کی ذات سے انتہائی مخالفت بالعموم دو مخالف گروہوں نے کی ہے۔ پہلا گروہ تو وہ تھا جو اپنے ادعائے خداوندی پر تعلیم و توحید کو ایک ضرب کاری یا صاعقہ آسمانی سمجھتا تھا اور اپنی خدائی کا بھرم جاتا دیکھکر مقدس نبیوں کے مقابلہ میں پورے سامان حرب کے ساتھ آیا مگر ادھر ہر قدم پر استقامت لاالہ الا اللہ تھی اور ادھر خدائی کے ہزاروں دعوے، وحدت سے کثرت ٹکرائی نتیجہ دنیا نے دیکھ لیا کہ بتکدوں کے چراغ طلوع آفتاب رسالت کے بعد یا تو ہمیشہ کیلئے بجھ گئے یا قابلِ التفات نہ رہے آج دنیا میں کوئی ذی فہم انسان بھی ایسا نہیں، جو خود تراشیدہ بتوں کو دل سے خدا یا حقیقت آفرینش سمجھتا ہو۔

دوسرا گروہ ان مادہ پرستوں کا منکرِ تعلیم انبیاء ہا جو مادے کے سوا کسی دوسری حقیقت کو خدائے کائنات نہیں سمجھتے یہ نتیجہ تھا عقل وخرد کے غلط استعمال یا تجاوز کا، اگر وہ عقل کا مقام صرف جستجو ہی سمجھتے اور حقائق غیبیہ کے حصول میں وجدان و بصیرت نفسی سے کام لیتے تو حجاب ماہیت کے بجائے نظروں کے سامنے ایک تجلی حقیقت محیط ہی پاتے۔

اس مقالہ میں ہم نے منصب نبوت و رسالت کی کچھ وضاحت

Marfat.com

اس لئے ضروری سمجھی کہ توحید وحیاتِ بعد الممات کا یقین کامل انبیائے مرسلین ہی کی تعلیم سے صلاحیتِ قبول رکھنے والے دلوں کو حاصل ہوا ہے انھیں کی تعلیم سے فہم سلیم رکھنے والے انسان فکر انسانی کا صحیح استعمال ومقام معلوم کر سکے وہ مفکّرین الٰہیات جنہوں نے فکر کے ساتھ وجدان وبصیرت نفسی سے بھی کام لیا یقیناً تعلیم انبیا ہی سے مستفید ہوئے ہیں۔

مغالطات حواس وعقل ایک دو نہیں بہت سے ہیں۔ مغالطات حواس کی تصحیح تو تجربات عقلی سے ہو جاتی ہے اور مغالطات عقلی کی تصحیح دائرہ طبیعات میں مشاہدات تجربی سے مگر مسائل الٰہیات میں مغالطات عقلی کی تصحیح کس طرح ہو؟

اس سوال کا جواب انبیا علیہ السلام کی تعلیم میں اضافہ احساس وجدانی یا ارتقائے بصیرت ہے مگر یہ اضافہ کیوں کر ہو؟ مکارم اخلاق واعمال میں ترقی ہی ارتقائے بصیرت کا سبب ہوتی ہے یہ تھی نقطۂ فکر ونظر کی وہ تصحیح جس نے وہ ہستیاں پیدا کیں جن کے شہود حقائق کی ابتدا کامیاب نظریات الٰہیات سے ہوتی ہے ۶ ابتدا دیکھ انتہا معلوم تعلیم رسالت کے پیش نظر خود شناسی حقائق غیبیہ کے ایمان مفصل کا نام ہے جب خود کو پہچاننے کی کوئی حد نہیں ہے تو خدا کے پہچاننے یا معرفت کی

Marfat.com

کیا حد ہو سکتی ہے۔ ہم کبھی اس نتیجہ پر نہ پہنچ سکتے اگر ہمارے سامنے یہ نقطۂ علم حقائق نہ ہوتا:—

مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ

خدا کی ذات نا متناہی پھر اس کی معرفت کیوں کر متناہی ہو سکتی ہے اس کے یہی معنیٰ ہیں کہ عرفانِ نفس کی بھی کوئی حد نہیں ہے کہ وہ خداشناسی کے ذیل ہی میں ہوتا ہے جب اس کی کوئی حد نہیں ہے تو عرفان نفس کی بھی کوئی حد نہیں ہے، دریا کی مسلسل روانی اور موج دو جداگانہ چیزیں نہیں ہیں۔ ؎

خودشناسی خداشناسی ہے　　غیر شرمندۂ دلیل ہوں میں

Marfat.com

عالمِ غیب و شہادت

۶۷- یہ مسلم ہے کہ انبیائے مرسلین حقائق بالغیب سے خلق خدا کو مطلع کرتے ہیں لیکن یہ بھی تو معلوم کرنا ضروری ہے کہ غیب کا جس عالم سے تعلق ہے وہ عالم کہاں ہے اور کیسا ہے اور اس کے بالمقابل عالمِ شہادت کی حقیقت کیا ہے؟

عالمِ غیب کہاں ہے؟ فرمایا گیا ہے وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ وہ تمہارے انفس یعنی تمہارے نفسوں کی گہرائیوں ہی میں ہے کیا تمہیں شعور نہیں ہے؟ کیسا ہے؟ جب نفس انسانی کی مانند جو ایک شعاع عالم غیب ہے کوئی شے دنیا میں نہیں پائی جاتی ہے تو مطلق عالمِ غیب کی کوئی تمثیل و تشبیہ اس دنیا میں جو محسوسات میں محدود ہے کہاں۔ مگر اس دنیا کو عالم شہادت اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ شاہد عالم غیب ہے

Marfat.com

یعنی اس دنیا کی ہر صورت و مظہر یہ بتاتا ہے کہ وہ قائم بالذات نہیں ایک حقیقت غیبی کا ظہور عارضی اس کا وجود یا اسکی اصل نمود ہے اس لحاظ سے اس عالم شہادت کا شہود مشاہدہ مظاہر غیب ہی ہے مگر غیب الغیب ماورائے احساس ادراک ہے یعنی وہ حقیقت غیبی جس کے مظاہر محسوس کا مجموعہ یہ عالم ہے نہ محسوس بالحواس ہے نہ مدرک بالعقل ؎

ہے غیب غیب جس کو سمجھتے ہیں ہم شہود
ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں (مرزا غالب)

انسانی حواس و عقل کی بنا پر جو کچھ محسوس کرتا ہے وہ تاثر و فعل اعراض اس کے اعراض و انفعال کا نتیجہ ہوتا ہے اس لئے یہ سمجھنا غلط نہیں کہ انسان جو کچھ عالم محسوسات میں محسوس کرتا ہے وہ حقیقت نہیں افسانہ حقیقت ہے جو ہمیشہ نظام حواس کی تبدیلی کے ساتھ بدلتا رہتا ہے یعنی حواس کی بدلتی رہنے والی عینک سے ہمیشہ عینک کے مطابق نظر آتا ہے اس ارشاد رسالت کے مفہوم پر غور کیجئے کہ انسان ہنوز سو رہے ہیں (یعنی حقیقت سے ابھی علی الاکثر بے خبر و غافل ہیں) جب مریں گے تو جاگیں گے یعنی جب ظاہری آنکھیں بند ہوں گی تو ارتقائے بصیرت سے باطنی آنکھیں کھلیں گی اس وقت معلوم ہوگا کہ دنیا کیا تھی اور وہ اسے کیا سمجھا کئے۔

بہر حال یہ حقیقت مسلم ہے کہ اصل شہود شہود غیب ہی ہے جس کی

Marfat.com

ابتدا خود شعوری سے ہوتی ہے اور بغیر دلیل وحجت اپنی ہستی کا یقین واثق خود شعوری ہے اسی ذوق کو بڑھاتے چلے جاؤ، منزل شہود غیب کے وہ تمام مراحل جن کا تعلق اس عالم دنیا سے ہے خود بخود طے ہوتے چلے جائینگے۔ اسی منزل کے سالک آگے بڑھکر کائنات کو کوئی خارجی شے نہیں سمجھتے ہیں جس طرح کوئی تصور علمی خارجی شے نہیں ہوتا ہے یہی صورت انکے نزدیک تمام کائنات کی ہے کہ علم باری ہی میں یہ کائنات علمی ہے جسکو حواس انسانی کائنات خارجی سمجھتے ہیں، بعض کے نزدیک کائنات مانند انعکاس خارج میں پائی جاتی ہے مگر چونکہ کوئی عکس، شعاعوں کی مانند اپنا کوئی جداگانہ وجود نہیں رکھتا ہے، اس لئے ان اہل شہود کی نظر شعاعوں پر نہیں ہوتی سرچشمۂ انوار ہی پر ہوتی ہے، اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

ع۔ آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

Marfat.com

وحدتِ وجود وحدت شہود یا تجلی ذات وصفات

۶۸۔ ارباب ذوق کے اسی طرح کے مشاہدات سے، وحدتِ وجود
وحدت شہود کے ذوقی مسائل پیدا ہوئے ہیں، فصوص الحکم مصنفہ حضرت
ابن عربیؒ اور مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ ہمارے سامنے
ہیں، ہمہ اوست جو ویدانت کی تعلیم سے ماخوذ ہے اس پر بھی ہمارے
نظر ہے، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حقیقت واحد کی تعبیروں میں اختلاف
مقصود نظر مختلف نہیں مگر ہمہ اوست سے حقیقت کی جو تعبیر کی گئی ہے
اس قدر عجیب ہے کہ اسے ترجمان حقیقت کہنا مشکل ہے۔

حضرت ابن عربیؒ کے نزدیک، واجب بالذات وقدیم ذات باری ہی ہے اس لئے کائنات کی کسی شے پر ذات واجب و قدیم کا اطلاق نہیں، کائنات ان کے نزدیک، بجز وجوب وقدم باقی تمام صفاتِ الٰہی تعالیٰ کا مظہر ہے مگر حضرت مجدد صاحب کا نقطۂ نظر، شہود بے مثالی ہے

وہ ہر اعتبار سے ذات باری تعالیٰ کو ماورائے تشبیہ و تمثیل سمجھتے ہیں کائنات کی حقیقت ان کے نزدیک سایہ کی سی ہے جو نہ آفتاب کا مظہر ہوتا ہے نہ آفتاب سے جدا پایا جاتا ہے۔ ویدانتی ہمہ اوست کے قائلوں کے نزدیک حقیقت کائنات کی مثال ایک تخم کی سی ہے کہ درخت کے ذرّے ذرّے میں اسی کا وجود ہوتا ہے اس لئے کائنات کی ہر شے پر ان کے نزدیک اصل وجود یا ذات خدا کا اطلاق صحیح ہے مگر نہ حضرت ابن عربی نہ حضرت مجدد صاحب مطلق کا مقید پر اطلاق جائز سمجھتے ہیں نہ ان کے ہم ذوق ہی اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ فلسفہ ویدانت سے ماخوذ ہمہ اوست کائنات کو اجمال وجود واحد ہی کی تفصیل قرار دیتا ہے اگرچہ گیتا کی تعلیم میں بعض اشارات سے حقیقت مطلق کی بے مثالی بھی معلوم ہوتی ہے مگر ویدانت سے ماخوذ ہمہ اوست کی شرح و تفصیل میں اس ماورائیت کا کوئی اثر نمایاں معلوم نہیں ہوتا ہے اگر ہمہ اوست کے یہی معنیٰ ہیں کہ قاتل و مقتول نیک و بد ایک ہی ہیں تو نہ کوئی مجرم قابل سزا قرار دیا جا سکتا ہے نہ کوئی نیک اعمال مستحق جزا۔ یہ منظر دیکھکر کہ نظام اخلاق و شرف انسانیت اس نظریہ کے صحیح ماننے سے تباہ ہو جائے گا احقاق حق کا جذبہ طوفان کی طرح جوش میں آیا اور مجدد صاحبؒ نے خصوصیت سے پوری شدت کے ساتھ اس مخالف اخلاق و عمل نظریہ کی تردید کی اور اپنے زور قلم سے

حقائق کے دریا بہادئے مگر اس تردید کا تعلق اس فکری ہمہ اوست ہی سے تھا جس کے اثبات میں منطقی دلائل سے بھی کام لیا گیا ہے اور دوسروں سے بہ دلائل وحجت اسے صحیح منوانا چاہا ہے ورنہ جس مغلوب الحال بزرگوں نے عالم بے خودی میں کوئی نعرہ ہمہ اوست لگایا ہے، ان کا استغراق وسکرِ ذوقی کسی تردید وتائید سے ماوریٰ ہے نہ ان کے ذوق کی تائید مناسب، نہ تردید ضروری، ساری بحث تو ان سے ہے جو دوسروں کو قائل ہمہ اوست بقید ہوش وحواس بنانا چاہتے ہیں، ہوش وحواس اور دعویٰ ہمہ اوست بیک جا جمع ہی نہیں ہو سکتے۔

اس ہمہ اوست کے قائلوں نے ہمہ کی طرح طرح کی تاویل کی ہے بعض نے کہا کہ ہمہ (یعنی کائنات) واہمہ ہے۔ بعض نے کہا کہ خیال ہے بعض نے کہا کہ فریب نظر ہے، بعض نے کہا کہ ہمہ عین اوست ہے[1] یعنی ہر شے خدا ہے۔ سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ قائلین ہمہ اوست کے ذہن میں ہمہ کا واہمہ ہی کیوں پیدا ہوا اگر اس کا کوئی جداگانہ وجود ہی نہیں ہے ؎

اے دوست ہمہ اوست میں یہ کیا ہے ہمہ، پہلے ہی تو غیر اس کے سوا مان چکا
موجود اگر دو ہیں تو وحدت کیسی، وحدت ہے حقیقی تو یہ تفریق ہے کیا

---

[1] مشکل حکائیست کہ ہر ذرہ عین اوست۔

Marfat.com

فصوص الحکم مصنفہ حضرت ابن عربیؒ کی فصّ کلمہ آدمیّہ کو غور کے ساتھ پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عربی اس نوع کے وحدت وجود کے قائل نہیں ہیں آپ نے اس فص میں تمام انواع کائنات کو حقائق کلیّہ یا اعیانِ ثابتہ (ثابت شدہ حقائق) کا ظہور بتایا ہے اعیان ثابتہ کو وہ صورِ علمیہ باری تعالیٰ سمجھتے ہیں یا الفاظ دیگر ان کے نزدیک کائنات کے جزو کل کی صورت میں صرف علم باری تعالیٰ ظاہر ہے اور چونکہ علم حضوری موخر معلومات نہیں ہوتا ہے اس لئے کائنات کوئی خارجی شے نہیں ہے خدا کے علم ہی میں یہ ظہور علمی ہے یعنی مستحضر فی ذات علیم ہی ہے، اس نظر سے اس کائنات علمی کا شہود خدا کی شانِ علمی ہی کا شہود ہے چاہو تو اسے بقول حضرت ابن عربیؒ ذات علیم ہی کا شہود من وجہ سمجھ لو اس لئے کہ وجودِ علم حضوری بغیر علیم متصور نہیں۔

؎ خامشی گفتگو کی بات نہیں سامنے وہ ہیں کائنات نہیں

مگر یہ مشاہدہ کچھ مستثنیات بھی رکھتا ہے، کائنات محدود ہے، ذات خدا نامحدود وہ واجب ہے یہ ممکن، وہ قدیم ہے یہ حادث، یہ اپنے پائے جانے میں اس کے ارادہ کی محتاج ہے وہ ہر احتیاج سے مستغنی۔ بہرصورت ان کے نزدیک مقید پر مطلق کا اطلاق نہ جائز ہے نہ صحیح، اس لئے ویدانتی ہمہ اوست اور وحدت وجود کے اس نظریہ میں

Marfat.com

زمین و آسمان کا فرق ہے یہ نہ مخالفِ نظام ہے نہ خلافِ شرع۔

تاہم حضرت ابن عربیؒ کی ان بعض عبارتوں کا جو فصوص الحکم میں ہیں متاخرین نے جو اثر لیا ہے، وہ تقریباً و بداہتی ہمہ اوست ہی کے مرادف ہے اس ذہنیت کی تصحیح بھی حضرت مجدّد صاحب کے نزدیک ضروری تھی، آپ کے نظریۂ وحدت شہود کا محرک غالباً یہی جذبۂ تصحیح افکار تھا۔ آپ کے ان مکتوبات کے دیکھنے سے جن میں آپنے نظریۂ وحدت وجود پر تبصرہ فرمایا ہے، یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں حضرت ابن عربیؒ کی ذات براہِ راست آپکے سامنے نہیں ہے بلکہ بعض وہ نتائج مستخرجہ ہیں جن کی ذرا سی غلط تاویل سے تمام نظامِ شریعت و اخلاق برہم ہوجاتا ہے مگر جہاں تک حقیقت مطلق کی حقیقی ترجمانی کا تعلق ہے، وحدت وجود اور وحدت شہود ایک دریا کے ایسے دو دھارے نظر آتے ہیں جو کچھ دور تک تو دو نظر آتے ہیں مگر آگے بڑھکر ایک ہی ہوجاتے ہیں ؎

ابتدا واحد انتہا واحد لاشریک لہٗ خدا واحد

ملاحظہ ہو حضرت ابن عربیؒ فصوص کے فص شعیبی کے کلمۂ قلبیہ میں فرماتے ہیں :-

"تمام عالمِ مجموعہ اعراض ہے جو اپنی حقیقت واحد کے ساتھ پایا جاتا ہے" حضرت مجدد صاحب اپنے مکتوبات کی جلد دوم مکتوب

Marfat.com

۵ لہر میں فرماتے ہیں "تمام کائنات مجموعہ اعراض ہے جو اپنی حقیقت واحد کے ساتھ ہے" اس مکتوب میں آپنے حقیقت انائے انسانی پر بھی تبصرہ کیا ہے اغور فرمایئے الفاظ بھی ایک مفہوم بھی ایک' پھر وحدت وجود شہود میں دوئی کیسی ؟ شہود کی وحدت ہو کہ وجود کی وحدت' وحدت تو مشترک ہے اب رہا شہود وجود کا فرق تو اسے یوں مٹانا چاہیئے کہ شہود بے وجود نہیں' وجود بے شہود نہیں۔ دراصل اس قسم کے تمام نکات ذوق ومواجید ہی پر مبنی ہیں' عقلی توجیہوں سے یہ کچھ کے کچھ ہو جاتے ہیں۔

اتنا تو ہر صاحب ذوق و وجدان کے نزدیک مسلم ہے کہ تمام مظاہر کائنات کی اصل واحد ہے مگر اختلاف یہاں سے شروع ہوتا ہے کہ وہ اصل کیا ہے آیا خود خدا کی ذات یا اس کی کوئی تجلی صفات حضرت ابن عربیؒ اسے تجلی علم ذاتی بتاتے ہیں اور حضرت مجدد صاحبؒ اسے عکس تجلی صفات (یا نفس کلی) سمجھتے ہیں مگر دونوں حضرات کے نزدیک ذات باری ہر حد و حصر سے منزہ ہے۔ ہمارے نزدیک قرآنی تفسیر توحید' اللہ احد ایسی جامع تفسیر حقیقت ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد نہ وحدت وجود پر غور کرنے کی ضرورت باقی رہتی ہے نہ وحدت شہود پر سنا ہے کہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ جو ایک بہت مشہور خدا والے بزرگ ہوئے ہیں کبھی کبھی یہ شعر پڑھا کرتے تھے

Marfat.com

؎ نہیں جانتے ہم وجود و شہود یہ باتیں ہیں دو اور خدا ایک ہے

۶۹۔ اس سے زیادہ ہم ان مسائل کی تشریح و توضیح میں اور کچھ نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ واقعتاً نہ ہم کوئی صوفی ہیں نہ صوفی بنتے ہیں مگر اتنا بالآخر ضرور کہیں گے کہ دنیا نے کبھی کسی نبی کی زبانی اسرارِ توحید کی اس قسم کی تفسیریں نہیں سنیں بالخصوص حضرت خاتم النبیین کی زبان مقدس پر تو جس کے متعلق وما ینطق عن الھوی قرآن پاک میں ہے بجز لا الٰہ الا اللہ کوئی دوسرا کلمہ مفسرِ توحید نہیں پایا گیا کوئی حدیث بھی ایسی نہیں جس میں یہ فرمایا گیا ہو کہ صفات باری تعالیٰ عین ذات ہیں یا غیر ذات یا لا عین و لا غیر اور نہ آپ نے یہ فرمایا کہ ہو الاول و الآخر و الظاہر و الباطن کے یہ معنی ہیں کہ ماسوی و خدا میں کوئی امتیاز ہی نہ کیا جائے، خالق و مخلوق اگر ایک مان لئے جائیں تو بعثت انبیا کا مقصود ہی کیا ہے؟ نہ کوئی عقیدہ غلط نہ کوئی عمل غلط ہر کج روی اور غلط روش کو صراطِ مستقیم سمجھا جا سکتا ہے مگر انبیا علیہم السلام کی پیغام حق کے پہنچانے میں انتہائی جد و جہد بتاتی ہے کہ حقیقت ہمہ اوست نہیں گمراہی گمراہی ہے، صراطِ مستقیم، صراط مستقیم ہے صراطِ مستقیم وہی ہے جس پر چل کر، کاروان انسانیت کی رہبری انبیا علیہم السلام نے کی ہے۔

مامول رشید کے عہد میں جب فلسفہ یونانی کے تراجم نے ذہنیت

عامہ کو متاثر کیا تو متکلمین نے دلائل و براہین عقلی سے عقائد اسلامی کو ثابت کرنے کی کوشش کی، اسی دور میں امام غزالیؒ نے تہافتہ الفلاسفہ لکھکر سرے سے تمام فلسفہ ہی کو مجموعہ مظنونات ثابت کرنا چاہا مگر یہ رو متکلمین ہی تک محدود نہ رہی اس کا اثر ارباب تصوف پر بھی پڑا اسی جماعت میں سے بھی بعض افراد نے تصوف کو جو کچھ پہلے محض ایک ذوقی شے سمجھا جاتا تھا علمی بنانے کی کوشش کی یعنی اذواق وجدانی کو دلائل و براہین منطقی کا جامہ پہنایا پھر کیا تھا ہر طرف سے نغمۂ وحدت وجود کی صدا کانوں میں آنے لگی اکثر خانقاہوں میں بھی اس نغمہ کی گونج تھی اور سوز و ساز کی بہت سی محفلیں بھی بغیر اس کے سرد محسوس ہونے لگیں مگر یہ صرف تراجم فلسفہ افلاطون ہی کے اثرات نہیں تھے ویدانت کا نغمہ ہاوست بھی ایران سے گزرتا ہوا شام و عراق تک پہنچ گیا تھا قرون اولیٰ میں لفظ صوفی کسی کی زبان پر نہیں پایا گیا البتہ دوسری صدی ہجری کے قریب سب سے پہلے ابو ہاشم نے بطور لقب اپنے نام کے ساتھ لفظ صوفی استعمال کیا یعنی ابو ہاشم صوفی کے نام سے سب سے پہلے موسوم ہوئے۔

لفظ صوفی کی اصل نہ صفا ہے نہ صوف (سیاہ کپڑا) صفا سے صفی ہے صاحب صفا کو صفی کہتے ہیں، صوفی نہیں پھر نہ سیاہ لباس ہی پر صوفی نے نہیں پہنا جس کی وجہ سے اہل لباس صوف کو صوفی کہا گیا اصل یہ ہے کہ حکمائے اشراقین کا طریقہ مکاشفہ اور تزکیۂ نفس کے بعض اصولی صوفی حضرات اور حکمائے اشراقین

میں مشترک پائے جاتے ہیں اس لئے یہ قرین قیاس ہے کہ یونانی لفظ سافاس (SAFAS) بمعنی حکیم و دانا عربی میں معرّب ہو کر صوفی بن گیا مگر اس دور میں بہت سی ایسی بزرگ ہستیاں پائی جاتی تھیں جنہوں نے نہ کبھی لفظ صوفی اپنے نام کے ساتھ لگانا پسند کیا نہ کبھی وحدت وجود کے مسائل زبان پر لائے معارف قرآنی ہی ان کے ذوق وجدان کا سرمایہ تھے اور اسوہ رسول ہی ان کی عملی زندگی کی جان۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ اذواق و مواجید کا کوئی وجود نہیں یا کشف و الہام سے اسرار توحید صاحبان کشف و الہام پر منکشف نہیں ہوتے ہیں مگر عہد رسالت سے قریب محتاط بزرگوں کی زبان پر یہ دلوں کے مخفی اسرار رموز اس لئے نہیں پائے جاتے ہیں کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ بیان و زبان کی دنیا اسرار توحید کی ترجمانی کے لئے موزوں نہیں ہے۔ دلوں کی بات زبان تک آتے آتے کچھ کی کچھ ہو جاتی ہے کہنے والا کہنا کچھ اور چاہتا ہے سننے والے سمجھتے کچھ اور ہیں اس لئے وہ خاموشی ہی کو تکلّم پر ترجیح دیتے رہے یہ تو ان حضرات کی رازداری تھی جو عہد رسالت سے قریب تھے، عہد رسالت میں تو ان اسرار توحید کا زبان پر لانا جائز ہی نہیں تھا بعض اصحاب مسئلہ جبر و قدر پر گفتگو کر رہے تھے رسول اکرم نے سنکر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

دراصل کسی ملت کا دور تعمیر، فلسفیانہ موشگافیوں کا زمانہ نہیں ہوتا

یہ مسائل تو اس وقت زبانوں پر آتے ہیں جب اپنی کسی ترقی کو کوئی قوم ترقی کی انتہا سمجھنے لگتی ہے اور اس کے قوائے عمل سستانے لگتے ہیں اور مشاغل ذہنی عمل کی جگہ لے لیتے ہیں مگر کوئی کلیہ مستثنات سے خالی نہیں ہوتا ہے یعنی علمی ترقی کا جذبہ کسی دور کا پابند نہیں ہوتا ارباب نظر جنکی فطرت ہی تحقیق حقائق ہوتی ہے ہر دور اور ہر حال میں مصروف غور و فکر رہتے ہیں یہی صورت حال ان ارباب ذوق کی ہے جن کی زندگی ہی مشاہدۂ حقیقت ہوتی ہے مگر ہر کس و ناکس کا یہ مقام نہیں یہ تو ترقی یافتہ مدارج ذوق و جدان ہیں ممکن نہیں کہ ہر فرد صاحب اسرار توحید ہو جائے البتہ یہ ممکن ہے کہ تقلیداً نعرہ ہمہ اوست لگانے لگے لیکن یہ شے اگر عام ہو جائے تو ظاہر ہے کہ اخلاق و عمل کی مکمل تباہی کے لئے کسی اور حربہ کی ضرورت نہ ہوگی حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ احد کی تفسیر کے لئے کلمہ لا الٰہ الا اللہ کافی ہے، وحدت وجود، شہود کے مسائل پر غور کرنا انہیں لوگوں کا کام ہے جو اپنے دلوں میں بے تاب ذوق علم و تحقیق رکھتے ہیں۔ اور وہی اس کے اہل ہیں کہ رفع مغالطات و تحقیق حق کے لئے سعیٔ تعلیم و تدریس کریں علمائے ملت اسلامیہ میں اس صف کے مفکرین کی فہرست بھی مختصر تو نہیں دور اوسط میں حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ بھی پائے جاتے ہیں ہر اہل نظر کی جن کے مجموعہ واردات کے متعلق یہی رائے ہے کہ مثنوی مولوی معنوی ہست قرآن در زبان پہلوی

یا ع نیست پیغمبر و لے دارد کتاب

Marfat.com

صور علمیہ باری تعالیٰ یا اعیانِ ثابتہ

۷۔ حضرت ابن عربیؒ کا زیب عنوان مسئلہ ایک علمی شاہکار ہے۔ اسلئے ہم اس کی کچھ شرح کرنا چاہیئے۔ انسان، حیوان، دریا، سمندر، جمادات، نباتات یہ وہ تصورات کلی ہیں جو اپنے افراد ہی کے ضمن میں پائے جاتے ہیں خارج میں کہیں نہیں پائے جاتے مثلاً مطلق انسان کا مصداق کہیں خارج میں نہیں ملے گا زید و عمر ہی میں یہ کلّیہ متشکل ملے گا یہی صورت دوسرے تصورات کلّی کی ہے یہ تصورات کلی وہ حقائق ہیں جن کا تعلق علم باری تعالیٰ ہی سے براہِ راست ہے انہیں کو معلومات الٰہیہ یا صور علمی (علمی صورتیں) کہتے ہیں، اور یہ علمی صورتیں ہی وہ اعیان ثابتہ یا حقائق ثابت شدہ ہیں کہ تمام عالم انہیں کا مجموعہ ہے۔ اس مسئلہ کو یوں سمجھئے کہ ہر شے جو کائنات میں پائی جاتی ہے وہ باری تعالیٰ کے علم کی ایک علمی صورت ہے پھر چونکہ باری تعالیٰ کا علم نامتناہی ہے اس لئے

Marfat.com

ان علمی صورتوں کی بھی کوئی حد نہیں ہے اس مقام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذرہ ذرہ اپنے سینے میں ایک علمی دنیا رکھتا ہے پھر ان علمی دنیاؤں کی کیا انتہا نہ ثوابت و سیار نہ ذرہ و آفتاب نہ ارض و سما نہ بحر و بر یہ سب علمی صورتیں ہی ہیں جو چاروں طرف چھائی ہوئی ہیں۔ اس نظر سے دیکھئے تو بجز علم باری تعالیٰ نہ اور کوئی شے محسوس بالحواس ہے نہ مدرک بالعقل مگر اس کے ساتھ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖ بھی ہے یعنی نہ کوئی صورت علمی اس کے علم کا احاطہ کر سکتی ہے نہ ان تمام علمی صورتوں کا مجموعہ۔

شاہدِ معنی یقیناً پردہ برانداز ہے
ہر حجاب اٹھا ہوا ہو راز پھر بھی راز ہے

افلاطون کے فلسفہ الٰہیات کی بنا بھی تصوراتِ کلیہ ہی پر ہے اور تصوراتِ کلیہ کے معنی بھی وہ ہیں جو اعیانِ ثابتہ کے ہیں مگر اس اتحادِ علم و انکشاف کے یہ معنی نہیں ہیں کہ حضرت ابن عربی کا یہ انکشاف فلسفۂ افلاطون سے ماخوذ ہے جیسا کہ بعض ناواقفِ فیضانِ فطرت گمان کرتے ہیں کیا ایک ہی دریا سے چند ہم کیف موجیں پیدا نہیں ہو سکتی ہیں یا وارداتِ قلبی میں توارد ممکن نہیں ہے، مگر کائنات کو علمی صورتوں کا مجموعہ سمجھنے کے معنیٔ عالم کو خیالی قرار دینے کے نہیں ہیں۔

Marfat.com

عالم کوئی خیالی شے نہیں، مقامِ علم و بصیرت و عمل ہے

۱۷۔ پہلے کے سب سوفسطائی اور کچھ ویدانتی بھی عالم کو عالم خیالی سمجھتے تھے اور آج بھی ان کے بعض جانشین بہ تغیر خفیف پائے جاتے ہیں[1] ہاں خیالوں کی دنیا میں بہاروں کے خواب دیکھنے والے اپنی محبوب زندگی کے دائرہ سے کیوں قدم آگے بڑھائیں اور کیوں نہ تمام عالم کو خیالی سمجھیں، لطف تخیل تو یہی ہے کہ ہر شے کو اپنے رنگ میں رنگ لیں وہ کیا جانیں کہ زندگی مسلسل عمل ہے اور انسان صحیح معنوں میں بہ تقاضائے حیات ایک عامل دائمی ہے۔

کائنات کا قوانینِ فطرت کے ذیل میں مطالعہ کیجیے، معلوم ہوگا کہ کائنات کے ہر ذرہ کا ایک فطری فریضۂ عمل ہے اور تمام کائنات بحیثیت

---

[1] ملاحظہ ہو ڈگلس فاسٹ کی کتاب THE WORLD AS IMAGINATION

مجموعی مصروف عمل دائمی ہے۔ کیا خیال کی دنیا اسی کا نام ہے؟ کہاں پراگندہ خیالاتِ انسانی اور کہاں مرتب نظامِ اعمال یعنی کائنات کوئی نسبت بھی ہو۔ قانونِ بقائے اصلح کے یہ معنی ہیں کہ ان جامد و بے عمل زندگیوں کا وجود کائناتِ عمل، حرفِ غلط کی طرح مٹا دیتی ہے جو مزاحمتِ گرد و پیش کا کامیاب مقابلہ نہیں کر سکتی ہیں اور وہ زندگیاں اپنی قربانیوں سے بقائے دوام حاصل کرتی ہیں جو ماحول کی ہر ابتلا و آزمائش پر تادمِ آخر غالب رہتی ہیں۔ مرزا غالب کے حسب ذیل تین چار شعر پڑھئے اور غور فرمائیے کہ یہ کس فضائے احساس میں کہے گئے ہیں یا کن لوگوں کے ذوق کی ترجمانی ان اشعار میں ہے:۔

۱۔ دل ڈھونڈھتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن
بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کئے ہوئے

۲۔ انسان ہے بجائے خود اک محشر خیال
ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

۳۔ ہستی کے تو فریب میں مت آئیو اسد
عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے

۴۔ جز نام نہیں صورتِ عالم مجھے منظور
جز وہم نہیں ہستیٔ اشیا مرے آگے

Marfat.com

اے یہ حقیقت محتاجِ ثبوت نہیں کہ اکثر شعرا کی قوتِ عمل یا تو ضعیف ہو جاتی ہے یا ختم اس لئے وہ بغیر سوچے سمجھے وہی کہتے ہیں جو بے عمل سوفسطائیت کا نقطہ نظر ہے یعنی تمام کائنات ایک خیالی شے ہے مگر عالم کو خیالی سمجھنے والوں نے (وہ شاعر ہوں کہ غیر شاعر) کبھی اس سوال پر غور نہیں کیا کہ اگر عالم ایک خیالی شے ہے تو کس کے خیالات کا مجموعہ ہے انسانی خیالات کا مجموعہ تو ہو نہیں سکتا اس لئے کہ انسانی خیالات تو محسوسات کے پیدا کردہ ہوتے ہیں یعنی انسان جس شے کو محسوس نہیں کر سکتا ہے اس کا خیال بھی نہیں کر سکتا ہے اس ترتیب احساسات و خیالات سے ظاہر ہے کہ عالم محسوسات جو خیالاتِ انسانی سے مقدم ہے خیالات انسانی کا مجموعہ نہیں ہو سکتا اس احساس کے علاوہ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ خیالات انسانی جو جذبات انسانی کے تابع ہوتے ہیں جذبات کے ساتھ ہر وقت بدلتے رہتے ہیں کبھی کوئی جذبہ انسان پر طاری ہوتا ہے کبھی کوئی، کبھی انسان خوش ہے کبھی غمگین کبھی کسی شے کی رغبت اپنے دل میں پاتا ہے کبھی کسی شے سے نفرت، کبھی مکروہات سے گریز کرتا ہے کبھی مکروہات کے دفع کرنے کو اقدام اس لئے خیالات بھی حسب جذبات کبھی کچھ ہوتے ہیں کبھی کچھ یعنی خیالاتِ انسانی میں کوئی تسلسل یا کوئی ترتیب و نظام نہیں پایا جاتا ہے مگر پراگندہ خیالات انسانی کے برخلاف

کائنات ایک مرتب و منظم شے ہے پھر اسے مجموعۂ خیالات کس طرح مانا جاسکتا ہے ہاں اگر اس نظریہ خیال کے یہ معنی ہوں کہ عالم خیالاتِ انسانی کا مجموعہ نہیں ہے خدا کے خیالات کا مجموعہ ہے تو سوال یہ ہوگا کہ ذاتِ خدا میں خیالات کا وجود کس طرح معلوم ہوا اگر سوفسطائیوں نے اپنے خیالات پر قیاس کیا تو یہ قیاس قطعاً قیاس مع الفارق ہے خدا کو خدا سمجھنے یا ماننے کے بعد اس کی ذات و صفات کو اپنی ذات و صفات پر قیاس کرنا جنون و دیوانگی ہی ہے لیکن سوفسطائی تو خدا کے قائل ہی نہیں ہوتے پھر عالم کو کس کے خیالات کا مجموعہ سمجھتے ہیں؟ اصل یہ ہے کہ راحت و عیش پسند ذہنیتیں ہمیشہ غور و فکر سے گریز کرتی ہیں اور یہ غور و فکر سے گریز ہی ہے کہ کائنات کو بغیر سوچے سمجھے آسانی سے خیالی سمجھ لیا جائے اس لئے کہ اس تخیل کے بعد کسی زحمتِ تحقیق کے اٹھانے کی کوئی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی بالیقین کائنات نہ کوئی خیالی شے ہے نہ خیالی ہو سکتی ہے البتہ مقام علم و بصیرت و عمل ضرور ہے۔

واضح رہے کہ علم باری تعالیٰ سے خیالات انسانی کو کوئی نسبت نہیں کہ علمِ باری علمِ حضوری ہے نہ موخرِ معلومات ہے نہ مشروط معلومات مگر خیالاتِ انسانی محسوسات و معلومات سے موخر ہوتے ہیں اس لئے کائنات کو باری تعالیٰ کی علمی صورتوں (صور علمیہ) کا مجموعہ تو مانا جاسکتا ہے

Marfat.com

مگر مجموعہ اوہام وخیالات کسی طرح نہیں مانا جاسکتا' علم باری وخیالاتِ انسانی کے فرق پر غور کیجئے آپ خود اس نتیجہ پر پہنچیں گے مگر اس تفحص یعنی اس جستجوئے حقیقت سے پہلے بصیرتِ توحید ویقین ہستی مطلق ضروری ہے کائنات کا وجود خدا کے علم ہی میں ہے ہمارے احساسات کائنات کو ایک خارجی شے صرف اپنے نظام کی مناسبت سے پاتے ہیں، ورنہ کائنات علم باری کے لحاظ سے وہ محیط ہر جزو وکل ہے کوئی خارجی شے نہیں ہے

دارین ہے اک پرتو علم باری
ہر شے پہ ہے اک وحدت علمی طاری
کیا ذرہ وخورشید ونجوم ومہتاب
ہے بحرِ شہود اپنی فضا میں جاری

خودشناسی

۴۴۔ کسی انسان کو اس حقیقت کا شعور ہو یا نہ ہو ہر انسان جو کچھ محسوس ومعلوم کرتا ہے اس میں اپنے آپ کو ہی پہچانتا ہے خودشناسی (SELF CONSCIOUSNESS) یہی نہیں کہ انسان اپنے شعور میں اپنے آپ کو پاتا ہے اگر کائنات کے دائرۂ تکوین کا مرکز انا (EGO) نہ ہوتا تو کائنات میں کچھ بھی نہ ہوتا[1] یہاں انا سے مراد انائے جزوی نہیں حقیقت کائنات کی اسی کا ایک پرتوِ خاص نفس انسانی ہے جیسا کہ کہا جا چکا ہے حدیث لولاک کے مفہوم کو جزوِ بصیرت بنائے بغیر تنہا فکر سے یہ راز سمجھ میں نہیں آسکتا ہے کہ حقیقت انسان کامل کس طرح تمام مظاہر کائنات کی نقطہ آغاز و متمم دائرہ منتہا ہے

---

[1] یہ تجھ میں شعور اپنا کہاں سے آیا — اندر سے ہی دریا تجھے باہر لایا
مے پرتوِ نور خود شعوری تیری — خورشید نہ ہوتا تو کہاں تھا سایہ

حاشیہ اگلے صفحہ پر

Marfat.com

مقصود تعمیر، تعمیر سے مقدم ہوتا ہے، انسان کامل و انسانیت کبریٰ مقصود آفرینش ہے اس لئے یہ احساس اپنے مقام پر صحیح ہے کہ ہر ذرہ کائنات میں تجلی مقصود آفرینش ہے۔ مسئلہ بے حد نازک ہے ہر حرف روئے معنی پر نقاب افگن معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے اس سلسلہ میں اس سے زیادہ اور ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔

علم اک نکتہ ہے، وہ نکتہ ہے عرفان وجود
مرد خود فہم نہیں ہوتا پرستارِ نمود
خود کو پہچان دو عالم میں وہاں تک تو ہے
تو جہاں تک ہے طلبگار جمال مقصود

حسانہ

کراچی ۷ ،۲ر جولائی ۱۹۵۸ء   غلام حسن نقوی

نوٹ ۲ صفحہ سابق

لے حدیث لولاک کا مفہوم یہ ہے کہ اگر پروردگار انسان کامل کو نہ پیدا فرماتا تو ارض و سما میں کسی شے کو پیدا نہ فرماتا کہ یہ پوری انجمن انسان کامل ہی کے لئے آراستہ کی گئی ہے۔

Marfat.com

فرہنگ اصطلاحات جس میں بعض مشکل الفاظ کی شرح مطالب ہے

(۷۳)

اعیان | جمع ہے عین کی اصل وحقیقت' اعیانِ ثابتہ' ثابت شدہ حقائق۔

اَنا | اَنائے جزوی نفس انسانی' اَنائے کلی نفس کائنات اَنائے انسانی وہ ہے جس کو لفظ "میں" یا "ہم" سے ہر شخص تعبیر کرتا ہے انگریزی میں SELF یا EGO سے یہ مفہوم ادا ہوتا ہے۔

اَنانیت | صفت اَنائے انسانی' عربی میں اَنا سے اَنانیت ہے اور فارسی میں خود سے خودی جو تعلق اَنا کا انانیت سے ہے وہی نسبت خود کو خودی سے ہے صرف الفاظ کا فرق ہے اَنا اور خود انانیت وخودی کا مفہوم ایک ہی ہے۔ متقدین کے فلسفۂ اخلاق اور بعض صوفیہ کی اصطلاح میں پندار وغرور کے معنی میں انانیت اور خودی کا استعمال ہوا ہے مگر جن محققین نے حقیقت انسانی پر غور کیا ہے وہ ان

Marfat.com

معنوں میں، انانیت یا خودی کا استعمال نہیں کرتے حضرت مجدّد صاحبؒ نے اپنے مکتوبات کی جلد دوم کے مکتوب ۴۵ میں بتایا ہے کہ صحیح مفہوم اَنا کیا ہے۔

استقرا مشاہدۂ جزئیات سے، فطرت کے قوانینِ کلیہ کا استخراج استقرا ہے مثلاً جب اکثر اجسام پر حرارت کا یہ اثر تجربہ میں آیا کہ حرارت اجسام کے حجم کو پھیلا دیتی ہے تو یہ تصور کلی جزوِ علم و ادراک ہو گیا کہ بالعموم حرارت اجسام کے حجم کو پھیلا دیتی ہے یہی کلیہ نتیجہ استقرائی ہے اور یہی قانون فطرت۔

استخراج نکالنا، برآمد کرنا۔

انبساط انشراح ۔ کھلنا۔

انفس جمع ہے نفس کی (نفس میں ف ساکن ہے)۔

الٰہیات علم حقائق ماورائے طبیعات، وہ تمام مسائل جو تجربہ و مشاہدہ کی دسترس سے باہر ہیں الٰہیات ہی کے مسائل ہیں۔

الہام حیات موجودہ میں وجدان کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ درجہ جو کاشفِ اسرارِ غیبیہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

اعضا دل، دماغ عضو رئیس ہیں ہاتھ پاؤں ناک کان وغیرہ جوارح

استفادہ فائدہ حاصل کرنا۔

افادیت فلسفہ اخلاق کا وہ مسلک جو کسی عام عملی فائدہ کو معیار حسن اخلاق و اعمال بناتا ہے۔

ارتقا ترقی کرنا، مراد اس سے نظریہ نشو و ارتقائے حیات ہے جس کی صراحت اس مقالہ میں اپنے مقام پر ہے

اضافی زائد، غیر حقیقی، نظریہ اضافیت، آئنسٹائن کا وہ نظریہ جس میں وہ فاصلے اور وقت کے وجود کو محض نسبتی قرار دیتا ہے حقیقی نہیں اس کے نزدیک فاصلہ اور وقت کا دراصل کوئی وجود نہیں ہے۔

انعکاس عکس پذیر ہونا

انسانیت کبریٰ آدمیت کاملہ انسانیت کمل

اعراض جمع ہے عرض کی عرض بمعنی غیر مستقل مظاہر، امثال (FORMS)

Marfat.com

افراد | جمع ہے فرد کی، فرد بمعنی شخص واحد۔

بالقوۃ | مخفی استعداد۔

بالفعل | بروئے کار، نمایاں استعدادِ عمل۔

بصیرت | ایک حد تک ترقی یافتہ وجدان بصیرت سے اگلا درجہ کشف کا ہے، اس کے بعد الہام کا۔

بسیط | غیر مرکب ماورائے امتزاج و ترکیب بساطت، صفت حقیقت بسیطہ

تصوّر | اصطلاح منطق میں تصور اس اثر کو کہتے ہیں جو اشیاء خارجہ کا انسانی دماغ پر پڑتا ہے یعنی جو وجہ ادراک ہوتا ہے تصور جزوی بھی ہوتا ہے اور کلّی بھی۔

تحویل | سپردگی، حوالگی، ثانوی معنی، ایک شے کا کسی دوسری صورت میں منتقل ہو جانا مثلاً پانی کا ابخرات کی صورت میں منتقل ہو جانا اسی کو استحالہ عناصر بھی کہتے ہیں یعنی عناصر کا ایک حال سے دوسرے حال میں بدل جانا۔

تعیّن | حد بندی۔ لاتعیّن، غیر محدودیت۔

تحلیل | کیمیاوی طریق سے کسی شے کو حل کرنا۔ مثلاً ہوا یا پانی کے اجزا بذریعہ تحلیل معلوم کرنا۔ تحلیل کے بالمقابل ترکیب ہے یعنی بعض اجزا کو آپس میں ملا کر ان کی کیفیت و خاصۂ ثالثہ معلوم کرنا

تجرید | عطف و اضافات سے علیحدگی۔ تفریق کے معنی ہیں، انفرادیت کے

جنس | جنس، فصل، نوع یہ تینوں منطقی اصطلاحیں ہیں جن کے ذریعہ سے تعریف اشیا کی جاتی ہے۔ کسی شے کی جنس قریب اور فصلِ قریب کے علم سے اس کی منطقی تعریف کی جا سکتی ہے مثلاً انسان کی تعریف حیوان ناطق ہے حیوان جنس ہے، ناطق فصل۔

جوہر | مستقل اصل اعراض۔ قائم بالذات۔

جوہر قابل | قبولِ فضائل کی صلاحیت رکھنے والا۔

حادث | بالمقابل قدیم، ایسی نو پیدا شے کو کہتے ہیں جو مسبوق بالعدم ہو یعنی عالمِ آفرینش میں اس کا وجود عارضی ہو یعنی نہ ہمیشہ سے ہو اور نہ ہمیشہ رہے۔

حیاتیات | علوم متعلقۂ حیات۔

Marfat.com

خودشعوری اجمالی شعورِ ذات۔

خودشناسی بالتفصیل معرفتِ ذات۔

دلیل دلیل و برہان استقرائی و قیاسی دونوں طرح کی ہوتی ہے۔ استقرا کی بنا تجربات پر اور قیاس کی قضایائے کلّیہ پر ہوتی ہے۔

سوفسطائیت مغالطہ، خود فریبی۔ سوفسطائیوں کا یہ زاویہ نظر کہ تمام عالم خیالی ہے۔

شخص فردِ واحد، شخصیت، کسی شخص کے خصوصیاتِ نفسی کا مجموعہ۔

صیانت حفاظت۔

طبیعت قوّتِ مدبرۂ عالم۔

علت علت کی تین قسمیں ہیں، علتِ فاعلی، علتِ غائی، علتِ صوری علتِ فاعلی سے مراد علّتِ تحریک و تدبیر ہے علتِ غائی مقصدِ تحریک علتِ صوری سے مراد وہ صورتِ نوعیہ ہے جو صورت گرِ ہر نظامِ نوعی ہوتی ہے نظریہ وحدتِ نفس کے پیشِ نظر علتِ فاعلی و غائی صوری کا تصور نفسِ کلی سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔

علّتِ تام کسی نظام کی وہ علّتِ تدبیر و تنظیم جو کسی دوسری علتِ سابقہ کی تدبیر و تنظیم میں محتاج نہ ہو۔

عناصر آج سے تقریباً سوا دو سو برس پہلے چار عناصر آگ، پانی، خاک اور ہوا مانے جاتے تھے مگر بروئے تحقیقِ جدید ان کی تعداد بہتّر تک

Marfat.com

پہنچ چکی ہے، بہرصورت وہ کتنے ہی ہوں ہمارے نزدیک وہ سب کے سب مظاہر و اعراض نفس ہی ہیں جیسا کہ کہا جا چکا ہے۔

علم افعال اعضا یا علم منافع اعضا | PHYSIOLOGY

علم النفس | نفس انسانی کا علم، نفسیات۔

عقدہ | گرہ (بمعنیٔ ثانوی)، بھید۔

غایت | مقصد۔

غیب | وہ حقیقت جو عقل و حواس کی رسائی سے باہر ہو۔ وہ حقیقت جو غیب یعنی پوشیدہ حقیقت ہے۔

فطرت | ذی شعور مدبر نظام، طبیعت و فطرت میں تابع و متبوع کا فرق ہے طبیعت تابع فطرت ہے نہ کہ فطرت تابع طبیعت قوانین فطرت ہی کے ماتحت ہر قوت عالم اپنا کام کر رہی ہے وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَبْدِيلًا فطرت کے قوانین بدل سکتے نہیں (قرآن پاک)

قیاس | کلی قضایا سے استخراج نتائج کو کہتے ہیں

قائم بالذات | وہ شے جو اپنے قیام میں کسی دوسری شے کی محتاج نہ ہو اور وہ جوہر واحد یعنی نفس کلی ہی ہے

قدیم | دائمی وہ صرف خدا کی ذات ہے۔

کم و کیف | مقدارات و کیفیات۔

کلیات | تصورات کلی، قوانین فطرت۔

لازمی | ضروری، لزوم، لازم ہونا۔

Marfat.com

لسان الٰہی | قدرتی زبان DIVINE LANGUAGE۔

لاادری | وہ لوگ کہلاتے ہیں جو علم حقائقِ ماورائے طبیعات کو محال سمجھتے ہیں۔

متحیز | کسی جگہ میں پائی جانے والی شے۔

مجرّد عن المادّہ | غیر مادی شے۔

ملحد | لامذہب بخلاف منکر کے جو کسی مذہب کا معتقد بھی ہو سکتا ہے۔

مبدا و معاد | آغاز و انجام۔

مشکّک | ہر تحقیق کو مشتبہ سمجھنے والے۔

معارف | اسرارِ حقیقت۔

مادّیین | مادہ پرست۔

مقصد حیات | زندگی کا مقصد۔

متناہی | محدود لامتناہی، غیر محدود۔

مستبعد | جو بعید از قیاس ہو۔

مادّہ | بقول مادّیین اصل کائنات، فلسفہ قدیم میں اس کو ہیولیٰ بھی کہتے ہیں۔

ماوری | برتر۔

معنیٰ | مفہوم۔

Marfat.com

نفسیات | علم نفس مگر علم نفس سابق اور حال میں بہت فرق ہے

ناقابل انفکاک | وہ کیفیت یا وہ حالت - کسی شے کے ذاتیات میں داخل ہو اور اس سے کسی صورت سے جدا نہ ہو سکے۔ مثلاً نور سے روشنی۔

وجود | مستقل ہستی، اصل وجود ہے باقی جو کچھ کائنات میں ہے، وہ ظہور وجود، تابع اصل وجود ہے۔

وحدت وجود } اس مقالہ میں ہر دو نظریات کی شرح و تفصیل ہے۔
وحدت شہود }

ہمہ | کل، ہمہ اوست میں اس لفظ سے مراد ساری کائنات ہے۔

یقین | ایمان اس مکمل شعورِ وجدانی و بصیرت عرفانی کو کہتے ہیں جو نہ محتاج دلیل و حجت ہو، اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہو، اسی کا نام تصدیق بالقلب ہے۔ احساس و ادراک کا تعلق حواس و عقل سے ہے اور یقین کا وجدان و بصیرت سے، دراصل علم ایک کیفیت انجلائی ہے جو نفس انسانی میں پیدا ہوتا ہے۔ یہ بالواسطہ حواس و عقل بھی ہوتا ہے اور براہِ راست وجدان و بصیرت سے بھی۔ عقل و حواس سے حاصل کئے ہوئے علم کا بیشتر حصہ ظنی و قیاسی ہوتا ہے، اس لئے شک و شبہ سے خالی نہیں ہوتا مگر وجدان و بصیرت سے حاصل کئے ہوئے علم میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہوتی ہے یا یہ کہہ لیجئے کہ جس علم میں کوئی بھی شبہ ہو سکا

Marfat.com

تعلق وجدان سے نہیں وہ کوئی گمان وہم ہے یا ظن و قیاس'۔

جو لوگ تجربہ و مشاہدہ، استقرا و قیاس ہی کی چہار دیواری میں علم کو محدود سمجھتے ہیں وہ دراصل یہ سمجھتے ہی نہیں کہ علم وہ سمند ہے جس کا کوئی کنارا ہی کہیں نہیں ہے۔

؎ انتہا علم کی حیرانی ہی حیرانی ہے

زعم دانائی کا نادانی ہی نادانی ہے

صاحبِ دل اسے ایمان و یقیں کہتے ہیں

وہ شہود اصل و حقیقت کا جو عرفانی ہے

Marfat.com

حیاتِ مابعد

(علم و بصیرت کی روشنی میں)

(از) سید ضامن حسین نقوی گویا جہان آبادی

مصنّفِ فلسفہ نفس، اصلِ حیات، انسان و انسانیت
فلسفہ خودی و بیخودی، اسرارِ ہستی تجدّد و امثال و غیرہ

Marfat.com